واقعاتِ صدیقؒ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

کے سبق آموز سچے واقعات کا گلدستہ

جمع و ترتیب

اقبال احمد قاسمی

صدر مدرس و مفتی مدرسہ مظہر العلوم مسجد نکھٹوشاہ، بیکن گنج، کانپور

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ، لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب : واقعاتِ صدیق
حضرت عارف باللہ مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ
کے واقعات
جمع و ترتیب : **اقبال احمد قاسمی**
صفحات : ۲۸۰
اشاعت اول : ۱۱۰۰ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق مارچ ۲۰۱۶ء)
ناشر : ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ
ویب سائٹ www.alislahonline.com

☆☆☆

ملنے کے پتے

(۱) ادارہ افاداتِ اشرفیہ، دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ
(۲) طوبیٰ بک ڈپوز ندوۃ العلماء لکھنؤ
(۳) دیوبند و سہارنپور کے کتب خانے
(۴) دار العلوم زکریا جوہی نہریا، کانپور، یوپی
(۵) اسلامیہ بک ڈپو طلاق محل کانپور
(۶) مدرسہ صدیقیہ وحیدیہ ڈیفنس کالونی، جاجمو، کانپور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱	کلمات حبیب	۱۲
۲	تقریظ	۱۳
۳	عرض مرتب	۱۷
۴	صاحب واقعات حضرت باندویؒ کی مختصر سوانح	۲۱
۵	گرم ہتھوڑے کا قصہ	۲۷
۶	نماز کے وقت سر میں درد، حضرت کے دادا کی ایک کرامت	۲۷
۷	والدہ کے نانا کا سات دن کا فاقہ	۲۸
۸	دادی کی علمی قابلیت اور پردہ کا انوکھا انداز	۲۸
۹	ماں کی دعاء کی تاثیر اور بعض واقعات	۲۹
۱۰	بچپن کی غربت کا واقعہ	۳۱
۱۱	بچپن کا خواب میدان محشر کی زیارت	۳۱
۱۲	میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں	۳۲
۱۳	بچپن کی پر مشقت تعلیم وتربیت	۳۳
۱۴	طلب علم کیلئے خفیہ سفر کا دلچسپ قصہ	۳۵
۱۵	کانپور کی طالب علمی کے واقعات	۳۶
۱۶	حضرت کی طالب علمی اور امتحان کا عجیب واقعہ	۳۸
۱۷	ایک لطیفہ	۴۰
۱۸	پانی پت کی تعلیمی زندگی	۴۰
۱۹	مظاہر علوم کے دور طالب علمی کے بعض واقعات	۴۱
۲۰	اساتذہ کی خدمت کے واقعات	۴۳
۲۱	تعلیمی مجاہدے اور اسکے ثمرات	۴۵
۲۲	پیر کی نگاہ میں مرید کا عالی مقام	۴۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۲۳	مٹھائی نہ کھا کر کتابیں خریدنا	۵۰
۲۴	اچانک سہارنپور سے فرار ہوجانے کا واقعہ	۵۱
۲۵	مدرسہ عالیہ فتحپوری کی طالب علمی کا ایک واقعہ	۵۴
۲۶	لکھنؤ اور مظفرپور کی طالب علمی راس نہ آئی	۵۵
۲۷	سہارنپور کی مدرّسی سے انکار وفرار	۵۶
۲۸	سعودی کی مدرّسی سے گریز	۵۷
۲۹	سادی شادی کا قصہ	۵۷
۳۰	ندوہ میں آپ جیسے لوگوں کی کمی ہے	۵۹
۳۱	مدرسہ اسلامیہ فتح پور کی مدرسی کے بعض واقعات	۵۹
۳۲	مدرسہ کے قیام کا محرک	۶۱
۳۳	مدرسہ ومکتب قائم کرنے کا مجرب طریقہ	۶۳
۳۴	بیمار مدرس کی لمبی غیر حاضری کے باوجود تنخواہ	۶۵
۳۵	اساتذہ کے درمیان میل ومحبت کا واقعہ	۶۶
۳۶	مولوی نما تدریس کے شوقین صاحب اور حضرت کی کرم فرمائی	۶۷
۳۷	ہتھورا میں جامعہ، جنگل میں منگل	۶۹
۳۸	حضرت بھولئے گا نہیں	۷۰
۳۹	خواب میں جامعہ کی بشارت	۷۱
۴۰	خوردہ نوازی اساتذہ وطلباء کے ساتھ حسن سلوک	۷۱
۴۱	اطراف کے طلبہ کی رعایت کا واقعہ	۷۳
۴۲	ابتدائی زمانہ کی تنگی میں اہلیہ مرحومہ کی قربانی	۷۳
۴۳	آغاز تجارت کا ایک واقعہ	۷۴
۴۴	سفر میں محتاجی چھپانے کا حیلہ	۷۵
۴۵	اہل جلسہ کی بے حسی، واپسی کرایہ کے لئے حضرت نے لنگی بیچی	۷۵
۴۶	مایوس کن حالات میں جلسہ میں شرکت	۷۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۴۷	آلو ڈھونے کا واقعہ	۷۷
۴۸	ابتدائی دور کی اجنبیت اور حضرت کے تبلیغی دورے	۷۷
۴۹	پر مشقت اسفار کی کہانی	۷۹
۵۰	مدرسہ کی ضروریات کی ہر وقت فکر اور شانِ استغناء کا واقعہ	۸۱
۵۱	تعلیمی کارواں سے دلچسپ گفتگو	۸۲
۵۲	قرآن بلا جزدان کو ضبط کر لیا جائے	۸۴
۵۳	ہندوستانیوں کے قرآنی شغف کی بات	۸۴
۵۴	بیمار طلبہ کی خدمت	۸۵
۵۵	بیمار طالب علم کی خبر گیری کا انوکھا انداز	۸۶
۵۶	طلبہ سے معافی، ایک طالب علم کا معاف کرنے سے انکار	۸۷
۵۷	خدایا میری اولاد لے لے لیکن طالب علم کو صحت دیدے	۸۸
۵۸	طلباء کی تربیت کے انوکھے واقعات	۸۸
۵۹	ایک بکری پر طالب علم کا غصہ اور حضرت کی فہمائش	۹۰
۶۰	مسجد میں ایک چوری کا واقعہ	۹۰
۶۱	ایک چور مولوی صاحب کا واقعہ	۹۱
۶۲	ایسے چور کے لئے بددعا کرو	۹۳
۶۳	ٹارچ کی چوری کا واقعہ	۹۴
۶۴	طلباء کے جھگڑے اور حضرت کے نرالے انداز	۹۵
۶۵	حضرت کے مدرسہ کے جنات	۹۶
۶۶	بچوں کے مکالموں اور تقریروں سے دلچسپی	۹۷
۶۷	طلبہ کی نگرانی کے وقت دعوت طعام سے معذوری	۹۸
۶۸	طالب علم کے اخراج کا عجیب طریقہ، کتوں پر بھی ظلم برداشت نہیں	۹۹
۶۹	گرمی میں بجلی کا پنکھا کیوں قبول نہیں؟	۱۰۰
۷۰	اپنے ہاتھ سے غلاظت اٹھانا	۱۰۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
٧١	رات کی تنہائی اور طلبہ کے بیت الخلاء کی صفائی	١٠٢
٧٢	اشاعت علم اور اصلاح امت کیلئے جفاکشی مسلسل دس یوم سونے کی نوبت نہیں آئی	١٠٣
٧٣	اتباعِ سنت پر زوق، تبلیغی کام کی نزاکت	١٠٦
٧٤	دعوت قبول نہ کرنے کا عجیب اصول	١٠٧
٧٥	تعلیم چھوڑ کر تبلیغ ؟ مدرسہ یا چلہ؟	١٠٨
٧٦	عصری اعلیٰ تعلیم اور خدمت خلق	١٠٩
٧٧	ایک عالم صاحب کی جوشیلی تقریر پر حضرت کا تبصرہ	١١٢
٧٨	ایک منتشر المزاج شخص کی غیر مسلموں میں تبلیغ سے متعلق گفتگو	١١٣
٧٩	تدریس کا کام تصوف کے مشغلہ سے بہتر ہے	١١٤
٨٠	جامعہ خیر العلوم کھنڈوہ کے قیام کا واقعہ	١١٥
٨١	١٢/ ربیع الاول کو کانپور میں حضرت کی صاف گوئی	١١٧
٨٢	مہمانوں کیلئے بھیک	١١٧
٨٣	یؤثرون علیٰ انفسہم الخ کا نمونہ	١١٩
٨٤	سمدھیانے کے مہمانوں کے مقابل میں مدرسہ کے مہمانوں کو ترجیح	١٢١
٨٥	یہ تو صرف آپ کے لئے پکتی ہے	١٢١
٨٦	چار روز کا فاقہ	١٢٣
٨٧	مدرسہ کی چیزوں میں سخت احتیاط	١٢٤
٨٨	حضرت کا توکل اور تنخواہ کی بابت اکابر سے مشورہ	١٢٦
٨٩	مدرسہ سے استفادہ کا معاوضہ اور حجرہ کی اجرت	١٢٨
٩٠	دوسروں کی معمولی چیز بھی بلا اجازت استعمال کرنے سے پرہیز	١٢٨
٩١	ایک مہمان کے نخرے اور حضرت کی تنبیہ	١٢٩
٩٢	نو وارد مہمان کا سامان اجنبی بن کر لا دنا	١٣١
٩٣	بس میں نماز	١٣٣
٩٤	مسئلہ بتا کر رقم واپس کر دی	١٣٤

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۹۵	معاملات کی صفائی اور تقوی واحتیاط پر عمل کا واقعہ	۱۳۴
۹۶	معتکفین کا جیب خاص سے نظم تقوی کا نمونہ	۱۳۵
۹۷	مسجد کا پرانا فرش ٹوٹنے کے وقت حضرت کا اضطراب	۱۳۶
۹۸	عمارت کی تزئین پر حضرت کی کیفیت اور چندہ کے پیسہ میں احتیاط	۱۳۶
۹۹	طلباء پر خرچ کرنے کا سلیقہ	۱۳۷
۱۰۰	ایک مسلمان بھٹہ والے کی خیانت	۱۳۸
۱۰۱	باندہ کا سیلاب اور حضرت کا کردار	۱۳۸
۱۰۲	شدید بارش سے مدرسہ کی عمارت کے نقصان کا خطرہ اور حضرت کی اضطراری دعاء	۱۳۹
۱۰۳	چماروں کا خیال اور ان کے ساتھ حسن سلوک	۱۴۱
۱۰۴	ڈرائیور کا خیال اور اہل تعلق کی تربیت کا انداز	۱۴۱
۱۰۵	غیر مسلموں کا خیال اور کسر نفسی صدیق ایکسپریس کے بجائے تلسی ایکسپریس	۱۴۲
۱۰۶	تبلیغی اجتماع میں غیر مسلموں کی خدمت وشرکت	۱۴۳
۱۰۷	سادھو نے پیر دھوئے	۱۴۵
۱۰۸	مصافحہ کیلئے ٹرین کئی بار رُکی	۱۴۵
۱۰۹	بے نفسی اور دوسروں کی رعایت کا حیرت انگیز واقعہ	۱۴۷
۱۱۰	ان بیچاروں کی تو بن گئی لیکن میرا کام بگڑ گیا	۱۴۹
۱۱۱	قیامت میں کہیں مجھ سے پوچھ نہ ہو جائے، انوکھے سفر	۱۵۰
۱۱۲	ایک مرتد خاندان پر ایمانی نظر	۱۵۳
۱۱۳	شدت کی بیماری میں بھی خدمت خلق اور مہمانوں کی فکر	۱۵۴
۱۱۴	اسباق کی پابندی کا عجیب حال	۱۵۵
۱۱۵	وقت کی قیمت کا احساس	۱۵۷
۱۱۶	سفر میں بھی کتابوں کے ادب واحترام کا لحاظ	۱۵۸
۱۱۷	شدید بیماری میں مطالعہ، درس اور طلبہ کی فکر کا واقعہ	۱۵۹
۱۱۸	اسباق کے ناغہ سے بچنے کیلئے زحمتیں اٹھانا	۱۶۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱۱۹	بیماری میں چپکے سے سبق کا اہتمام	۱۶۲
۱۲۰	مدرسہ کی نہیں گھر کی اینٹ لاؤ	۱۶۲
۱۲۱	اہلیہ کے انتقال کا واقعہ	۱۶۲
۱۲۲	کانٹے کا واقعہ۔ حضرت کی کرامت	۱۶۴
۱۲۳	ایک گستاخ طالب علم کا عبرتناک انجام	۱۶۵
۱۲۴	اندرا گاندھی کے انجام کا پیشگی تذکرہ	۱۶۶
۱۲۵	سرسید کے خلاف مضمون نگاری پر حضرت کا تبصرہ	۱۶۶
۱۲۶	ایمرجنسی کا زمانہ۔ اور حضرت کا جوش ایمانی	۱۶۷
۱۲۷	دارالعلوم کی شوری کی رکنیت اور استعفیٰ کا واقعہ	۱۷۰
۱۲۸	ممبر شوریٰ کی حیثیت سے کرایہ لینے سے انکار	۱۷۳
۱۲۹	ہم عصر علماء کا احترام شاگردوں کے درمیان	۱۷۴
۱۳۰	اختلاف کی آگ ٹھنڈی ہوگئی	۱۷۷
۱۳۱	چھوٹوں سے استفادہ اور ان کی حوصلہ افزائی	۱۷۹
۱۳۲	حضرت باندویؒ اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ	۱۷۹
۱۳۳	حکیم الاسلام قاری طیب صاحب کی پہلی بار ہتھورا آمد اور حضرت کا حال	۱۸۲
۱۳۴	قاری طیب صاحب کی آمد پر اہل بدعت کی ناکام سازش	۱۸۳
۱۳۵	حکیم الامت سے ملاقات کا دلچسپ واقعہ	۱۸۴
۱۳۶	شاہ وصی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضری	۱۸۵
۱۳۷	یہیں جامعہ از ہر بناؤ	۱۸۶
۱۳۸	اصلاح بین الناس کی کامیاب کوشش	۱۸۸
۱۳۹	اسلام کے وقار اور مسلمانوں کے اتحاد کیلئے حکمت عملی کا نمونہ	۱۸۹
۱۴۰	انسانی ہمدردی اور خدمت خلق	۱۹۰
۱۴۱	سمجھدار دیندار لوگوں کو بھی سحر و آسیب کا وہم	۱۹۲
۱۴۲	نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر بھوت اور شیطان سوار رہے گا	۱۹۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱۴۳	بیماری یا وہم	۱۹۴
۱۴۴	استغناء اور مخلوق سے بے نیازی کے واقعات	۱۹۵
۱۴۵	الفقر فخری کی شان	۱۹۸
۱۴۶	استغناء کے کچھ اور واقعات، پکا مکان قبول نہیں	۱۹۸
۱۴۷	وزیر اعلی کی امداد قبول کرنے سے انکار	۲۰۱
۱۴۸	ارجن سنگھ کی آمد پر حضرت کی استقبالیہ تقریر	۲۰۲
۱۴۹	بابری مسجد کے انہدام پر حضرت کا حکیمانہ خطاب	۲۰۳
۱۵۰	حضرت کی سیاسی بصیرت کے واقعات	۲۰۶
۱۵۱	جہاد کا بھوت	۲۰۷
۱۵۲	پہلا سفر حج اور بریلوی طبقہ کی مذموم حرکتیں	۲۱۰
۱۵۳	ایک حج میں دو حج کا ثواب	۲۱۲
۱۵۴	عمرہ اور نفلی حج کیلئے پیشکش اور حضرت کا جواب	۲۱۳
۱۵۵	کئی قسم کے کھانے دیکھ کر حضرت کا آبدیدہ ہونا	۲۱۴
۱۵۶	آخری سفرِ حرم اور غیبی نصرت	۲۱۴
۱۵۷	حدیث کا سراپا مصداق	۲۱۶
۱۵۸	میرا ذکر نہ کیجئے	۲۱۷
۱۵۹	حال چھپا کر قلی گیری	۲۱۷
۱۶۰	کاغذ کے احترام کا اہتمام	۲۱۸
۱۶۱	نعمت کی قدر و ناقدری	۲۱۹
۱۶۲	اہل بدعت کا جلسہ اور حضرت کا سلوک	۲۱۹
۱۶۳	سنگ بنیاد، ختم بخاری، افتتاح اور رسم اجراء کتاب وغیرہ تقاریب میں غلو کی اصلاح	۲۲۰
۱۶۴	سفر میں تلاوت قرآن و نعتِ رسول میں انہماک	۲۲۱
۱۶۵	نماز کا انہماک و کیفیت	۲۲۳
۱۶۶	حضرت کے آخری رمضان و اعتکاف میں نور کا مشاہدہ	۲۲۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱۶۷	تحفظ ختم نبوت کی فکر	۲۲۷
۱۶۸	ایمانی جرأت و بے باکی کے واقعات	۲۲۸
۱۶۹	غریبوں بیواؤں کیلئے نظم زکوۃ	۲۳۰
۱۷۰	ایک غریب کی اعانت وضمانت	۲۳۱
۱۷۱	غریب دیہاتیوں کی دلجوئی کار کے بجائے بیل گاڑی پر سفر	۲۳۱
۱۷۲	احتیاط کا ایک عجیب نمونہ، طائف جیسے واقعات	۲۳۲
۱۷۳	للولی میں دورانِ تقریر پتھراؤ کا قصہ	۲۳۵
۱۷۴	گھوڑے سے گرنے کا واقعہ	۲۳۶
۱۷۵	موئے مبارک کی زیارت کا واقعہ	۲۳۷
۱۷۶	مقابلہ کی جلسہ بازی سے گریز	۲۳۷
۱۷۷	مخالفین موم ہوگئے	۲۳۸
۱۷۸	مخالفین کا احترام اور ان کے ساتھ خاطر تواضع	۲۳۹
۱۷۹	سادہ الفاظ کی اثر آفرینی اور سحر البیانی	۲۳۹
۱۸۰	ایک طالب علم کی ڈوب کر موت اور حضرت کا حال	۲۴۲
۱۸۱	جامعہ عربیہ ہتھورا میں ایک طالب علم کا انتقال اور حضرت کا طرز عمل	۲۴۳
۱۸۲	دوران علالت بجائے راحت کے مزید مجاہدہ	۲۴۶
۱۸۳	اصلاح معاشرہ کے ایک جلسہ میں شرکت اور منتظمین کی اصلاح	۲۴۷
۱۸۴	جلسہ کا اشتہار اور انشاء اللہ	۲۴۹
۱۸۵	مانک پور اور کروی کا مختصر مناظرہ	۲۵۰
۱۸۶	مناظرہ سعدی پور کی دلچسپ داستان	۲۵۱
۱۸۷	ایک صاحب کی خاموشی سے اصلاح	۲۵۵
۱۸۸	منڈپ کے نکاح سے مسجد کے نکاح تک	۲۵۷
۱۸۹	ہندو راجہ سے مسجد بنوانے کا قصہ	۲۵۷
۱۹۰	کرامات: کھارہ پانی میٹھا ہوگیا	۲۵۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱۹۱	نالہ کا پانی تھم گیا	۲۵۹
۱۹۲	زیور مل گیا	۲۵۹
۱۹۳	زہر کا اثر ختم	۲۶۰
۱۹۴	ایک لمحہ میں افاقہ	۲۶۰
۱۹۵	درد ختم	۲۶۱
۱۹۶	خدا کی مدد۔ دیوان گنج کا واقعہ	۲۶۲
۱۹۷	ٹریکٹر بگڑ گیا	۲۶۳
۱۹۸	ڈاکوؤں کا واقعہ	۲۶۳
۱۹۹	ایک اور عجیب واقعہ	۲۶۵
۲۰۰	پلہ ڈکیت کا واقعہ	۲۶۵
۲۰۱	کشف کا ایک حیرت انگیز واقعہ، نا گہانی حادثہ سے سب کی جان بچی	۲۶۷
۲۰۲	مبشرات: میدان حشر میں حق تعالیٰ اور فرشتوں کی زیارت	۲۶۹
۲۰۳	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بار زیارت	۲۶۹
۲۰۴	روضہ پاک کی کنجی عطا ہونے کا خواب	۲۷۳
۲۰۵	حضرت باندوی کی صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	۲۷۳
۲۰۶	خواب میں اصلاح وتلقین کے قصے	۲۷۴
۲۰۷	خواب میں بزرگوں سے ملاقات	۲۷۵
۲۰۸	ایک بدعتی کے غلط استدلال پر دنداں شکن جواب	۲۷۵
۲۰۹	جاہل کاتبوں کی حماقت	۲۷۵
۲۱۰	ایک لطیفہ	۲۷۷

کلماتِ حبیب

دعائیہ کلمات: جانشین عارف باللہ حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب باندوی مدظلہ

ناظم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، یوپی

عزیزم مفتی اقبال احمد نے جامعہ عربیہ ہتھورا میں تعلیم حاصل کی ہے اور حضرت والد علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے ماشاء اللہ اچھے نیک باصلاحیت عالم دین ہیں۔ اور ان سے اللہ تبارک وتعالی کام لے رہا ہے۔ موصوف نے حضرت والد علیہ الرحمہ کے کچھ واقعات جمع کئے ہیں یقیناً اس میں ایک خاص تاثیر ہوگی۔ اللہ تعالی انکی اس محنت وکاوش کو قبول فرمائے۔ اور مخلصین کے لئے اسکو نافع بنائے۔ آمین

سید حبیب احمد

جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، یوپی

۷/ مارچ ۲۰۱۶ء

تقریظ

از: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی

خادم خاص و خلیفہ مجاز صحبت حضرت باندویؒ

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یہ حقیقت ہے کہ انسان کی اصلاح وتربیت اور اس کی ذہن سازی میں قصص و واقعات کو بڑا دخل ہے، اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں کثرت سے گذشتہ قوموں کے واقعات بیان کر کے عبرت دلائی گئی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَا اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ۔ (سورہ یوسف پ۱۲)

(ترجمہ) ہم آپ کے سامنے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا

لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ . (سورہ یوسف پ۱۳)

(ترجمہ) یقیناً ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے۔

فَاعۡتَبِرُوۡا یَا أُولِی الأَبۡصَارِ (سورہ الحشر، پ۲۸)

تو اے بصیرت والو عبرت پکڑو۔

اسلاف اور بزرگوں کے واقعات بھی اسی غرض سے جمع کئے جاتے ہیں کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے بسا اوقات وہ تأثر ہوتا ہے جو بڑے بڑے جلسوں کی تقریروں سے نہیں ہوتا، نیز واقعات کے پڑھنے اور سننے میں طبعی طور پر دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے خصوصاً ان بزرگوں کے واقعات سے جن کی دل میں وقعت وعظمت اور گہری عقیدت ہو، اس لئے بزرگوں نے اپنے اسلاف اور مشائخ کے واقعات کو ضبط کرنے اور جمع

کرنے کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے، ''صفتہ الصفوۃ'' اور ابن ابی الدنیا کے رسائل میں کثرت سے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔

لیکن یہاں پر اس حقیقت سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہئے کہ بزرگوں کے واقعات ہوں یا ملفوظات ان کی تشریعی حیثیت یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ ان کو قرآن وسنت کا درجہ دیا جائے، بڑے سے بڑے بزرگ غوث، قطب، ابدال کے معمولات کا ہرگز وہ مقام نہیں ہوسکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات وسنن عادیہ کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات وعادات تو اسوۂ حسنہ ہیں جنکی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ،، بزرگوں کے معمولات وعادات کا یہ درجہ نہیں ہے، محض تحریض وترغیب کے لئے اہل اللہ کے حالات اور واقعات جمع کئے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی واقعہ یا معمول اور ملفوظ کتاب وسنت کے خلاف ہو، ہرگز ہرگز وہ قابل قبول نہیں ہوگا، یہی کتاب وسنت کا مقتضیٰ اور ہمارے اسلاف واکابر کی ہدایت اور تعلیم ہے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو ایسی محبوبیت ومقبولیت عطا فرمائی تھی جسکی بشارت حدیث پاک میں مقبول بندوں کے متعلق دی گئی ہے، 'ویوضع لہ القبول فی الارض '' امت کے مختلف طبقات بلکہ مختلف مذاہب میں سے بہت کم ہی ایسے سلیم الطبع ہوں گے جن کے دل میں مولانا صدیق احمد صاحب کی عقیدت ومحبت نہ رہی ہو، جسکا اندازہ ان حضرات کو اچھی طرح ہوگا جو حضرت کے پاس کثرت سے آمد ورفت رکھتے تھے اور حاضرین وزائرین کا ہجوم بھی دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق صاحب باندویؒ کی نصیحت آمیز باتوں (ملفوظات) اسی طرح آپ کے واقعات میں بڑی تاثیر ہے، لوگ ان کی باتوں اور ان

کے واقعات کو بڑی رغبت وشوق سے سننا چاہتے ہیں اور سننے کے بعد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

بڑی ضرورت تھی کہ حضرتؒ کے ان واقعات کو چن چن کر کسی رسالہ میں جمع کر دیا جائے، الحمدللہ اس کام کی سعادت احقر کے برادر عزیز مولانا مفتی اقبال احمد سلمہ، کو نصیب ہوئی، انہوں نے کافی جستجو کے بعد اب تک حضرتؒ سے متعلق جتنے مقالات ،رسائل، جرائد اور سوانح لکھی گئیں ہیں ان سب کا بغور مطالعہ کیا اور ان سے چن چن کر واقعات کو جمع کیا، الحمدللہ یہ ایک ایسا حسین گلدستہ ہے جو عوام وخواص سب کے لئے خصوصا اہل مدارس کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے نزدیک بھی دل پذیر اور سبق آموز واقعات کی بڑی اہمیت تھی، حضرت اقدسؒ نے خود احقر کو حکم دیا تھا کہ عورتوں سے متعلق اسی طرح تواضع وعبدیت سے متعلق حکایتیں جمع کردو چنانچہ حضرت ہی کی نگرانی میں دونوں موضوع سے متعلق اولیاء اللہ اور اکابر علماء کی حکایتیں جمع کیں حضرت اقدسؒ نے انکو ملاحظہ فرماکر پسند فرمایا ،اللہ تعالیٰ جلدان کو زیر طباعت سے آراستہ فرمادے، حضرت شیخؒ کی آپ بیتی سے متعلق بھی حکایات ومضامین جمع کرنے کیلئے فرمایا اسکا بھی آغاز کیا لیکن پایہ تکمیل کو نہیں پہونچ سکا، اللہ تعالیٰ اسکی بھی تکمیل فرمادے، اسی نوع کی مختلف علمی خدمتیں حضرت مولانا صدیق احمد صاحب برادر عزیز مفتی اقبال احمد سلمہ سے بھی لیا کرتے تھے اور ان پر اعتماد فرماتے تھے، "تسہیل الباری شرح بخاری وغیرہ دیگر تصنیفات وشروحات کے نقل واملاء اور تسوید وتبییض کی خدمت بھی حضرت مولاناؒ نے برادر عزیز مفتی اقبال احمد کے سپرد فرمائی تھی، حضرت کی دعاء اور توجہ کی برکت ہے کہ ماشاءاللہ وہ فقہی مقالات اور فتوی نویسی کے علاوہ بہت سے علمی واصلاحی اور تصنیفی کاموں میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو مقبول فرمائے اور مزید توفیق نصیب

فرمائے،

پیش نظر رسالہ ''واقعات صدیق ج:ا'' بھی اسی کی ایک کڑی ہے اسکی افادیت وتاثیر کا اندازہ خود آپ اسکے مطالعہ سے لگاسکیں گے اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرمائے اور امت کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے۔

اس کے دوسرے حصہ میں انشاء اللہ آپ کی کی بہت سی حکایتیں اور واقعات جو اس میں نقل سے رہ گئے ہیں معتبر ذرائع سے خصوصاً اہل خاندان سے معلوم کرکے جمع کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسکو بھی پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ فقط

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

عرض مرتب

زیرِ نظر کتاب میں عارف باللہ مولانا و مرشدنا حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے وابستہ واقعات و حکایات کو جمع کر کے ہدیۂ ناظرین کیا گیا ہے، دوسرے بزرگوں کے واقعات و دیگر واقعات جو حضرت والاؒ نے اپنے مواعظ و مجالس میں سامعین کو سنائے تھے وہ اس کتاب کا موضوع نہیں ہیں، وہ انشاء اللہ علیحدہ سے مرتب کر کے شائع کئے جائیں گے، نیز حضرت کے یہ کل واقعات کا بالا ستیعاب احاطہ بھی نہیں ہے اور واقعات کا استیعاب آسان بھی نہیں ہے، کیونکہ حضرت علیہ الرحمہ اپنی ذات اور اپنے کمالات، واقعات و حالات کا اخفاء فرماتے تھے، اپنی پوری زندگی گوشۂ گمنامی میں رکھنا چاہتے تھے، وہ تو قدرت نے آپ کو قطب الارشاد کا مقام عطا فرمایا تھا اس لئے جتنا ہی حضرت نے اپنے آپ کو چھپایا اتنا ہی اللہ تعالی نے آپ کو اجاگر فرما دیا ۔ خود صاحب واقعات حضرت اقدس باندوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد گرامی ہے، فرمایا اللہ والے اپنے کو چھپاتے بہت ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ان کا جو بھی کام ہو سب اللہ تعالی ہی کے واسطے ہو، نام و نمود شہرت کا جذبہ ان میں بالکل نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالی کا معاملہ یہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کسی بندہ کے عمل کے ذریعہ اللہ تعالی کو ہدایت کرنا مقصود ہوتا ہے تو گو وہ شخص پہاڑ کی کھو میں بیٹھ کر ہی کیوں نہ کوئی عمل کرے لیکن اللہ تعالیٰ اسکو ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ جو بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں اور لوگوں کے سامنے ان کے حالات آتے ہیں تو کیوں؟ اسی وجہ سے کہ اللہ تعالی ان کی پاکیزہ زندگی کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔ نیز فرمایا کہ بہت سے حالات تو بزرگوں کے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو کوئی جانتا بھی نہیں، کتابوں میں جو لکھے جاتے ہیں وہ تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں خصوصی حالات کی تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگتی، (افادات صدیق ص:۴۳۰۔ج۔۱)

ایک مرتبہ پاکستان سے ایک خط حضرت والا کی خدمت میں آیا کہ آپ کی تصانیف یہاں شائع کرنے کا پروگرام ہے تصنیف کے ساتھ احوال مصنف بھی شامل کرنا چاہتے ہیں لہذا اپنا سوانحی خاکہ اور حالات زندگی تحریر فرما کر ارسال فرمادیں حضرت والا نے اپنے حالات کی اشاعت کو پسند نہ فرماتے ہوئے اس سے پہلوتہی کی اور فرمایا کہ میرے حالات شائع کرنے کی کیا ضرورت، حضرت کے خاص شاگرد و مجاز صحبت برادر معظم مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی سابق استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ نے اصرار فرمایا کہ حضرت! آپ کے حالات سے امت کو فائدہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا میرا تو نقصان ہوگا، یعنی حالات شائع ہونے سے نفس میں کہیں عجب اور بڑائی نہ پیدا ہوجائے سبحان اللہ کیا فنائیت تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ بزرگان دین کے واقعات اصلاح وتربیت کے لئے بڑے ہی مؤثر اور ایمان افزا ہوتے ہیں اسی لئے بزرگان دین اور اولیاء کرام کے حالات و واقعات کو جمع کرنے کا اہتمام زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے، محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

''انسان کی اصلاح وتربیت اور اسکی سیرت سازی کا قیمتی سرمایہ اہل اللہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات وواقعات بھی ہیں چنانچہ قرآن پاک جو کہ کتاب ہدایت ہے اس میں بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صالح متبعین کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے تا کہ رشد وہدایت کے لئے ان کو مشعل راہ بنایا جائے۔ اس وجہ سے علماء وصلحاء اور مصلحین امت کے احوال وکوائف اور ان کی زندگی کی سرگذشت کے ضبط کرنے کا بطور خاص اہتمام کیا گیا اور امت میں ذوق وشوق کے ساتھ اس سے استفادہ کا سلسلہ چلا آرہا ہے''

(تقریظ در آئینہ صدیق)

حضرت والاؒ بھی بزرگوں کے واقعات اور قابل عبرت حکایات کو بڑی اہمیت

دیتے تھے، اس قسم کے واقعات جمع کرنے اور مجلس میں سنانے کا مزاج تھا راقم الحروف سے رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے واقعات جمع کرو، مزید کام کی ترتیب بھی بتائی کہ پہلے کتابوں کا مطالعہ کرکے واقعات کے ماخذ کی فہرست تیار کریئے چنانچہ احقر نے تعمیل حکم میں چند دنوں میں اس قسم کے واقعات کے حوالجات مرتب کرکے حضرت کی خدمت میں پیش کردیئے حضرت نے اسکو محفوظ فرمالیا۔ اور حکم فرمایا کہ اسی طرح صابرین وشاکرین کے واقعات وحکایات کی فہرست مرتب کرلو چنانچہ یہ کام بھی ہوگیا حضرت والا خود کتابیں ترتیب دینے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ان فہرستوں کے مطابق کام شروع بھی نہ ہوسکا تھا کہ حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوگئے۔ حضرت والا کو تو اپنی نیت کا ثمرہ ضرور مل گیا لیکن یہ کام بہرحال پایہ تکمیل تک پہنچنا چاہئے۔

بزرگوں کے واقعات کی اثر آفرینی اور افایت کی بناپر ہی احقر نے مناسب سمجھا کہ دور حاضر کیلئے حضرت والا کے تازہ ترین واقعات خصوصی دلچسپی کا باعث اور انتہائی مفید ومؤثر ہوں گے۔ اسی جذبہ کے تحت حضرت کی سوانحات اور رسالوں کی خصوصی اشاعتوں اور مختلف مضامین سے واقعات اخذ کرکے عنوانات کی تزئین اور مزید واقعات کے اضافہ کے ساتھ یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے۔

یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ واقعات کی اصل روح جو اس سے حاصل ہونے والی عبرت ونصیحت ہے وہ قارئین کے پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ اصل واقعہ کی تعبیر میں الفاظ ہی کی کمی وبیشی نہیں بلکہ واقعہ کے پس منظر وپیش منظر میں راویوں اور ناقلوں کے انداز مختلف ہوجاتے ہیں، اس لئے اگر ایک واقعہ دوسروں کی زبانی کچھ ردوبدل سے سننے میں آئے جبکہ اصل عنصر یکساں ہو تو یہ عین ممکن ہے، راقم الحروف نے حتی الامکان دوسروں سے نقل کردہ واقعات میں اپنی طرف سے کچھ حذف واضافہ کرنے سے گریز کیا

ہے۔ پھر حضرت والا کے متعلقین میں سے مخصوص حضرات زیادہ واقف کار ہیں اس لئے ان سے اور جملہ قارئین سے گذارش ہے کہ کوئی اصلاح طلب بات کتاب ہذا میں محسوس فرمائیں تو احقر راقم اثیم کو ضرور مطلع فرمانے کی زحمت کریں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح کی جاسکے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک شرف قبولیت سے نواز کر اسکا نفع عام وتام فرمائے اور صاحبِ واقعات حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی نور اللہ مرقدہ کی مزید درجات کی ترقی کا ذریعہ بنائے۔ وماذلک علی الله بعزیز۔ فقط

ناکارہ خادم

اقبال احمد قاسمی، کانپور

صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم مسجد نکھٹو شاہ، کانپور

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

۲۵/ مارچ ۲۰۱۶ء

صاحبِ واقعات حضرت باندویؒ کی مختصر سوانح

ولادت و طفولیت : آپ کی پیدائش ۱۱ر شوال ۱۳۴۱ھ بروز جمعہ ہتورا ضلع باندہ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام سید احمد ہے آپ کے آباء واجداد موصل (عراق) سے ہندوستان آئے تھے۔ والد بزرگوار کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ آپ کے دادا حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ نے آپ کی پرورش فرمائی۔

تعلیمی دور: ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی اور حفظ قرآن کریم اپنے جد امجد قاری عبدالرحمٰن صاحب کے پاس شروع فرمایا جو راس المحدثین قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اپنے ماموں مولانا سید امین الدین صاحب سے حفظ کی تکمیل فرمائی انہیں سے ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر بعض فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں کانپور میں پڑھیں۔ کانپور سے پانی پت جا کر شرح جامی تک تعلیم حاصل کی اور قرأت سبعہ کی تکمیل کی۔ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث تک ترتیب وار تعلیم حاصل کی۔ مظاہر علوم کے علاوہ مشکوٰۃ و دورہ کی تعلیم کا کچھ حصہ مدرسہ شاہی مرادآباد و مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی میں بھی آپ نے پڑھا ہے۔ اور معقولات کی کتابیں کچھ عرصہ بہار کے کسی مدرسہ میں بھی پڑھی ہیں۔

سلوک و طریقت: مظاہر علوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب (متوفی ۱۴۰۲ھ) اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (۱۳۹۹ھ) خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو بہت زیادہ عقیدت تھی اور وقت کے جملہ اکابر کی خاص توجہ وشفقت آپ پر تھی، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت فرما کر اصلاح کی تکمیل کی اور ۱۳۷۶ھ میں آپ کو حضرت نے اجازت وخلافت

سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی، اور حضرت والا بڑے ہوکر بھی بہت سے دیگر بزرگوں سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد ۱۳۶۷ھ میں مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں پڑھانا شروع کیا تھا کہ آپ کے والدہ کے فرمان پر ماں کی خدمت وراحت کی بنا پر وہاں سے چھوڑ کر قریب کے مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں تدریس پر لگ گئے، درس نظامیہ کی تعلیم وتدریس کے دوتین سال گزرے تھے کہ باندہ کے مختلف علاقوں سے ارتداد کی خبریں تیز ہوگئیں اور مسلمانوں کے شدھی ہونے کی وبا پھوٹ پڑی، علاقہ کی صورتحال دیکھ کر آپ فتح پور سے تدریسی خدمات چھوڑ کر اپنے وطن ہتورا ضلع باندہ آکر مقیم ہوگئے ،فتنہ ارتداد کا کامیاب مقابلہ کیا جس سے لوگوں کا اسلام محفوظ رہا اور سب کچھ قربان کرکے برابر تبلیغی اسفار میں منہمک رہے۔

جامعہ کا قیام: اپنے علاقہ سے جہالت کے خاتمہ کیلئے سب کچھ قربان کرکے بالآخر ۱۳۷۱ھ میں گھر سے قریب ایک وسیع وعریض زمین کے ایک کنارے میں ایک معمولی سا چھپر ڈال کر پڑھانا شروع کیا اور انتہائی تنگی اور بدحالی میں تعلیم دین کو جاری فرمایا جو آج بڑے قلعہ کی شکل میں دعوت نظارہ دے رہاہے جہاں سے ہزاروں افراد آج بھی فیض پارہے ہیں۔

علمی وعملی کمالات: عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب نوراللہ مرقدہ اس صدی کے کامل ترین عالم ربانی اور بے مثال رہبرو رہنما تھے اور مسلم وغیر مسلم اور ہر مکتب فکر کے لوگ آپ کو خدا کا محبوب ترین ولی سمجھتے تھے حضرت والا کی زندگی درس وتدریس عبادت وریاضت قرآن سے شغف، مہمان نوازی، تواضع وانکساری، اور دنیا سے بے رغبتی واستغناء طلباء وعلماء واولاد اور ہر طبقہ کی اصلاح و

تربیت اوران کے ساتھ حسن سلوک ، دینی اسفار کی کثرت، مجاہدہ ومشقت ، یتیموں، بیواؤں اور لاوارثوں کی کفالت، دینی تعلیم کیلئے گاؤں گاؤں قیام مدارس اور مدارس کی فکر اورانکی سرپرستی کی، بلاتفریق ملت ہرایک کی خیر خواہی، بیماروں کی شفاء، دعاء، تعویذ وغیرہ کے ذریعہ لاچاروں کی مدداوراس جیسی ہزارہا قربانیوں میں گھری ہوئی مشغول زندگی تھی اسی کے ساتھ آپ بہترین شاعر درجنوں کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

مرضِ وفات :حضرت کی زندگی جہد مسلسل تھی نہ سونے کا وقت ٹھیک نہ کھانے کا کوئی معمول نہ کسی قسم کا سکون وآرام، حاجتمندوں پر اپنے کو قربان کئے رہتے تھے، یہی ظاہری اسباب تھے جس سے حضرت مسلسل علیل رہتے تھے مختلف قسم کے شدید امراض لاحق تھے، ۲۲/ربیع الثانی بدھ کو حسب معمول بیماری کے ساتھ ہی بعد ظہر بخاری شریف کے درس کی تیاری میں وضوفرمارہے تھے کہ جسم پرلرزہ طاری ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ مرض نہیں موت کا وقت معلوم ہوتا ہے۔آپ نے اسی حال میں نماز ادا فرمائی، صاحبزادگان وخدام ہتھورا سے باندہ بعدہ لکھنؤ نرسنگ ہوم میں لے گئے، حضرت نے سب کوسلام کہلایا اور مہمانوں اور مدرسہ کے ساتھ خیر خواہی رکھنے کی تلقین کی پھرآپ پرغشی طاری ہوگئی اور دس بجے دن بروز جمعرات ۲۳/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ /اگست ۱۹۹۷ء کواللہ کا ولی اپنے مولیٰ سے جاملا، جسد خاکی لکھنؤ سے ہتورا لایا گیا نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا قاری حبیب احمد صاحب مدظلہ نے پڑھائی جس میں لاکھوں مسلم وغیر مسلم حضرات اس محسن کی وفات پرغم میں ڈوبے ہوئے ہتورا حاضر ہوئے اور ہفتوں مجمع تعزیت کے لئے آتا جاتا رہا۔

باقیات صالحات :آپ کے تین صاحبزادے ہیں ماشاءاللہ ہرسہ عالم وحافظ وقاری اوردین کی خدمت میں مصروف عمل اور حضرت کی حیات کومشعل راہ بنائے ہوئے ہیں اور چار صاحبزادیاں ہیں ماشاءاللہ سبھی صالح اور صاحب اولاد ہیں، آپ کی

سب سے بڑی یادگار آپ کا قائم کردہ جامعہ ہے پھر ہزاروں آپ کے شاگرد اور مریدین اور سینکڑوں مدارس ومکاتب اور درجنوں تصنیفات اور متعدد خلفاء ہیں یہ سب چیزیں انشاء اللہ قیامت تک کیلئے صدقۂ جاریہ بن کر حضرت کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی۔

فقط

اقبال احمد قاسمی کانپوری

خادم مدرسہ مظہر العلوم کانپور

واقعاتِ صدیقؒ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ
کے سبق آموز سچے واقعات کا گلدستہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ
عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ • وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرم ہتھوڑے کا قصہ

آپ کے اجداد میں ایک درویش صفت بزرگ حسین احمد تھے جو مجذوب قسم کے تھے اور آج جہاں ہتھورا آباد ہے وہاں جھوپڑی بنا کر رہنے لگے وہاں سے متصل آباد گاؤں ہے جو دوہا کہلاتا ہے "دوہا" کے غیر مسلم زمینداروں نے ان کی بزرگی کو آزمانے کیلئے کہا کہ انگارہ کی طرح دہکتا ہوا ہتھوڑا ہاتھ میں لیکر یہ جتنی دور دوڑیں گے وہ ساری زمین انکی ہو جائے گی آپ کے دادا حسین احمد جذب و جوش میں آ گئے اور اللہ بھروسے بلا تامل آگ سے تپا ہوا سرخ ہتھوڑا اپنے ہاتوں میں رکھ کر چہار سمت دوڑ لگائی اور جب ایک بڑے رقبہ میں بے تکلف چلتے گئے تو زمینداروں نے دیکھا کہ اس طرح تو ساری زمین دینی پڑ جائے گی تو لوگ پیروں پر گر پڑے اور اپنے قصور کی معافی مانگی۔ آخر کار انکو روکنا پڑا اور جتنی دور وہ گرم ہتھوڑا لیکر چلے تھے وعدہ کے مطابق وہ زمین ان لوگوں کو دینی پڑی۔ اور وہیں پر ہتھورا کی حد مقرر ہو گئی۔ اور حد فاصل کے طور پر ایک پتھر نصب کر دیا گیا بعد میں دونوں بستیوں کے درمیان نالہ ہونے کی وجہ سے نالہ ہی دونوں بستیوں کے درمیان حد فاصل قرار پایا اس واقعہ کے بعد سے اس کا نام ہتھوڑا پڑ گیا اس سے پہلے اس معمولی نو آباد بستی کا نام حسین پور تھا۔ (ملخصا از تذکرۃ الصدیق)

نماز کے وقت سر میں درد، حضرت کے دادا کی ایک کرامت

آپ کے دادا قاری حافظ عبد الرحمٰن صاحب کا واقعہ منقول ہے کہ ان کا یہ عجیب حال تھا کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا اور پتہ نہ چلتا تو آپ کے دادا کے سر میں داہنی آنکھ کی طرف ہلکا سا درد شروع ہو جاتا اس درد سے یہ سمجھ جاتے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ یعنی درد کا

شروع ہونا نماز کے وقت کی اطلاع ہوتی۔ چنانچہ سارا کام چھوڑ کر نماز ادا کرتے پھر سکون ہوجاتا ان کی اس کیفیت سے ابر (بادل) وغیرہ کے موقع پر خصوصیت سے وقت کا پتہ لگانے میں سہولت ہوتی۔ (تذکرۃ الصدیق)

والدہ کے نانا کا سات دن کا فاقہ

ایک موقع پر حضرت نے فرمایا کہ میری والدہ کے نانا صاحب یہاں رہا کرتے تھے جس مکان میں ہم رہتے ہیں وہ ان ہی کا مکان ہے بعد میں ہمارا ہوگیا۔ ان کا مستقل ذریعۂ معاش کچھ نہ تھا اسی حال میں بچوں کو دینی تعلیم دیتے تھے سات سات روز تک مسلسل فاقے ہوئے ہیں ساتویں روز مونگ کی دال کا پانی پینے کو ملا ہے۔ لیکن کام برابر کرتے رہے اور کسی کو ان کے فاقہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ کام تو ایسے بھی ہوتا ہے لیکن کوئی کرے تو، اللہ تعالی ہر ایک سے اسکی استطاعت کے موافق آزمائش کرتے ہیں۔ پھر فتوحات کا دروازہ کھلتا ہے۔

دادی کی علمی قابلیت اور پردہ کا انوکھا معاملہ

حضرت کی دادی صاحبہ (زوجہ قاری عبدالرحمٰن صاحب) ھتورا گاؤں کی ہی تھیں، پختہ دیندار، پردہ دار بڑی حیادار خاتون تھیں۔ پردہ کے اہتمام کی وجہ سے گھر سے باہر جانے کا مزاج نہ تھا، بس موت میں جائیں یا پھر ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنی بہن سے ملنے جاتیں جو مسجد کے سامنے رہا کرتی تھیں، عصر تا مغرب رہتیں اور یہ اہتمام تھا کہ آتے جاتے کسی مرد کا گذر نہ ہو، اس لئے جب نکلنا ہوتا تو ادھر ادھر گلیوں میں لڑکے مقرر کردیئے جاتے جن میں حضرت والا بھی ہوتے تھے۔

اور حیاء و پردہ کے انتہائی اہتمام کی وجہ سے دھوبن کو تاکید تھی کہ ان کے کپڑے بہت دور جا کر گھاٹ پر دھوئے، جہاں کپڑوں پر مردوں کی نگاہ نہ پڑے اور کپڑے دھوکر

پھیلانے کی ممانعت تھی بلکہ گھر منگا کر تین مرتبہ کھنگال کر، پھر ایسے تار پر پھیلاتیں جن پر بچوں کے کپڑے پھیلانا منع تھا اور اپنے کپڑے پھیلانے سے پہلے تر کپڑے سے اس خیال کے تحت اس کو صاف کرتیں کہ پرندوں کی بیٹ وغیرہ نہ ہو۔

پردہ کے شدید اہتمام سے متعلق واقعہ پڑھتے حضرت نے فرمایا:

دادی کے حصہ میں کوئی زمین آئی تھی، ان کے ساتھ ان کی ایک بہن بھی مستحق تھیں اور زمین زیادہ تھی، صورتحال کچھ ایسی تھی کہ قانونی کارروائی کے بغیر زمین ان کے نام نہیں ہوسکتی تھی اور اس کیلئے باندہ شہر اور کچہری میں حاضری ضروری تھی، لوگوں نے بہت سمجھایا مگر وہ کسی قیمت پر راضی نہ ہوئیں، اور فرمایا کہ زمین ملے یا نہ ملے کچہری میں اور مردوں کے سامنے نہ جاؤں گی۔

اس زمانے کے حکام شریف خاندانوں اور دینداروں کا لحاظ کرلیا کرتے تھے، باندہ کچہری سے آدمی آئے اور کہا کہ ہمارے سامنے نہ آئیں لیکن کاغذ میں انگوٹھے کا نشان تو لگادیں، مگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئیں آخر اس انکار واصرار کی وجہ سے وہ زمین ان کو نہ مل سکی حضرت ان کا جملہ نقل فرماتے ''ایسی زمین پر لات نہ ماردوں گی جس کی وجہ سے غیر میرا انگوٹھا دیکھے''۔

دادی صاحبہ ضروری تعلیم سے بھی بہرہ ور تھیں بلکہ میراث کے مسائل ان کو بہت مستحضر تھے۔ کسی کا انتقال ہوتا تو وہ فوراً حساب لگا کر بتلا دیتیں کہ فلاں کا انتقال ہوا، اتنے وارث چھوڑے، فلاں وارث کو اتنا ملے گا۔

ماں کی دعاء کی تاثیر اور بعض واقعات

آپ کی والدہ ماجدہ اپنے وقت کی رابعہ بصریہ تھیں آخر ولی کی ماں ہی تھیں چار پارے کی حافظ تھیں۔ روزانہ تہجد سے اشراق تک ذکر وتلاوت کا مشغلہ تھا اوابین چاشت کا

اہتمام تھا مفتی زید صاحب اپنا مشاہدہ بتلاتے ہیں کہ بچپن میں حضرت کے گھر جانا ہوتا تھا آپ اکثر عبادات ونوافل میں مشغول نظر آتی تھیں ایک مرتبہ بعد مغرب عشاء کے وقت گیا دیکھا کہ حضرت کی والدہ سجدہ ہی میں پڑی ہیں اور خاصی دیر کے بعد سجدہ سے سر اٹھایا لمبی لمبی دعائیں مانگا کرتی تھیں ایک مرتبہ حضرت کے سر میں شدید درد ہوا اور مستقل درد رہنے لگا تو سجدہ میں پڑ کر زور زور سے دعاء کرتی کہ اے اللہ میرے بیٹے کو صحت دے دے اور دنیا میں اسکا نام روشن کردے اللہ پاک نے والدہ کی دعاء کو بیحد قبولیت سے نوازا صحت ہوئی اور نام تو ایسا روشن ہوا کہ ملک بھر میں مسلم وغیر مسلم بھی آپ کے ذکر سے رطب اللسان نظر آنے لگے۔

والدہ مرحومہ کی سادگی درس عبرت تھی حال یہ تھا کہ آپ کا لباس پیوندوں کا مجموعہ نظر آتا تھا اس کثرت سے پیوند کی نوبت آجاتی کہ یہ پتہ لگانا مشکل ہوتا کہ اصل کپڑا اس میں کون سا ہے۔ بستر بھی ایک گدڑی نما ٹاٹ کی مانند ہوتا مہمانوں کی آمد پر حال کا اخفا کیا جاتا اور مہمانوں کیلئے ادھر اُدھر سے انتظام کردیا جاتا آخر میں جب نئے کپڑے بنوائے جاتے یا ہدیہ آتے تو وہ غریب محتاجوں اور مسکینوں کی نذر فرمادیتی اور پھر وہ فقیری میں شاہی کا نقشہ برقرار رہتا۔ خصوصاً والد کے مرحوم ہونے کے بعد والدہ نے نیا کپڑا کبھی نہیں پہنا بلکہ کھانا بھی تازہ نہیں کھایا تازہ بھی باسی ہی کر کے کھایا یہ ان کا خصوصی ایک عمل تھا۔

خدمت خلق آپ کا شیوہ تھا۔ مسلم وغیر مسلم سبھی کے کام آتیں جب بھی کسی کے یہاں کوئی پریشانی کی بات پیش آتی اسکی خبر گیری فرماتیں جامعہ عربیہ کے ابتدائی دور میں تو درجنوں طلباء کے خورد نوش لباس و پوشاک کے معاملہ میں اولاد جیسا سلوک فرماتی رہیں مدرسہ کی اپنے گھر کی طرح خدمت کرتی رہیں اور ان ہی دینی قربانیوں کو انجام دیتے دیتے پیرانہ سال میں رمضان المبارک کے مبارک ایام میں اپنے رب سے جاملیں۔

(حیات صدیق)

بچپن کی غربت کا واقعہ

حضرت اپنے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ گاؤں میں اتنی غربت تھی کہ عام طور پر بچوں کو صبح ہی بکریوں کی طرح جنگل کو نکال دیا جاتا تھا بچے صبح سے شام تک جنگل میں رہتے۔ جس زمانہ میں گولریا اس جیسی چیزیں ملتیں ان سے پیٹ بھر لیتے۔ جنگلی بیروں کے زمانہ میں دن بھر وہی کھاتے پھرتے جب چنے کا ساگ کھانے کے قابل ہوتا تو وہی پیٹ بھرنے کا ذریعہ ہوتا اور شام کو گھر چلے آتے۔ دوسرے دن بھی یہی ہوتا اسکے بعد فرماتے تھے کہ چونکہ میں حفظ کرتا تھا اس لئے مجھے روٹی ملتی تھی، میری دو چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں ان کو بھی عام بچوں کے ساتھ صبح ہی گاؤں سے باہر بھیج دیا جاتا، میں اس پر روتا تھا اور کہتا تھا کہ میں اپنی روٹی میں ان کو شریک کرلوں گا۔ لیکن میری ایک نہ چلتی تھی یہ واقعہ جب بھی حضرتؒ نے سنایا ہمیشہ آبدیدہ ہو جاتے اور آواز گلے میں پھنس جاتی تھی، یہ دونوں بہنیں کم عمری ہی میں انتقال کر گئی تھیں۔ (مولانا محمد زکریا سنبھلی)

بچپن کا خواب، میدان محشر کی زیارت

مفتی محمد زید صاحب مدظلہ حضرت کا ارشاد فرمودہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں خواب دیکھا تھا کہ میدان محشر قائم ہے، سارے لوگ جمع ہیں، خوف وہراس کا منظر ہے، نفسی نفسی کا عالم ہے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے اور رب ذوالجلال کی عدالت قائم ہے، جبرئیل امین اور دوسرے فرشتے خاص قسم کی وردی پہنے ہوئے ہیں، اور ایک ایک کر کے سب کی پیشی ہوتی جارہی ہے اس مجمع میں میں بھی موجود ہوں اور بہت ڈر رہا ہوں نہ معلوم میرا کیا انجام ہو اتنے میں میری پیشی کا وقت آہی گیا۔ مجھ کو سامنے لاکر کھڑا کیا گیا، معائنہ ہوا اور میرے لئے حکم یہ صادر ہوا کہ جاؤ ابھی اور تیاری کرو، کچھ کر کے آؤ، حضرت نے خواب میں جس بات کا حکم پایا اسکی تعمیل

میں لگ گئے اور بچپن سے لے کر مرتے دم تک آخرت کی تیاری میں سارے لمحات گذار دیئے۔ اور سرخرو ہو کر رب ذوالجلال سے جا ملے۔ (حیات صدیق)

میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ بخاری شریف کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ بکریاں چرانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی چرائی ہیں فلاں قبیلہ کی بکریاں میں چرایا کرتا تھا اسکے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ الحمدللہ میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

حضرت نے فرمایا بکریاں چرانے میں بڑے فوائد ہیں نفس کی اصلاح میں بھی اسکو بڑا دخل ہے، بکریاں پالنے والوں میں تواضع کی شان ہوتی ہے دوسرے جانوروں کے پالنے میں یہ بات نہیں ہوتی، حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ جب جانور کے قریب رہنے سے گویا اسکی صحبت میں وقت گذارنے سے یہ نفع ہے تو اللہ والوں کی صحبت سے اسکو کیوں نفع نہ ہوگا۔ حضرت نے مزید بکریوں کے پالنے اور چرانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ بکریاں پالنے والے فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ بکریاں پالنا سنت ہے یا چرانا سنت ہے؟ حضرت نے فرمایا چرانا اور پالنا دونوں سنت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے، حضرت نے فرمایا صرف یہی ایک سنت تھوڑی ہے کہ سنتِ عبادت تو ہے نہیں سنن عادیہ میں سے ہے اور بھی بہت سی سنتیں ہیں ان پر بھی عمل کرلے صرف اسی کے پیچھے نہ پڑ جائے ایک صاحب نے عرض کیا کہ تمام انبیاء

کے بکریاں چرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی کچھ اہمیت ہے فرمایا اصل میں تربیت کے لئے تکوینی طور پر انبیاء سے بکریاں چروائی گئیں تاکہ انسانوں کی اصلاح کرنا آسان ہوجائے اورصبر وضبط کی صفت پیدا ہوجائے کیونکہ بکری بہت بدعنوانی کرتی ہے مشکل سے قابو میں آتی ہے، بھاگی بھاگی پھرتی ہے، غصہ آتا ہے اس سے صبر کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

(حیات وافاداتِ صدیق)

بچپن کی پُرمشقت تعلیم وتربیت

مفتی محمد زید صاحب مدظلہ (حضرت والا کے خصوصی خوشہ چیں) حضرت کا خود کا بیان کردہ حال نقل فرماتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت کہ میری عمر زائد سے زائد دس گیارہ برس کی ہوگی میں اپنے ماموں مولانا امین الدین صاحب سے پڑھتا بھی تھا اوران کے گھر کا پورا کام بھی کرتا تھا ان کی گھوڑی کے لئے جنگل سے گھاس میں خود اپنے ہاتھ سے کاٹ کر لایا کرتا تھا۔ مجھے گھاس کاٹنا بھی تو نہ آتا تھا اور آج بھی نہیں آتا لیکن جس طرح بن پڑتا تھا اوپر اوپر سے کاٹ کر لے آتا تھا اور یہ کوئی ایک دو روز کی بات نہ تھی بلکہ روزانہ کا معمول تھا۔ گھر کا پانی بھی میں خود بھرتا۔ اس وقت نل تو تھے نہیں کنویں سے پانی کھینچنے میں دقت ہوتی تھی چھوٹے بچوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے ایک ساتھ رسی پکڑ کر اچک اچک کر پانی کنویں سے کھینچتا تھا پانی بھرتا رہتا یہاں تک میں تھک کر چور ہوجاتا ان کے کپڑے بھی میں دھویا کرتا تھا۔ مولوی امین الدین صاحب جب پیر میں چوٹ آنے سے معذور ہوگئے تو وہ گھوڑی پر سوار ہوکر ہی کہیں جاتے گھوڑی کی لگام میرے ہاتھ میں ہوتی اس زمانہ میں باندہ کا سفر کثرت سے گھوڑی ہی کے ذریعہ ہوتا تھا اور میں ان کے ساتھ لگام پکڑ کے آگے آگے چلتا تھا۔ جب آپ باندہ تشریف لے جاتے تو پورے شہر میں ہلچل مچ جاتی اور ہر طرف اسکا چرچا ہونے لگتا

جو ملتا حضرت سے سلام کرتا عصر بعد مجلس لگتی بڑے بڑے لوگ مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ مثنوی شریف ایسے انداز سے پڑھتے تھے کہ سارے لوگ مست ہو جاتے پورے علاقہ میں ان کے ذریعہ بہت فیض ہوا۔ دادا کے انتقال کے بعد مجھے کوئی پڑھانے والا نہ تھا مولوی امین الدین نہ ہوتے تو میں بھی نہ پڑھتا۔ حفظ کی تکمیل کے بعد مولوی امین الدین صاحب ہی کے ذریعہ تجوید اور عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی میں پڑھنے لگا اور ابھی ۱۲، ۱۳ برس کی عمر ہوگی میں تعلیم میں آگے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ایک روز کی بات ہے کہ میں اپنے استاذ مولوی امین الدین صاحب کے گھر کا پانی کنویں سے کھینچ رہا تھا کہ اتنے میں پیچھے سے ایک آواز آئی بیٹا صدیق! میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ مولوی امین الدین صاحب تھے فرمایا بیٹا مجھے جتنا علم تھا میں نے تم کو پڑھا دیا اسکے آگے مجھے نہیں آتا اب میں تم کو کیا پڑھاؤں اس لئے میری رائے ہے کہ اب تم کہیں اور جا کر تعلیم مکمل کر لو۔ حضرت نے فرمایا یہ ایک ایسا جملہ تھا جو تیر کے مانند میرے دل کو چیرتا ہوا چلا گیا۔ مت پوچھو اس وقت میری کیفیت کیا تھی۔ پانی بھرتے بھرتے نہ معلوم کس کس طرح کے خیالات آنے لگے۔ کسی طرح پانی بھرا۔ گھر واپس آیا اب نہ مجھے کھانا اچھا لگ رہا ہے نہ پانی ہر وقت رنجیدہ مغموم اور ہر وقت یہی فکر کہ اب میں کیا کروں گا اور میری تعلیم کیسے پوری ہوگی۔ میری والدہ پریشان کہ اسکو کیا ہو گیا نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے گھر کے حالات بھی اچھے نہ تھے خاندان کے بعض بڑے میری دینی تعلیم سے خوش نہ تھے۔ اگر دنیوی تعلیم حاصل کروں تو ہر طرح کا تعاون کرتے خرچ برداشت کرنے کو تیار تھے لیکن دینی تعلیم کے لئے سر پر ہاتھ نہیں رکھنا چاہتے تھے بس دن رات میں اسی ذہن اور فکر میں پریشان رہتا تھا کہ اب میں کیا کروں گا اور میری تعلیم اب کس طرح پوری ہوگی۔ بالآخر تعلیم کے لئے حالات سازگار ہو گئے۔

طلب علم کیلئے راتوں رات خفیہ سفر کا دلچسپ واقعہ

حضرت والا نے حفظ بعدہ عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں جو ماموں پڑھا سکتے پڑھنے کے بعد تعلیم مکمل کرنے کی ٹھان لی تھی لیکن حالات کسی طرح سازگار نہیں تھے۔اسکے باوجود حضرت فرماتے تھے کہ میں نے یہ تو طے کرلیا تھا کہ تعلیم مکمل کرنے کیلئے مجھے کسی مدرسہ میں جانا ہے لیکن پانی پت کے علاوہ میں کسی مدرسہ کا نام بھی نہ جانتا تھا میرے علم میں اگر کسی مدرسہ کا تصور تھا تو صرف پانی پت کا جہاں کے واقعات سن رکھے تھے۔اس لئے دل میں بار بار تقاضہ ہوا کہ طلب علم کے لئے پانی پت کا سفر کیا جائے لیکن کہاں میں اور کہاں پانی پت۔ ہتھورا کے جنگل سے پانی پت پہونچ جانا کوئی آسان بات نہ تھی پھر ایسی غربت اور بے سر و سامانی کے عالم میں کہ نہ کھانے کا ٹھکانہ نہ اوڑھنے بچھانے کا، کرایہ کیلئے ایک کوڑی پاس نہ تھی۔ اس لئے یہ ارادہ بھی بس خواب و خیال ہی تک محدود رہا لیکن دماغ میں یہ بات مسلط ہو چکی تھی کہ کسی نہ کسی طرح مجھے پانی پت جانا ہے اس وقت میری عمر ۱۲/ ۱۳ برس کی ہوگی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ گھر کی پلی ہوئی بکری فروخت ہوئی چاندی کے ۱۳ یا ۱۴ روپئے کی فروخت ہوئی تھی بکس وغیرہ تو تھا نہیں میری والدہ نے وہ روپئے ایک مٹی کے بھڑیا میں رکھ دیئے وہ روپئے میں نے دیکھ لئے جمعہ کا دن تھا سب لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے چھنیرا گئے ہوئے تھے میں گھوم پھر کر گھر واپس آیا اور خاموشی سے بھڑیا سے روپئے نکالے اور لیکر خفیہ طور پر کسی کو اطلاع کئے بغیر پانی پت کیلئے چل دیا۔ میرے ساتھ بٹو بھائی بھی تھے (آپ کے چچا زاد بھائی وہ بھی اسی ارادہ سے حضرت کے ساتھ ہوگئے تھے) ہم دونوں خفیہ طور پر کھیتوں کھیت پانی پت کے لئے روانہ ہوگئے ۔ باندہ تک پیدل ہی آئے بھوکے پیاسے لیکن اگر کچھ کھاتا تو کرایہ کیلئے پیسے کم پڑ جاتے اس لئے کچھ کھایا پیا نہیں رات ہوگئی۔ سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اسی گھٹا ٹوپ

اندھیری رات میں ہم دونوں چل رہے تھے اچانک دیکھا کہ پیچھے سے کسی نے آ کر میرے ایک چھڑی ماری میں چونک گیا اور سمجھا کہ پولیس والے ہیں مجھ کو چور یا مجرم سمجھ رہے ہیں لیکن جب آواز سے انہوں نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا تب میں نے سمجھا یہ میرے ماموں ہیں ماموں نے کہا تم یہاں پھر رہے ہو وہاں سب لوگ پریشان ہیں تمہاری تلاش ہو رہی ہے کہ کہاں چلا گیا۔ کہرام مچ گیا رونا پیٹنا ہو گیا والدہ کا برا حال ہے۔

الغرض رات کسی طرح ہم لوگوں نے باندہ ہی میں گذاری ماموں بھی بھوکے تھے اور ہم لوگ بھی۔ اتنے پیسے نہ تھے کہ کچھ کھاتے پیتے اور میرے پاس جو پیسے (بکری والے) تھے اسکا کسی کو علم نہ تھا کسی کو گمان ہی نہ تھا کہ میں نے روپے لئے ہونگے وہ تو بعد میں میرے بتلانے سے لوگوں کو علم ہوا بہر حال صبح ہم دونوں باندہ سے ہتھورا واپس لائے گئے اور پانی پت جانے کا پروگرام فیل ہو گیا۔

کانپور کی طالب علمی کے واقعات

مفتی محمد زید صاحب گذشتہ واقعہ کے بعد کے واقعات نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ گھر آ کر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے پڑھنے کیلئے باہر جانا ہے لیکن میری والدہ کسی قیمت پر تیار نہ ہوتی تھیں۔ میں ہی گھر کا اکلوتا بیٹا تھا۔ میری دونوں بہنیں جو عمر میں مجھ سے چھوٹی تھیں وہ بھی اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں گھر میں نہ باپ نہ دادا کیسے مجھ کو چھوڑ دیتیں۔ لیکن جب میری ضد اور اصرار کو دیکھا کہ کسی قیمت پر رکنے کو تیار نہیں ہے۔ تب مولانا امین الدین صاحب کو بلایا ان سے مشورہ کیا مولانا نے فرمایا کہ پانی پت تو بہت دور ہے یہیں قریب کے کسی مدرسہ میں داخلہ مناسب رہے گا۔ چنانچہ مولانا امین الدین صاحب (حضرت کے ماموں) خود مجھ کو کانپور ساتھ لے کر گئے۔ حضرت کی والدہ نے اس غریبی میں جو کچھ زادِ سفر بن پڑا کچھ خشک روٹی کے ٹکڑے اور چنے ساتھ باندھ

دیئے۔ درمیان سال میں داخلہ کے لئے کانپور مولانا امین الدین صاحب لیکر گئے۔ درمیان سال کی وجہ سے کہیں داخلہ نہ ہوسکا۔ جامع العلوم پٹکاپور میں کوشش کی۔ وہاں بھی داخلہ نہ ہوا حضرت فرماتے ہیں کہ میں جامع العلوم کے حوض پر بیٹھا وضو کر رہا تھا مولانا امین الدین صاحب (ماموں جان) مجھ کو دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور فرمایا بیٹا میں نے تو بہت کوشش کی لیکن داخلہ نہ ہوسکا اب میں کیا کروں۔ حضرت نے جواب دیا کہ میں گھر واپس نہیں جاسکتا چنانچہ اللہ نے مدد فرمائی اور ایک مدرسہ میں داخلہ کی صورت پیدا ہوگئی جسکا نام تھا مدرسہ تکمیل العلوم جس میں ہر ماہ کچھ روپئے فیس بھی لگتی تھی۔ اور اس وقت میرے پاس صرف بیس روپئے تھے سوچا کہ چلو کچھ دن کا انتظام ہے آگے اللہ مالک ہے حضرت نے فرمایا کہ تکمیل العلوم میں داخلہ تو میرا ہوگیا لیکن کھانے کا کوئی نظم نہ تھا مدرسہ کے ایک بڑے مدرس جو بڑی کتابیں پڑھاتے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے گھر کا کام کردیا کرو۔ تمہارے لئے ایک وقت کے کھانے کا انتظام میرے یہاں سے ہوجائے گا۔ چنانچہ حضرت راضی ہوگئے۔ حضرت گھر کا کام کرتے اور خادم بن کر ان کے ساتھ مدرسہ آتے اور ساتھ واپس جاتے ان کا گھر بالائی منزل میں تھا پانی لے کر اوپر چڑھنا ہوتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں پانی لیکر اوپر چڑھتا تھا تو تھک جاتا زینہ کے اوپر پہنچنے تک درمیان میں مجھے کئی مرتبہ بیٹھنا پڑتا تھا۔ کبھی زینہ میں بیٹھ کر تھوڑی دیر رولیتا پھر پانی لیکر اوپر پہونچتا اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور کھانا دن بھر میں صرف ایک ہی خوراک ملتا تھا۔ ایک مہینہ بھی نہ گذرا ہوگا کہ ہتھوڑا کے رہنے والے میرے ایک عزیز حافظ نعمت اللہ صاحب بھی کانپور پڑھنے کے لئے آگئے اور وہ بھی میرے ساتھ ہوگئے اب صورتحال یہ ہوگئی کہ دن بھر میں کھانا تو صرف ایک خوراک اور کھانے والے دو آدمی، عجیب اتفاق کہ چند ہی روز گزرے ہوں گے کہ علاقہ کے ایک ساتھی اور آگئے ان کا بھی کچھ نظم نہ تھا وہ بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئے۔ اور اب حالت یہ ہوگئی کہ چوبیس گھنٹہ میں

صرف ایک خوراک کھانا اور اسکو کھانے والے تین آدمی۔ ایک ہی ایک چپاتی حصہ میں آتی تھی۔ حضرت فرماتے تھے کہ ہم لوگ ہاتھ دھوکر بیٹھتے تھے ابھی ہاتھ خشک نہ ہو پاتے تھے، پانی ہاتھ سے ٹپکتا ہی ہوتا تھا کہ اتنے میں کھانا ختم ہو جاتا۔ تیسرے نئے آنے والے ساتھی تو اس سخت مجاہدہ کو برداشت نہ کر سکے اور کچھ دن گذار کر جلد ہی وطن واپس ہو گئے اور حضرت اقدس اور مولانا نعمت اللہ صاحب نے پورا سال اسی طرح صرف ایک وقت کی خوراک یومیہ پر گذار دیا۔ اس وقت حضرت کی عمر تیرہ برس کی رہی ہوگی۔

کانپور کے زمانہ قیام میں حضرت نے نحو میر، میزان، **منیة المصلی** وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

حضرت کی طالب علمی اور امتحان کا عجیب واقعہ

منطق کی کتاب شرح تہذیب کا سبق پڑھاتے ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ سبق بہت اہم اور مشکل مقامات میں سمجھا جاتا ہے جب میں پانی پت میں پڑھتا تھا میرے ایک ساتھی جو میرے گہرے دوست بھی تھے، وہ بھی پڑھتے تھے لیکن ہم لوگوں کی دوستی صرف پڑھنے والی ہوتی تھی، پڑھنے کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ یہ مجھ سے آگے نہ بڑھنے پائے میں ہمیشہ ان سے آگے رہوں، شروع شروع میں منطق و فلسفہ کی طرف میری رغبت بہت کم تھی اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتا تھا بس درس میں کتابیں پڑھ لیتا زیادہ محنت نہ کرتا منطق وفلسفہ میں تو بعد میں محنت کی ہے، مراد آباد جا کر منطق وفلسفہ پڑھا ہے اس زمانہ میں وہاں منطق وفلسفہ کا بڑا زور تھا اور مجھے چونکہ ہر فن پڑھانا تھا اس لئے ہر فن کو محنت سے پڑھا تھا، منطق فلسفہ کی تمام اہم کتابیں شرح چغمینی وغیرہ سب وہیں پڑھی ہیں اب تو ان کتابوں کا لوگ نام تک نہیں جانتے اور بہت سی کتابوں کی واقعی اب ضرورت بھی نہیں۔ پانی پت میں جب میں پڑھتا تھا اس وقت منطق وفلسفہ میں مہارت تو تھی نہیں میرے ساتھی مولانا اسلام الحق صاحب جو بہار کے

رہنے والے تھے وہ بڑے تیز تھے اوراس وقت منطق وفلسفہ کاامتحان لینے کے لئے جو ممتحن آتے تھے بڑاسخت امتحان لیتے تھے، مولانا بشیر احمد صاحب، مولانا نصیر احمد صاحب، مولانا ابوالوفاء صاحب جیسے لوگ امتحان لیا کرتے تھے چنانچہ مولانا ابوالوفاء صاحب امتحان لینے کے لئے تشریف لائے۔ انکا معمول تھا کہ طالب علم سے کہتے کہ جہاں سے جی چاہے کتاب کھولو، طالب علم کواختیار دیتے تھے،لیکن پھر پوچھتے تھے اچھی طرح اتفاق سے امتحان کے وقت میں مولانا اسلام الحق صاحب کے بغل میں بیٹھ گیا جب ان سے کتاب کھولنے کوکہا گیا توانہوں نے یہی مشکل مقام کھول کردے دیا۔ (جوآج تم لوگوں کوپڑھناہے) مولانا اسلام الحق صاحب کی توپوری کتاب پختہ تھی میرے لئے مشکل تھی ان کومعلوم تھا کہ یہ مشکل مقام ہے اوراس کویادنہیں ہے، مولانا ابوالوفاء صاحب نے فرمایا بھی کہ یہی مقام ملاتھا کھولنے کے لئے، بہرحال امتحان ہوااس کے بعد میرانمبرتھا میں ڈر رہاتھالیکن اللہ کا کرنا جب میرانمبرآیا تو مولانا نے ایک ورق الٹ دیا وہ آسان تھااور مجھے خوب یادتھا، اس لئے خوب بتلایااوراچھے نمبروں سے پاس ہوا۔

اس کے بعد قدوری کافیہ کاامتحان ہوناتھا مولوی اسلام الحق صاحب ذہین آدمی تھے، انہوں نے کافیہ کازبانی امتحان دیاجب میرانمبرآیاتومیں نے پہلے سے کتاب کھول کردے دی کیونکہ انکامعمول ہی یہی تھا کہ طالب علم سے کہتے تھے کہ جہاں سے جی چاہے کھولو، لیکن مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے ساتھی نے تو کافیہ قدوری کاامتحان زبانی دیاہے تم کتاب کھول کردے رہے ہومیں نے عرض کیا کہ میرابھی زبانی لے لیجئے، ان دونوں کتابوں میں میں نے خوب محنت کی تھی اس کی عبارت تک مجھے زبانی یادتھی، چنانچہ میں نے کتاب بندکردی اورزبانی امتحان دیااوراچھے نمبروں سے پاس ہوا، امتحان کے بعد مولانا ابوالوفاء صاحب نے فرمایا کہ اگرمیں قسم کھالوں کہ دیوبند میں بھی ایسے طلباء نہیں ہوں گےتو حانث نہ ہوں گا۔

ایک لطیفہ

بخاری شریف کا درس دیتے ہوئے حضرت نے اپنے کانپور کی زمانۂ طالب علمی کا ایک لطیفہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں جامع العلوم پٹکا پور کے حوض پر کپڑے دھو رہا تھا کہ اتنے میں دو آدمی کوٹ پتلون پہنے سگریٹ پیتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب آکر بڑے استہزاء کے انداز میں سگریٹ پیتے ہوئے مجھ سے سوال کیا کیوں مولانا جنت میں تو سگریٹ پینے کو ملے گی؟ مقصود سوال نہیں بلکہ استہزاء تھا میں نے برجستہ ان کو جواب دیا کہ سگریٹ پینے والے جنت میں جائیں گے ہی نہیں وہ دونوں ایک دم خاموش ہوگئے پھر حضرت نے اس جملہ کا مطلب بیان فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ سگریٹ پینے والا کوئی جنت میں نہیں جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو جائے گا جنت میں یہ بری عادت لیکر نہ جائے گا ایسی بدبودار چیز کی وہاں خواہش ہی نہ کرے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا تھا کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی وہ عورت رونے لگی حضور ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں بوڑھی ہوکر نہیں بلکہ جوان ہوکر جائے گی۔ اسی طرح سگریٹ پینے والے جو جنت میں جائیں گے وہ یہ عادت لیکر نہیں جائیں گے۔ (حیات صدیق)

پانی پت کی تعلیمی زندگی

کانپور میں ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم کے بعد جس وقت کہ ابھی حضرت کی عمر شریف ۱۴ برس کی رہی ہوگی آپ نے پانی پت کا سفر فرمایا اور وہاں بھی کانپور کی طرح دو سال ہی قیام رہا اور عربی نصاب شرح جامی تک اور اسکے علاوہ فن قرأت میں سبعہ وعشرہ میں اپنے باکمال استاذ قاری عبدالحلیم صاحب سے کمال حاصل کیا۔ پانی پت کی پرمشقت طالب علمی کی داستان حضرت کی زبانی مفتی محمد زید صاحب نے یوں نقل کی ہے۔

حضرت اقدس خود ہی فرماتے تھے کہ جب میں پانی پت پڑھنے کیلئے پہنچا تو اسی کمرہ میں میرا قیام ہوا جس میں میں میرے دادا رہا کرتے تھے اس وقت وہاں کے کمرے اس انداز کے بنے ہوتے تھے کہ جگہ جگہ سوراخ تھے سانپ وغیرہ کے نکل آنے کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ سوراخوں میں کپڑا ابھر دیا جاتا تھا گرمی کے موسم میں ہوا بالکل نہ آتی تھی، عربی کتابوں کے ساتھ میں تجوید اور قرأت بھی پڑھا کرتا تھا اور عربی کتابوں کے پڑھنے کیلئے جہاں جانا ہوتا تھا وہ مقام ایک میل کے فاصلہ پر تھا روز کا آنا روز کا جانا معمول بن چکا تھا۔ میں راستہ بھر پیدل چل کر کتاب دیکھتا ہوا جاتا تھا، میرے استاذ مجھ پر بڑے شفیق اور بہت مہربان تھے، میری پوری نگرانی رکھتے تھے کہ میں کہاں جارہا ہوں، راستہ میں کہاں ٹھہرتا ہوں کس سے بات کرتا ہوں اگر ذرا شبہ ہوتا تو فوراً تحقیق فرماتے ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں بیٹھے لکھ رہا تھا، میرے ایک ساتھی نے ساتھ چلنے اور ٹہلنے پر اصرار کیا میں انکار کرتا رہا لیکن ان کے شدید اصرار کی بنا پر چلا گیا دوسرے وقت میرے استاد نے مجھے بلایا اور فرمایا صدیق اس وقت کہاں جارہے تھے میں بہت نادم ہوا اور صاف صاف عرض کردیا کہ حضرت وہی پہلا دن اور وہی آخری دن ہے میں خود نہیں جارہا تھا فلاں کے اصرار کی بنا پر چلا گیا آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا فرمایا تم صدیق ہو اس لئے سچی سچی بات تم نے کہہ دی۔ حضرت نے فرمایا اسکے بعد سے پھر کبھی میں ٹہلنے نہیں گیا۔ کام ہی اس قدر ہوتا کہ اس سے چھٹی نہ ملتی تھی۔

مظاہر علوم کے دور طالب علمی کے بعض واقعات

صاحب واقعات حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے ۱۳۵۸ھ میں سولہ برس کی عمر میں (پانی پت میں شرح جامی تک پڑھنے کے بعد سہارنپور) کے شعبہ عربی مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ سہارنپور میں داخلہ کا واقعہ خود حضرت کی زبانی یہ ہے فرماتے ہیں

کہ جب میں مظاہر علوم سہارن پہونچا، میرا امتحان داخلہ مولانا سید ظہور صاحب کے پاس تجویز ہوا، مولانا نے فارم داخلہ دیکھ کر فرمایا سید ہو؟ پھر فرمایا سید کا بچہ پڑھے اچھا یا مرے اچھا میں نے عرض کیا حضرت اچھا پڑھ کر تو میں دکھاؤں گا اچھی موت کی آپ دعاء فرمادیجئے۔ مولانا اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ کافیہ کے کچھ سوالات کئے میں نے جواب دیئے امتحان میں پاس ہوگیا اور داخلہ ہوگیا۔

سہارنپور کے زمانہ طالب علمی میں حضرت کی محنت وصلاحیت واستعداد بے مثال تھی۔ امتحان کے بھی محض پرچے حضرت نے اتنے عمدہ حل کئے تھے کہ مدرسہ کے ریکارڈ میں ان کو اہتمام سے محفوظ کرلیا گیا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ حضرت والا نے جلالین کے درس کے دوران 'فاغسلو وجوھکم وایدیکم الی المرافق' کے تحت بیان فرمایا تھا۔

حضرت نے فرمایا شرح وقایہ میں اس آیت کی اچھی تفصیل ہے، شرح وقایہ میں نے مولانا عبدالشکور صاحب سے پڑھی ہے اتفاق سے امتحان میں یہی سوال آگیا میں نے بڑی تفصیل سے اس کا جواب لکھا تھا اس وقت خط (رائٹنگ) بھی عمدہ تھا اور عنوانات بھی جلی قلم سے خوشنما لکھے تھے چنانچہ دیکھنے میں بھی عمدہ معلوم ہورہا تھا اور مضمون کے اعتبار سے بھی درست تھا اس وقت مولانا عبداللطیف صاحب مدرسہ کے ناظم تھے حضرت ناظم صاحبؒ نے میرا پرچہ اٹھا کر دیکھا اور بہت تعجب کیا اور جب پورا مضمون پڑھا تو اور بھی خوشی کا اظہار فرمایا اور دریافت فرمایا کہ یہ کس کا پرچہ ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ فلاں طالب علم کا ہے مولانا عبدالشکور صاحب نے تعارف کرایا۔ میں زینہ سے اتر رہا تھا کہ سامنے سے میرے استاذ مولانا عبدالشکور صاحب تشریف لارہے تھے مجھ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جلالین شریف کیلئے اس وقت (سہارنپور میں جلالین کے سال) صرف بیان القرآن دیکھا کرتا تھا۔ خود جلالین بھی کم دیکھتا تھا اور

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا معتقد میں اسی وقت سے ہوں بزرگی کا معتقد تو بعد میں ہوا ہوں، بیان القرآن دیکھنے ہی کی برکت سے ہر امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے پاس ہوتا رہا۔ واقعی بیان القرآن ایسی تفسیر ہے کہ اسکو نصاب میں داخل کیا جائے اور سبقاً سبقاً اسکو پڑھایا جائے۔

ایک مرتبہ اپنے ساتھی کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم دونوں ساتھ رہتے لیکن ایک بات بھی فضول نہ کرتے وہ اپنے کام میں لگے رہتے میں اپنے کام میں ایک مرتبہ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ صدیق اگر ہم لوگ قسم کھالیں کہ دن بھر میں ایک بات بھی فضول نہیں کرتے تو انشاء اللہ حانث نہ ہوں گے۔ (حیات صدیق)

حضرت فرماتے ہیں کہ ان کا معمول تھا کہ فجر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے ان کو دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا اور میں نے بھی ان کی ایسی ریس کی اور چند روز فجر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھی لیکن میں تو بیمار ہو گیا، میں نے بطور مذاق کے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان صوفیوں کا حال عجیب ہے ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتا سنت سے تو یہ ثابت نہیں کہ فجر کے وضو سے عشاء پڑھو اور نہ یہ کوئی کمال کی بات ہے سنت سے تو یہ ثابت ہے کہ اگر وضو ہے تب بھی وضو کرو یہ کوئی کمال نہیں کہ ایک وضو سے کئی وقت کی نماز پڑھے اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے حالانکہ آپ کا یہ معمول نہیں تھا اگر کسی بزرگ نے ایسا کیا ہو تو وہ ان کا حال ہوگا جو حجت نہیں، کسی بزرگ کے اقوال واحوال اور ان کے اصول وکیفیات کوئی شریعت کا مسئلہ نہیں بن جاتے شریعت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کا نام ہے۔

اساتذہ کی خدمت کے واقعات

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اپنے اساتذہ کی خوب خدمت کی ہے، حضرت کے سب سے پہلے استاذ دادا مرحوم تھے حضرت تاحیات ان کی خدمت میں حاضر

باش رہے۔ دادا کے بعد حضرت کے دوسرے استاذ مربی مولانا امین الدین ماموں تھے ان کی خدمت حضرت نے جس طرح کی ہے اسکا اندازہ اس واقعہ سے لگائے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میری عمر جس وقت زائد سے زائد دس گیارہ برس کی ہوگی میں مولانا امین الدین صاحب سے پڑھتا بھی تھا اور ان کے گھر کا پورا کام بھی کرتا تھا ان کی گھوڑی کے لئے جنگل سے گھاس میں خود اپنے ہاتھ سے کاٹ کر لایا کرتا تھا مجھے گھاس کاٹنا بھی نہ آتا تھا اور آج بھی نہیں آتا لیکن جس طرح بن پڑتا تھا اوپر اوپر سے کاٹ کر لے آتا تھا اور یہ کوئی ایک دو روز کی بات نہ تھی بلکہ روزانہ کا معمول تھا گھر کا پانی بھی میں خود بھرتا تھا اس وقت نل تو تھے نہیں، کنویں سے پانی کھینچنا پڑتا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں چھوٹا تھا کنویں سے پانی کھینچنے میں دقت ہوتی تھی چھوٹے بچوں کی طرح دونوں ہاتھ سے ایک ساتھ رسی پکڑ کر اچک اچک کر پانی کنویں سے کھینچتا تھا، پانی بھرتے بھرتے میں تھک جاتا تھا۔

کانپور کی زمانۂ طالب علمی میں استاذ کی خدمت کا انوکھا واقعہ گذر ہی چکا ہے پانی پت جب تک رہنا ہوا تعلیمی انہماک کے ساتھ اساتذہ کے گھر کا کام بھی جی جان سے کرتے تھے سہارنپور میں ہی خصوصاً جمعہ کے دن جملہ اساتذہ کے پاس خدمت میں جانا کپڑے دھونا کمرے کی صفائی وغیرہ کرنا معمول تھا۔ آخیر میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خصوصیت کا شرف حاصل رہا، حضرت کے لئے گھر سے دونوں وقت کھانا لانا اور بازار سے گھر کا سودا لانا۔ حساب کتاب لکھانا وضو کرانا سفر میں خادم رہنا، بدن دبانا، سب آپ انجام دیتے تھے حضرت فرماتے تھے میں اونچے تکیہ پر کتاب کھول کر رکھ لیتا اور پیر دبانے کے ساتھ کتاب بھی دیکھتا رہتا یہ معمول تقریباً روز کا تھا جب حضرت سو جاتے اس کے بعد اور کتابوں کا مطالعہ کرتا، ترمذی شریف کی تقریر تقریباً ڈھائی بجے رات تک لکھتا۔ پوری رات میں صرف دو گھنٹہ بمشکل سوتا تھا صبح

اٹھ کر پھر حضرت کو وضو کراتا۔ حضرت مغرب بعد دیر تک اوابین پڑھتے ۔میں پیچھے بیٹھا رہتا درمیان میں کبھی پینے کا پانی مانگتے لیکن پیتے تھے صرف ایک گھونٹ گویا گلاس کو صرف منھ لگاتے اور بس میں یہی سمجھتا تھا کہ میری حاضری اور امتحان مقصود ہے کہ آیا میں موجود ہوں یا غائب ہو گیا ہوں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) چھلا ہوا سیب تناول فرماتے میں حضرت کے لئے سیب چھیلتا تھا حضرت صرف سیب تناول فرماتے اور چھلکا پھینک دیا جاتا میرے دل میں آیا کہ یہ چھلکے میں ہی کھالیا کروں لیکن معاً دل میں آیا کہ نہ اس سے عادت خراب ہوگی کہ پھر دوسری اشیاء تک نوبت آئے گی بس چھلکے پھینک دیئے اور پھر اسکی ہمت نہ کی۔ (تذکرۃ الصدیق)

تعلیمی مجاہدے اور اسکے ثمرات

☆ حضرت فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میرے پاس چراغ کیلئے تیل کے بھی پیسے نہ ہوتے تھے تاکہ کتابوں کا مطالعہ کرسکوں، مظاہر علوم میں اس وقت رات کو صرف ایک شمع (لالٹین کی مانند) روشن کردی جاتی تھی جو رات بھر جلتی تھی۔ میں اس کی روشنی میں کھڑے کھڑے کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ سڑک پر بجلی کے کھمبہ میں ایک بلب لگا ہوا تھا میں کھڑے کھڑے کئی گھنٹے اس کی روشنی میں کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا، صابن کے پیسے میرے پاس مشکل سے ہوتے تھے۔

☆ حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا کہ پوری زمانہ طالب علمی میں ۲۴ گھنٹے میں دو گھنٹہ سے زائد نہیں سوتا تھا سر میں شدید درد ہو جاتا تھا اور اب بھی کبھی ہو جاتا ہے لیکن پہلے کی طرح نہیں ہوتا سخت درد کے حال میں بھی سارے کام کرتا تھا، ایک عادت سی بن گئی تھی۔

☆ ناشتہ کا کبھی معمول نہیں رہا: اس وقت ناشتہ کا کہیں کوئی نظم نہیں ہوا کرتا تھا

ایک مرتبہ بھنے ہوئے چنے کے کچھ دانے کہیں سے میسر آ گئے صبح کے وقت ان کو ہاتھ میں لئے کھانے جا رہا تھا استاذ کی نگاہ پڑ گئی ندامت کی وجہ سے وہ بھی نہیں کھا سکا۔

☆عصر کے بعد کھیل تفریح کا کوئی قصہ نہ تھا حضرت کے ایک ساتھی مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی تھے ان کے ساتھ مل کر بعد عصر تکرار ہوتا تھا صرف عصر تا مغرب کے مختصر سے وقت میں ہدایہ کے سال ہدایہ کا سترہ مرتبہ بالاستیعاب تکرار کیا تھا۔

☆جمعرات کے دن سوکھی روٹی ٹکڑے بھگو کر نمک چھڑک کر سب ساتھی مل کر کھا لیتے وہی دعوت ہو جاتی۔ جمعہ کے دن تمام اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے کپڑوں، کمروں کی صفائی اور جو کام ہوتا وہ کرتے تھے۔

☆مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں مظاہر علوم میں پڑھتے تھے پچاس برس پہلے یا اس سے زائد مدت ہوگی میں جب حضرت شیخ الحدیثؒ کی زیارت کیلئے جایا کرتا تھا یا رائے پور جایا کرتا تھا تو سہارنپور ٹھہرتا ہوا جاتا یا واپسی میں ٹھہرتا تو مظاہر علوم بھی جاتا تھا، اس وقت ہمارے تعلق والے تین عزیز تھے ایک ہمارے عزیز بھانجہ مولوی محمد ثانی حسنی مرحوم اور ایک ہمارے یہاں دار العلوم کے بڑے کارکن بننے والے مولوی محمد مرتضی صاحب مرحوم بستوی اور ایک مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ یہ تینوں اکثر ساتھ ہی ملتے تھے وضو کر رہے ہیں تو دیکھا تینوں ساتھ ہی وضو کر رہے ہیں نماز میں کھڑے ہوئے ہیں تو تینوں ساتھ ہی میں کھڑے ہوتے میں مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں التزاماً جایا کرتا تھا ان سے ان تینوں کا روحانی تعلق تھا انہیں سے وہ (حضرت مولانا صدیق صاحبؒ) مجاز تھے تو مظاہر علوم میں ان تینوں سے ساتھ ساتھ ملاقات ہوتی تھی ان سے اس وقت سے تعارف ہے۔ اسکے بعد فارغ ہو کر نکلے تو پھر انہوں نے پہلے تو فتح پور کے مدرسہ میں جو مولانا ظہور الاسلام صاحبؒ کا قائم

کیا ہوا تھا مولوی عبدالرحیم فتح پوری اس کے اس وقت مہتمم تھے وہاں کچھ عرصہ تک پڑھاتے رہے فتح پور سے ہمارا اقرابتی تعلق بھی ہے جوار کا بھی تعلق ہے وہاں جاتے تھے تو اس مدرسہ میں حاضر ہوتے تھے۔ وہاں مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ سے ملاقات ہوتی تھی وہ بہت خصوصیت کے ساتھ ملتے تھے۔ پھر اسکے بعد بعض وجوہ کی بناپر انہوں نے اپنے وطن ہی کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا اور مدرسہ قائم کیا صرف قائم ہی نہیں کیا بلکہ مدرسہ کے ساتھ انہوں نے عام مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کی اصلاح وتربیت اور اسکی دعوت کو اپنا فرض سمجھا۔

حضرت مولاناؒ کی بصیرت وشرح صدر اور توفیق الٰہی کی بات تھی کہ انہوں نے دونوں کام ایک ساتھ شروع کئے ایک طرف مدرسہ اور دوسری طرف آس پاس کی بستیوں سے اسکے شہروں سے رابطہ قائم کرنا اور بار بار جانا اور دعوت کا کام کرنا اور دینی جلسوں میں شریک ہونا اور ان کو صحیح عقیدہ اور اصلاح نفس کا پیغام دینا۔ اس سے ان کی مصروفیت اتنی بڑھی ان کے مجاہدے اتنے بڑھے کہ بعض مرتبہ مجھے بھی اس تعلق کی بناپر جو ان کی ذات سے تھا اور ان کا ہمارے خاندان والوں سے تھا اور حضرت سید احمد شہیدؒ سے تو ان کو بڑا تعلق تھا تو اس بناپر بھی اور پھر ان کی افادیت اور ان کی زندگی کی قیمت کی بناپر بھی میں نے بعض مرتبہ یہ پیغام بھیجا کہ آپ اتنا دور دراز کا سفر کرتے ہیں اور جفاکشی کرتے ہیں اور احتیاط نہیں کرتے تو یہ مناسب نہیں ہے ان کا یہ حال تھا کہ بالکل اسی بارے میں وہ مجذوب الفکر تھے۔ مجذوب الحال تھے اور وہ اسکی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ ان کو کیسا تعب ہوگا۔ اور ان کی صحت پر کیا اثر پڑے گا۔ پھر ان کی صحت پر اثر پڑا۔ حقیقت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ علماء ربانیین میں تھے (ولکن کونوا ربانیین) کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی تعلیم کا بھی کام لیا۔ اور دین کی اشاعت کا اور اصلاح کا بھی اور شریعت وسنت پر عمل کا رسوم وبدعات جو مسلمانوں کی زندگیوں میں شامل ہوگئی ہیں اسکے خلاف تقریر کرنا لوگوں کو

متوجہ کرنا بڑے انہماک اور تندہی بلکہ ایک طرح سے جو مدہوشی ہوتی ہے اپنی صحت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ان سب سے بے پرواہ ہو کر عبادت سمجھ کر یہ کام کرتے تھے اور جو چیز ان کی امتیازی ہے وہ ایمان واحتساب ہے اور یہی ربانیین کے لئے ضروری ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اللہ کی رضا کیلئے ہی کیا جائے، اللہ کی قدرت اور استعانت پر یقین کرتے ہوئے بھی اور پھر اجر وثواب کے لالچ سے کیا جائے۔ یہ بات اس وقت ادنی تنقیص کے بغیر تنقیص تو بڑی چیز ہے ادنی تنقید کے بغیر میں کہتا ہوں کہ کوئی مقابلہ نہیں ہے علماء میں میں مقابلہ نہیں کرتا سب اپنی جگہ قابل احترام ہیں الحمد للہ بعض ہستیاں یہاں بھی موجود ہیں اور جو اللہ کے یہاں چلے گئے ان کے درجے اللہ بلند کرے۔ لیکن بہر حال اپنے مطالعہ وواقفیت کے حدود میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جس درجہ کا مخلص جس درجہ کا فکر مند جس درجہ کا سرفروش کہنا چاہئے اور اپنی صحت وزندگی کو خطرہ میں ڈالنے والا بہت کم دیکھا۔ اور اس کا نتیجہ ہے کہ ان کی وفات پر اس مقبولیت عامہ کا اظہار ہوا جو عرصہ سے کسی ہستی کے بارے میں ہمارے علم میں نہیں آیا۔ اللہ کے یہاں کس کا کیا درجہ ہے اللہ جانتا ہے اور اسی کا اعتبار ہے اور ایسا بھی بہت ہوا ہے کہ اللہ کے بعض بندے دنیا سے گئے کہ نماز جنازہ اور تدفین کی نوبت نہیں آئی۔ اس سے کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ اصل چیز تو وہ ہے کہ اللہ تعالی کے یہاں ان کے ساتھ جو معاملہ ہو لیکن یہ ایک ظاہری علامت ہے کہ ان کے انتقال پر جس طریقہ سے یہاں مسلمانوں نے ان کے وطن کے صرف نہیں بلکہ دور دراز (بلکہ غیر ممالک) کے مسلمانوں نے اس تعلق کا اظہار کیا یہ بہت کم دیکھنے میں آیا۔

(اقتباس از تقریر تعزیت مسجد ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پیر کی نگاہ میں مرید کا عالی مقام

جناب مولانا عبد القیوم صاحب مدظلہ (جمد اشاہی بستی) بیان کرتے ہیں کہ

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (حضرت کے پیر حضرت ناظم صاحب) اس کثرت اور عظمت سے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے کہ ہم لوگوں کے دل میں ان کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہو گیا۔ ہم لوگوں نے حضرت ناظم صاحب سے عرض کیا کہ ان کا پتہ لکھوا دیجئے تا کہ ہم لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوسکیں۔ حضرت ناظم صاحب نے القاب وآداب کے ساتھ ان کا نام لکھنا شروع کیا مولوی مولانا حافظ قاری صوفی ۔۔۔ کثیر القاب وآداب سنکر ہم لوگوں کو ہنسی آ گئی، تو حضرت ناظم صاحب نے فرمایا بلاشبہ وہ ان تمام القاب وآداب کے مستحق ہیں، بلکہ ان سے کہیں زیادہ القاب کے مستحق ہیں لاریب وہ صاحب کرامات ہیں، میں نے عرض کیا آپ انہیں صاحب کرامات بتا رہے ہیں، کوئی ایک کرامت تو سنا دیجئے۔ حضرت ناظم صاحب نے فرمایا ان کی کرامات تو بہت ہیں صرف ایک کرامت جو خود میرے ساتھ پیش آئی سن لیجئے! چند سال پہلے سیتاپور میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا، وہاں تیمارداروں میں حافظ صاحب (حضرت مولانا قاری سید صدیق صاحب) بھی تھے آپریشن کے بعد تاکید ہوتی تھی کافی وقت تک جسم میں کوئی حرکت نہ ہو ورنہ آپریشن ناکام ہونے کا خطرہ ہے، میرے ساتھ واقعہ یہ پیش آیا کہ آپریشن کے چند گھنٹے بعد پورے جسم میں دانے نکل آئے، ان میں شدید جلن اور خارش ہونے لگی۔ شاید یہ کسی دوا کا ریکشن تھا، تیمارداروں کو فکر ہوئی کہ مبادا جسم میں حرکت ہو، اور آپریشن ناکام ہو جائے، ایک صاحب ڈاکٹر کو بلانے کیلئے روانہ ہو گئے، راستہ میں حافظ صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی حافظ صاحب (قاری صدیق باندویؒ) نے پورا حال پوچھا اسکے بعد ان صاحب کو ڈاکٹر کے پاس جانے سے منع کر دیا، اور سیدھے میرے پاس آئے کچھ پڑھ کر میرے جسم پر دم کرنے لگے جہاں جہاں دم کرتے گئے سوزش اور خارش ختم ہوتی گئی تھوڑی دیر میں سارے جسم کے دانے ختم ہو گئے۔

(فکر اسلامی صدیق نمبر)

مولانا نسیم غازی فرماتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا اسعد اللہ صاحب) کی نظر میں آپ کا بڑا مقام تھا آپ کبھی نام نہ لیتے بلکہ احتراماً ہمیشہ ''حافظ صاحب'' کے لقب سے یاد کرتے اور فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت کے دن حق تعالیٰ پوچھیں گے کہ دنیا سے کیا لایا؟ میں حافظ صدیق احمد صاحب کو پیش کردوں گا۔

حق نے فرمایا اگر اسعد سے تو لایا ہے کیا؟

عرض کردوں گا یہ صدیق اے مرے رب دو جہاں

مولانا نصر احمد صاحب بنارسی فرماتے ہیں کہ ایک دن بعد نماز مغرب یا عصر میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اچانک فرمایا اپنے شاگردوں میں دو مادر زاد ولی تھے مفتی عبد القیوم اور مولانا صدیق احمد باندوی۔ (تذکرۃ الصدیق)

مٹھائی نہ کھا کر کتابیں خریدنا

مفتی زید صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے کئی مرتبہ بیان فرمایا کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے قریب چند مٹھائیوں کی دوکانیں تھیں، عمدہ قسم کی مٹھائیوں سے دوکان سجی رہتی تھی، میں اس راستہ سے گذرتا اور طبیعت میں مٹھائی کھانے کا تقاضا ہوتا، لیکن پاس میں پیسے نہ ہوتے تھے اس لئے صبر کر کے رہ جاتا، دور ہی سے نظر پڑ جاتی تو نگاہ نیچے کرلیتا، کبھی اتفاق سے اگر پیسے ہوگئے تو جی خوش ہوا کہ آج مٹھائی کھالوں گا خوشی خوشی دوکان پہونچا اور دوکاندار سے مٹھائی کی قیمت پوچھی، بڑی گراں معلوم ہوئی اور پوچھا کہ شاید کوئی سستی مٹھائی ہو ایک طرف تو طبیعت کا تقاضا ہوتا دوسری طرف عقل یہ فیصلہ کرتی کہ اتنی گراں مٹھائی کھانے سے کیا فائدہ۔ اتنے پیسوں کی تو فلاں کتاب مل سکتی ہے بالآخر اسی فیصلہ کے مطابق لوٹ آتا اور بجائے مٹھائی خریدنے کے کتاب خرید لیتا۔

(حیات صدیق)

اچانک سہارنپور سے دہلی بھاگ جانے کا قصہ

سہارنپور کی زمانۂ طالب علمی میں اساتذہ وطلباء میں آپ کی صلاحیت وصالحیت کا شہرہ تھا اور آپ کی گمنام محنت وریاضت سب کے نگاہوں میں آچکی تھی، اس کی وجہ سے بعض طلباء حاسد بن گئے۔ اور ذیل کا قصہ پیش آیا درجہ کے بعض ذہین طلباء جو تکرار کراتے تھے حضرت بھی ان کے تکرار میں شریک ہوجاتے اور بسا اوقات تکرار کرانے والے ساتھی غلطی کرتے تو حضرت فرماتے کہ ایسا نہیں مسئلہ تو اس طرح ہے اور استاد نے اس طرح بتلایا تھا ساتھیوں کو خیال ہونے لگا کہ حافظ صاحب (یعنی حضرت والا نور اللہ مرقدہ جو حافظ صاحب کے نام سے اس وقت معروف تھے) زیادہ صلاحیت والے ہیں ان سے تکرار کرنا چاہئے حضرت نے انکار فرمایا کہ خواہ مخواہ اختلافی شکل پیدا ہوگی۔ لیکن ایک طالب علم حضرت کے پیچھے ہی پڑ گیا کہ میں تو آپ ہی سے تکرار کروں گا اسکے شدید اصرار کی بنا پر حضرت نے تنہا اسکو تکرار کرانا شروع کیا۔ دیگر طلباء کو جب اسکا علم ہوا تو ایک ایک کر کے درجہ کے تمام طلباء حضرت کے تکرار میں شریک ہونے لگے۔ اس طالب علم کو حضرت سے سخت بدگمانی ہوگئی کہ انہوں نے تمام ساتھیوں کو مجھ سے برگشتہ کر کے اپنی طرف مائل کرلیا۔ اسکی وجہ سے وہ طالب علم حضرت کا دشمن بن گیا اور حضرت سے لڑائی جھگڑا کرنے پر آمادہ ہوگیا، لیکن حضرت نہایت متواضع اور خاموش طبیعت تھے لڑنا جانتے ہی نہ تھے مگر وہ طالب علم اور اسکے ساتھی حسد کا شکار ہوکر حضرت کے درپے آزار ہوگئے اور تنہائی میں ڈرایا دھمکایا کہ ہم لوگ تم کو ماریں گے موقع کی تلاش میں ہیں، حضرت تو نہایت سیدھے سادے، بھولے بھالے خاموش رہ کر صبر کا گھونٹ پی گئے۔ اور بات بڑھنے کے خطرہ سے نہ اپنے ساتھیوں سے اسکا تذکرہ کیا اور نہ ہی اپنے بڑوں سے شکایت کی۔

ایک روز کی بات ہے حسب معمول حضرت اقدس اپنے استاذ کے لئے سامان ضرورت سے بازار خرید نے گئے تھے راستہ میں دیکھا کہ وہی بعض شری طلباء حضرت کے انتظار میں کھڑے ہیں قریب آتے ہی حضرت کو آگھیرا اور مارنے کا ارادہ کیا حضرت کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کہنے لگے کہ بتاؤ یہاں تم کو کون بچائے گا۔ اللہ پاک کو حفاظت مقصود تھی چنانچہ اسی درمیان مدرسہ کے چند طلباء سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے جو بازار سے واپس آرہے تھے جو اگر چہ حضرت کے ساتھی نہ تھے لیکن حضرت کو پہچانتے تھے ان طلباء کو دیکھتے ہی شریر طلباء بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت بعافیت سامان خرید کر مدرسہ واپس تشریف لائے اور مدرسہ آکر حضرت نے کسی سے اسکا چرچہ تک نہ فرمایا محض اس وجہ سے کہ خواہ مخواہ بات آگے نہ بڑھے اور پارٹی بندی کی شکل نہ ہو جائے۔ کیونکہ درجہ کے ساتھیوں میں حضرت کے موافقین اور تکرار کرنے والوں کی تعداد خاصی تھی۔ اور اپنے بڑوں مدرسہ کے ذمہ داروں سے بھی مصلحت کے خلاف سمجھ کر شکایت نہ فرمائی کیونکہ شکایت کرنے سے ضد بڑھتی اور آئندہ کے لئے مزید خطرات پیدا ہوتے۔ ایسی حالت میں حضرت سخت تذبذب اور پریشانی کا شکار ہو چکے تھے غور وفکر کے بعد حضرت نے ذاتی طور پر مدرسہ چھوڑ کر چلے جانے ہی میں عافیت سمجھی اسکے سواء مناسب بے خطر کوئی شکل نظر نہ آئی۔ اسی درمیان میں حضرت مولانا عبداللطیف کے ذاتی کتب خانہ کی چابی جو حضرت کے پاس رہا کرتی تھی اچانک گم ہوگئی اس کی وجہ سے حضرت کی پریشانی اور بے چینی میں اور اضافہ ہوگیا۔ اسی پریشانی کے عالم میں حضرت اقدس راتوں رات مظاہر علوم سہارنپور سے ہجرت فرما کر مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے ایک غریب اجنبی پرآگندہ مظلوم مسافر پژمردہ چہرہ کے ساتھ مسجد کے گوشہ میں فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شام ہوئی رات ہوئی مسجد کے متولی صاحب نے پوچھ گچھ شروع کی۔ کیسے آئے؟ کہاں سے آئے؟ کیوں آئے؟ حضرت نے اپنے کو چھپاتے ہوئے فرمایا داخلہ کی غرض سے آیا ہوں کیا

یہاں داخلہ ہوسکتا ہے؟ متولی صاحب نے بڑی ہمدردی کی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور داخلہ کے سلسلے میں حضرت کی رہنمائی فرمائی۔

ادھر مدرسہ مظاہر علوم میں ہلچل مچ گئی کہ آخر مولوی حافظ صدیق گئے تو کہاں وہ تو کبھی مدرسہ اور درجہ سے غائب نہ ہوتے تھے تلاش شروع ہوئی۔ مسجد۔ مدرسہ باغ، میدان مزارات اور ممکنہ مقامات میں خوب تلاش ہوئی، کسی نے حضرت کو کہیں نہ پایا بالآخر دو طالب علموں نے خبر دی کہ پرسوں کی بات ہے کہ بازار کے قریب فلاں فلاں طالب علم حضرت کو مارنے پیٹنے کا ارادہ کررہے تھے ہم لوگ آگئے تو وہ سب بھاگ گئے اسکی اطلاع ناظم صاحب اور دوسرے حضرات کو ہوئی۔ ان شریر طلباء نے اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ فوراً بھاگ لیا جائے ورنہ نہ معلوم کیا حشر ہوگا۔ چنانچہ وہ شری طلباء بھی مدرسہ چھوڑ کر فرار ہوگئے۔ ادھر ایک شخص جو دہلی سے ہوتا ہوا سہارنپور پہونچا تھا اور حضرت سے مدرسہ امینیہ میں ملاقات و گفتگو بھی کرچکا تھا اس نے جب مظاہر علوم میں آکر یہ ماحول دیکھا تو کہا کہ میں نے تو ان کو مدرسہ امینیہ میں دیکھا تھا حضرت ناظم صاحب نے کرایہ دیکر ایک طالب علم کو بھیجا کہ جاؤ ان کو بلالاؤ حضرت کا مدرسہ امینیہ میں اس وقت داخلہ ہوچکا تھا لیکن حضرت ناظم صاحب کے بلانے سے حضرت تشریف لے آئے ندامت سے حضرت کا سر جھکا جاتا تھا، کسی سے ملاقات کرنے اور نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی، کھوئی ہوئی چابی کا تو کوئی تذکرہ ہی نہیں، حضرت کے اساتذہ نے صرف اتنا فرمایا کہ ’’ارے صدیق بیٹا تم کہاں چلے گئے تھے ہم سب پریشان تھے تم کو بہت تلاش کیا کوئی پریشانی کی بات تھی تو ہم سے بتلانا چاہئے‘‘ حضرت اقدس پھر حسب سابق تعلیم میں مصروف ہوگئے اور وہ شریر طلباء جو حضرت کے پیچھے لگے تھے علم سے محروم ہوگئے، اپنا نقصان کیا، اور آج تک ان کا پتہ نہیں کہ ان کا کیا انجام ہوا۔ بہر حال حضرت نے سالانہ امتحان اطمینان سے دیا بعدہ وطن تشریف لائے۔ (حیات صدیق)

مدرسہ عالیہ فتح پوری کی طالب علمی کا واقعہ

استاذ محترم مولانا اشتیاق احمد صاحب مدرس جامعہ عربیہ ہتھورا بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نے احقر کو جب دار العلوم دیوبند داخلہ کے لئے بھیجا، اس وقت علامہ ابراہیم صاحب کے نام ایک سفارشی پرچہ تحریر فرمایا اور ایک واقعہ بھی سنایا اور فرمایا کہ علامہ ابراہیم صاحب رح اگر مجھ کو نہ پہچان سکیں تو یہ واقعہ ان کو یاد دلا دینا۔

حضرت نے فرمایا وہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے جب مدرسہ عالیہ فتح پوری میں آ کر داخلہ لے لیا تو بہت محنت سے پڑھتا تھا اساتذہ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے امتحانوں میں الحمدللہ اعلیٰ نمبرات سے اول درجہ سے پاس ہوا اور یہ پہلا موقع تھا جس میں یوپی کا لڑکا امتحان میں درجۂ اول سے کامیاب ہوا تھا۔ اس وقت ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم نہ ہوئی تھی۔ پنجاب، پشاور وغیرہ کے لڑکے کثرت سے پڑھتے تھے اور عموماً اسی علاقہ کے لڑکے اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے اور یوپی کے لڑکے تعلیمی اعتبار سے کمزور سمجھے جاتے تھے، لیکن اس امتحان میں میرے اعلیٰ نمبرات آجانے سے دوسرے طلباء کو شکایت ہوئی اور اعتراض کیا کہ یہ غلط کامیاب ہوگیا امتحان پھر سے ہونا چاہئے۔ چنانچہ دوبارہ امتحانات ہوئے اس میں بھی الحمدللہ پہلے سے زیادہ اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوا جس کی وجہ سے طلباء کو شدید قسم کا حسد ہونے لگا۔ اور ساتھیوں کی طرف سے میرے لئے شدید خطرات ہوگئے اس وقت علامہ ابراہیم صاحب نے مجھے پناہ میں رکھا، اپنے کمرہ میں رہنے کی جگہ دی اور پوری نگرانی وحفاظت میں رکھا۔ یہ واقعہ ششماہی امتحان کے موقع کا ہے۔ مولانا اشتیاق صاحب نے جب یہ واقعہ علامہ ابراہیم صاحب سے ذکر کیا تو علاّمہ رح کو یہ واقعہ یاد آگیا اور انتہائی اپنائیت میں شکوہ کے لہجہ میں فرمایا کہ جب کام پڑتا ہے تب ہی لوگ یاد کرتے ہیں۔

لکھنؤ اور مظفر پور کی طالب علمی راس نہ آئی

ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ نے لکھنؤ اور مظفر پور بہار کی طالب علمی کا واقعہ خود ہی بیان فرمایا کہ جب میں لکھنؤ پہونچا داخلہ بھی لے لیا۔ میرے درجہ کے جو ساتھی تھے ان کا حال بھی عجیب وغریب تھا آزاد طبیعت، لباس بھی نہایت پر تکلف، خلاف شرع بال بڑے بڑے ہر وقت کھانے پینے کی باتیں اور سیر وتفریح کا مزاج، فیشن کے دلدادہ، مطالعہ سے مطلب نہ تکرار سے، اسباق کا ناغہ بھی کثرت سے ہوتا تھا میں نے سوچا کہ اے اللہ یہاں کہاں آکر پھنس گیا، ان کیساتھ تو میرا نباہ دشوار ہے اس لئے چند روز رہ کر کسی طرح جلدی وہاں سے واپس آگیا، البتہ ان چند دنوں لکھنؤ رہ کر اپنے اوقات کو ضائع نہیں فرمایا بلکہ خالی اوقات میں آپ نے وہاں کے کتب خانوں کی سیر کی، اور بڑی عمدہ نایاب کتب اسی وقت کی خریدی ہوئی حضرت کے پاس محفوظ تھیں۔

مظفر پور (بہار) کی زمانہ طالب علمی کا قصہ حضرت نے اس طرح بیان فرمایا کہ جب میں وہاں پہونچا تو میرا داخلہ ہو گیا، تعلیم بھی اچھی ہو رہی تھی لیکن وہاں کی آب وہوا وغذا میرے موافق نہ آئی، وہاں کھانے میں چاول ہی چاول ہوتے تھے میں اسکا عادی نہ تھا، میری طبیعت خراب ہوگئی پیٹ پھول گیا اس لئے وہاں سے بھی جلدی آنا پڑا۔

(حیات صدیق)

(یہ اسفار مظاہر علوم سے فراغت کے بعد معقولات کی تکمیل کی غرض سے حضرت نے فرمائے تھے اسکے علاوہ مراد آباد ٹونک الہ آباد وغیرہ بھی معقولات کی اعلی کتابوں کی تحصیل کے لئے حضرت تشریف لے گئے چنانچہ حضرت کو معقولات میں بڑا ملکہ تھا اور وہ کتابیں جنکے اب علماء لوگ نام بھی نہیں جانتے وہ حضرت نے بڑی محنت سے پڑھیں تھیں)

سہارنپور کی مدرّسی سے انکار وفرار

حضرت والا کے شیخ ومربی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب چونکہ حضرت کے گھریلو حالات سے واقف تھے کہ باپ کا سایہ تو بے شعوری کے زمانہ میں اٹھ چکا ہے، دادا کا سایہ بھی نابالغی میں رخصت ہو چکا اور اب کوئی نہ تھا جو حضرت کے سر پر دست شفقت رکھے اقتصادی معاشی حالات بھی کچھ نہ تھے۔ بندیل کھنڈ کا پسماندہ علاقہ باندہ جہاں ضلالت وجہالت کے سوا علم کی کوئی روشنی نہ پائی جاتی تھی، حضرت ناظم صاحب نے ان حالات کے پیش نظر حضرت والا کے لئے اس خطرہ سے کہ باندہ میں رہ کر کہیں علم نہ ضائع ہو جائے نیز وطن جا کر گھریلو حالات اور معاشی تنگی سے نہ دوچار ہوں اس لئے از راہ شفقت یہ فیصلہ فرمالیا کہ فراغت کے بعد یہیں مظاہر میں ہی ٹھہر جائیں میں خود ان کو مظاہر علوم میں مدرسی دلاؤں گا۔ نیز حضرت ناظم صاحب نے اپنے گھرانہ میں ایک خاتون سے رشتہ کی بھی تجویز فرمادی تھی اور سہارنپور میں حضرت کے قیام کا نظام بنادیا۔ اور حضرت کے حالات کے پیش نظر حضرت ناظم صاحب نے اصرار بھی فرمایا لیکن حضرت نے فرمایا کہ میں نے علم حاصل کیا ہے اس لئے کہ علاقہ میں رہ کر کام کروں، یہاں کی جہالت دور کروں ان کو علم دین سکھلادوں، مظاہر کی مدرسی قبول کر کے میں شیخ الحدیث تو بن سکتا ہوں لیکن اپنے علاقے میں دین کی اشاعت نہیں کرسکتا۔ اس لئے حضرت نے مظاہر کی مدرسی جس کے حصول کے لئے بڑے بڑے لوگ کوشاں رہتے تھے، منظور نہ فرمائی۔ اسی طرح دوسرا مسئلہ شادی کا تھا یہ بھی حضرت کو منظور نہ تھا، باندہ اور سہارنپور کی تہذیب وتمدن اور طبیعت ومزاج کے اختلاف سے حضرت اچھی طرح واقف تھے اس لحاظ سے بے جوڑ سمجھتے تھے، نیز والدہ صاحبہ کی خدمت کا خیال تھا غرضیکہ مختلف وجوہ سے حضرت ناظم صاحب کی یہ دونوں پیشکش آپ نے قبول نہ فرمائیں لیکن بے ادبی کے ڈر

سے کھل کرانکارومخالفت بھی نہ کرسکتے تھے۔حضرت ناظم صاحب کی رائے وہی تھی بہر حال حضرت نے سہارنپور جانا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے حضرت ناظم صاحب کی رائے کے برعکس حضرت چلے ہی آئے چندسال بعد ناظم صاحب نے حضرت کی رائے کوہی درست قرار دیا۔

سعودی کی مدرسی سے گریز

حضرت اقدسؒ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ سعودی حکومت میں مجھے ایک مدرسہ میں مدرسی کی جگہ مل رہی تھی لیکن میں نے اس وجہ سے قبول نہ کیا کہ ہندوستان میں اوراپنے علاقہ میں دین کی اشاعت کی ضرورت زیادہ ہےاورفرمایا کہ صحابہ عرب سے دنیا کے ملکوں ملکوں میں دین پھیلانے کیلئے نکل گئے حضرت نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ جتنا سمجھدار پڑھا لکھا ذی استعداد طبقہ ہے وہ تو ہاتھ لگتا نہیں سب سعودیہ اور دوبئ چلے جاتے ہیں جنکو کچھ نہیں آتا جو بالکل کوڑا ہیں اکثر وہی یہاں رہ جاتے ہیں کیسے کام چلے بہت بڑا خلا ہوتا جارہا ہے۔اچھے خاصے پڑھے لکھے ایسے ایسے لوگ جنکے اندر شیخ الحدیث بننے کی صلاحیت ہے وہ سعودیہ جاکر گدھے چرارہے ہیں اوراس پر خوش ہیں کوئی جاکر امامت کرتا ہے کوئی ٹیوشن پڑھاتا ہے، میں اسکو ناجائز حرام نہیں کہتا لیکن اللہ نے جسکو صلاحیت دی ہے جو دین کا کچھ کام کرسکتا ہے۔اسکوتو یہیں کام کرنا چاہئے یہ تو نعمت کی بڑی ناقدری ہے کہ علم دین کوصرف دنیا کمانے کیلئے استعمال کیا جائے۔

(افادات صدیق)

سادی شادی کا قصہ

حضرت اپنی شادی کا واقعہ سناتے ہیں کہ اس وقت ہلو نامی ایک بزرگ جو پورے علاقہ کے پیر سمجھے جاتے تھے مانکپوراوراس کے اطراف میں ان کا حلقہ وسیع تھا،

سادات میں سے تھے پیری مریدی کرتے تھے، ان کے یہاں سے بھی رشتہ آیا وہ اپنی لڑکی سے رشتہ کرنا چاہتے تھے والدہ کو یہ رشتہ پسند بھی تھا، مجھے جب اسکا علم ہوا تو میں نے انکار کردیا۔ اس کی وجہ سے میری والدہ مجھ سے خفا ہوگئیں۔ میں نے کہا کہ وہ بڑے گھر کی بزرگ باپ کی بیٹی ہیں، یہاں آکر اگر ان کو تکلیف ہوگی تو ان کی تکلیف سے بزرگ کو تکلیف ہوگی، اس لئے میں اس رشتہ پر تیار نہیں ہوا۔

حضرت کے ماموں نے جو حضرت کے استاذ و مربی بھی تھے حضرت کے رشتہ کے سلسلہ میں بہت سے آئے ہوئے پیغام کے بجائے برولی میں رشتہ کی بات کی چنانچہ بات پختہ ہوگئی جناب نوازش علی صاحب حضرت کے ہونے والے خسر برولی کے باشندے تھے لکھنؤ سے بھی تعلق تھا کافی رئیس گھرانہ اور سادات لوگوں میں سے تھے۔ الغرض جناب نوازش علی صاحب کے یہاں حضرت کے رشتہ کی بات طے ہوگئی جب شادی کا وقت آیا تو خاندان کے معزز حضرات حضرت کی شادی میں اپنی اپنی بیل گاڑیوں سے ساتھ گئے، عسرت وتنگدستی کا عالم یہ تھا کہ اس وقت بھی حضرت کی والدہ چرخہ میں سوت کات کر فروخت کرتیں اور اجرت پر کپڑے سیتیں جس سے کچھ پیسے حاصل ہوجاتے شادی کے موقع پر بھی بروقت حضرت کے نئے کپڑے تیار نہ ہوسکے چنانچہ پرانے کپڑوں ہی میں دولہا بن کر تشریف لے گئے، ہونے والی سسرال برولی ضلع پنا میں جب حضرت تشریف لے گئے تو رواج کے مطابق چھوٹے بچے بچیاں نوشہ میاں کو دیکھنے کی مشتاق ہوئیں اور تلاش میں نکلیں حضرت کے قدیم ساتھی مولانا نعمت اللہ صاحب بھی شادی میں شریک اور حضرت کے ساتھ ساتھ تھے نیز زرق برق لباس میں ملبوس تھے، بچوں، بچیوں نے فیصلہ یہی کیا کہ نوشہ میاں یہی صاحب ہیں اور بڑے شوق سے ان کی زیارت کی۔ اور حضرت اقدس سادہ لباس میں علیحدہ خاموش بیٹھے تھے، نکاح کے وقت جب ایجاب و قبول ہوا تب معلوم ہوا کہ نوشہ میاں تو یہ صاحب ہیں۔

بطور لطیفہ کے حضرت اقدس نے سنایا کہ میری ساس سے ایک بوڑھی عورت نے پوچھا کہ تم نے اپنی بیٹی کا رشتہ کہاں کیا؟ انہوں نے میرے متعلق فرمایا، بوڑھی عورت نے تعجب سے کہا کہ مولوی سے رشتہ کر دیا؟ سنا ہے کہ مولوی لوگ تو سادھوؤں کی طرح عورتوں کی طرف رخ نہیں کرتے، اس قصہ کو سنا کر حضرت بہت مسکرایا کرتے تھے۔ (حیات صدیق ص:۱۴۱ ملخصاً)

مدرسہ فرقانیہ گونڈہ کا ایک یادگار واقعہ

ندوہ میں آپ جیسے لوگوں کی کمی ہے

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ جب میں گونڈہ میں پڑھاتا تھا مسجد پہونچا دیکھا کہ چٹائی میں کوئی لیٹا ہوا ہے، شبہ ہوا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب ہیں، قریب گیا تو حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور ملاقات کی، میں نے عرض کیا حضرت آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔ فرمایا جماعت میں آیا ہوں پھر میں حضرت کو اپنی جائے قیام میں لایا بہت خوش ہوئے حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاں نے مجھے ندوہ آنے کیلئے فرمایا میں نے عذر کر دیا۔ حضرت نے فرمایا ندوہ میں بس آپ جیسے لوگوں کی کمی ہے۔

(حضرت نے مدرسہ فرقانیہ گونڈہ صرف ۶ ماہ تدریسی خدمات انجام دیں اور یہ مدرسہ آپ کی زمانۂ مدرسی کا پہلا مدرسہ ہے والدہ کی بیماری اور وطن کی فکر کی وجہ سے گونڈہ چھوڑ کر قریب علاقہ فتح پور تشریف لے آئے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے حیات صدیق باب نمبر ۵)

مدرسہ اسلامیہ فتح پور کی مدرسی کے بعض واقعات

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ خود فرماتے ہیں کہ میری عمر اس وقت تقریباً ۲۱، ۲۲

برس کی ہوگی جس وقت میں فتح پور پڑھانے گیا تھا، مجھ کو شروع ہی میں بڑی کتابیں پڑھانے کو مل گئی تھیں لوگوں کو اس سے بڑا تعجب ہوتا تھا اس وقت میرا حافظہ بہت اچھا تھا سبق میں خوب تقریر کرتا تھا بعض لوگ چھپ کر میرا سبق سنتے تھے، مولانا عبدالوحید صاحبؒ (مہتمم مدرسہ) بھی سنا کرتے تھے بعد میں لوگوں نے کہا کہ جیسا سنا تھا اس سے کہیں زائد پایا اس وقت سب سے زائد کتابیں میں ہی پڑھاتا تھا، اور کتابیں بھی سب بڑی تھیں اگرچہ تنخواہ میری سب سے کم تھی یعنی تیس روپئے۔

☆ صبح سے شام تک پڑھانے کے سوا کچھ کام ہی نہ تھا، مدرسہ سے باہر نکلنے کی بھی نوبت کم آتی، اگر کبھی مدرسہ کے باہر کسی ضرورت سے جانا ہوتا تو لوگ تعجب کی نگاہ سے دیکھتے کہ آج کوئی خاص بات ہے یہ باہر کیوں آئے ہیں۔ مولانا جامی صاحب (جو مدرس تھے) میرے بے تکلف دوستوں میں سے ہیں لیکن ان سے بھی زیادہ باتیں نہ ہوتیں وہ اپنے کام میں لگے رہتے میں اپنے کام میں لگا رہتا۔ شہر میں بھی دیگر لوگوں سے تعلقات نہیں تھے۔ ملاقات بھی کم ہوتی تھی، لوگ جانتے بھی نہ تھے۔ اسی لئے بیاہ شادی یا کسی خوشی کی دعوت میں کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا، فتح پور کے قیام کے زمانہ میں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ دعوت وغیرہ کی نسبت سے کبھی مدرسہ سے باہر جانا ہوا ہو، ایسے تعلقات ہی نہ تھے۔

☆ فتح پور سے باندہ، اپنی والدہ کی خدمت وخبر گیری کیلئے وقتاً فوقتاً تشریف لاتے شادی ہوچکی تھی اہلیہ بیمار رہتی تھیں۔ حضرت ان کو اپنے ساتھ فتح پور میں ایک کرایہ کے مکان میں رکھتے کبھی ہتھورا لے آتے ان کے علاج و بیماری سے حضرت کو پریشانی ہوتی بسا اوقات قرض سے زیر بار ہوجاتے۔ ایک مرتبہ مدرسہ سے بیس روپیہ قرض لیا تھا، جو تنخواہ ملتی اسی میں سے والدہ پر بھی خرچ کرتے تھے بلکہ خود تنگی برداشت کر لیتے لیکن والدہ کو راحت پہنچانے کا اہتمام کرتے۔

☆ آپ کی تنخواہ کی قلت اور تنگی کی بنا پر ایک مرتبہ مدرسہ کے ذمہ دار مولانا

عبدالوحید صاحب فتح پوری حضرت کے پاس تشریف لائے اور خیر خواہانہ انداز میں مشورہ دیا کہ چونکہ آپ کی تنخواہ کم ہے اگر آپ کچھ ٹیوشن پڑھالیں تو بہتر ہوگا، اس طرح کچھ آمدنی کی شکل ہوجائے گی پھر کچھ گھروں کے پتے بتلائے کہ فلاں فلاں گھر میں ٹیوشن مناسب رہے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ان کے اس کہنے کی وجہ سے سکتہ میں آگیا اور ان کو اوپر سے نیچے تک میں نے دیکھا اور عرض کیا کہ مولانا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں پیسہ کمانے اور تنخواہ کی وجہ سے یہاں آیا ہوں اگر پیسہ کمانا ہی مقصو ہوتا تو یہاں نہ آتا بہت سی جگہ جہاں یہاں سے زائد تنخواہ تھی وہاں مجھ کو بلایا جارہا تھا (مثلاً مظاہر علوم، ندوۃ العلماء، بلکہ سعودیہ میں مدرسہ صولتیہ وغیرہ) لیکن میں نے اس وجہ سے قبول نہیں کیا کہ علاقہ میں کام کی ضرورت ہے مجھے پیسہ کمانا مقصود ہوتا تو ان جگہوں کی مدرسی قبول کرکے خوب پیسہ جمع کرلیتا۔ میں تو یہاں صرف اس وجہ سے پڑا ہوں کہ فتح پور وطن سے قریب ہے، والدہ صاحبہ کا بھی حق ادا ہوتا رہے گا نیز علاقہ کے بچوں کی تعلیم یہاں آسانی سے ہوتی رہے گی ان وجوہات سے میں نے یہاں کا انتخاب کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا گھر جاکر ٹیوشن پڑھانے میں اہل علم کی اہانت اور دین کی بڑی ناقدری ہوتی ہے، کسی کو پڑھنا ہو تو یہاں آئے میں بغیر پیسے لئے پڑھادونگا لیکن کسی کے گھر میں پڑھانے نہیں جاسکتا۔ میں نہ خود اسکو پسند کرتا ہوں نہ دوسرے اہل علم کے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔

مدرسہ کے قیام کا محرّک

آزادی کے بعد باندہ ضلع میں شدھی تحریک (۱) والوں نے جہالت زدہ باندہ کے علاقہ کے کمزور مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کردیا تھا اور ارتداد کا سیلاب آگیا تھا۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان یا تو واقعی مرتد ہوگئے تھے یا بالکل ارتداد کے قریب

(۱) شدھی تحریک کی پوری تفصیل کے لئے دیکھئے حیات صدیق باب (۷)

پہونچ گئے تھے۔ حضرت اس زمانہ میں فتح پور کے مدرسہ اسلامیہ میں پڑھاتے تھے وہاں باندہ اوراسکے اطراف کی یہ خبریں پہونچتی رہتی تھیں خودسناتے تھے کہ ایک رات کو جب سونے کے ارادے سے لیٹا تو یہ خیال آ گیا کہ کل قیامت میں اللہ تعالی مجھ سے یہ سوال نہیں فرمائیں گے کہ تم نے یہ کتابیں پڑھائی تھیں کہ نہیں بلکہ مجھ سے یہ سوال ہوگا کہ تمہارے علاقہ میں ارتداد پھیل رہا تھالوگ مرتد ہورہے تھےتم نے کیا کیا؟ اس سوال کے ذہن میں آنے سے نیند غائب ہوگئی، ساری رات اسی فکر میں ذہن غلطاں و پیچاں رہااور ایک منٹ کو بھی نہ سوسکا، لیکن صبح ہونے سے پہلے ہی دل ودماغ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اب اپنے علاقہ کےلوگوں میں کام کرنا ہےاوران کے ایمان کی فکر کرنی ہے، پھر اسی ارادہ سے اہل مدرسہ سے اجازت لیکر اپنے یہاں چلا آیا، شروع میں کام کی صورت یہ تھی کہ ایسے علاقوں کے دیہات میں جہاں ارتداد کی وبا عام ہورہی تھی حضرتؒ نے تن تنہا دورہ شروع کیا اور جہاں اور جسے دین کی بات کرنے کا موقع ملتابات کرتے ،اس دورہ کی تفصیلات دریافت کرنے پر حضرتؒ نے فرمایا کہ جولوگ میری سسرال کے لوگوں سے واقف تھے ان سے ان لوگوں کے حوالہ سے بات شروع کرتا۔اسی طرح ایک دن میں کئی کئی دیہات گھوم پھر کردین کی بات ان لوگوں کو پہونچایا کرتا تھاسوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ رات کا قیام کبھی کسی کھلیان میں کبھی کھیتوں کی پگڈنڈیوں پربھی کرنا پڑتا تھااس طرح کام کرتے ہوئے کئی مہینے گذرگئے تومحسوس ہوا کہ مدرسہ کی ضرورت ہے جسے اس کام کے مرکز کے طورپر استعمال کیا جائے اوران لوگوں کے بچوں کو وہاں پڑھانے کے لئے لے جایا جائے۔ مدرسہ کی تجویز حضرتؒ نے باندہ اوراسکے قرب وجوار کے لوگوں کے پاس جاجاکر رکھی ،بعض حضرات سے بڑی امیدیں وابستہ کرکے ان کے پاس گئےلیکن اس کام کے نام سے ہی سب کانوں پر انگلیاں رکھ لیتے تھے لوگوں نے یہ تک کہا صدیق! یہاں جان کے لالے پڑے ہیں اورتم مدرسہ کی بات کرتے ہو۔ بالآخر ہرطرف

سے مایوس ہو کر حضرتؒ نے اپنے گاؤں میں مدرسہ کھول ہی دیا۔ گاؤں والے سب بے حد غریب، کچے کچے مکانات، مسجد بھی چھوٹی اور خستہ مگر مردِ مجاہد کے عزمِ مصمم کے سامنے کوئی رکاوٹ، رکاوٹ نہیں رہی۔ (مولانا زکریا سنبھلی)

مدرسہ ومکتب قائم کرنے کا مجرب طریقہ

ایک صاحب ایک دیہات سے حضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضرت میں بھی اپنے یہاں ایک مکتب قائم کرنا چاہتا ہوں، زمین بھی موجود ہے اسکی طرف توجہ فرمائیں، پڑھانے کیلئے کسی مدرس کو بھیج دیجئے، حضرت نے فرمایا گاؤں میں کتنے لوگ کام کرنے والے ہیں، تنہا آپ کے چاہنے سے تھوڑی مدرسہ چل جائے گا آج کام شروع کریں گے کل مخالفت شروع ہو جائے گی، کچھ اور لوگوں کو یہاں لایئے، مدرسہ قائم کرنے پر آمادہ کیجئے، رغبت دلایئے جب کچھ لوگ تیار ہو جائیں تب کام شروع کریئے اگر کچھ مخالفت بھی ہوگی تو لوگ آپ کا ساتھ دیں گے، کوئی ضرورت پڑے گی تو سب مل کر اسکو پورا کریں گے، تنہا کیسے آپ اتنا بڑا بار برداشت کریں گے لیکن ان صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا پھر حضرت سے اصرار کرنے لگے کہ کسی مدرس کو پڑھانے کیلئے بھیج دیجئے حضرت نے فرمایا ذرا سمجھ سے کام لیجئے ٹھیک ہے اچھا میں آج بھیجے دیتا ہوں، آپ کتنی تنخواہ دیں گے، بارہ سو روپئے اور رہنے کیلئے مکان دیں گے؟ وہ صاحب کہنے لگے جی حضرت بھیج دیجئے انشاء اللہ دونگا۔ حضرت نے فرمایا بات وہ کہیئے جسکو نباہ سکیں تنہا آپ ہر ماہ بارہ سو دیں گے کھانا بھی دیں گے ایک ماہ دیں گے دوسرے ماہ خود چھوڑ دیں گے، جو سمجھا رہا ہوں سمجھ میں نہیں آتا، کہنے لگے حضرت سب کچھ ہو جائے گا آپ دعاء کر دیجئے آپ کی دعاء ہوگی انشاء اللہ کوئی پریشانی نہوگی حضرت نے فرمایا محض عقیدت سے کام نہیں چلتا اور نبی سے زیادہ کسی اور سے عقیدت نہیں ہونی چاہئے۔ دنیا

دارالاسباب ہے یہاں تو اسباب ہی اختیار کرنے پڑیں گے ورنہ پیغمبر کی دعاء سے سب کام چل جاتا۔لیکن حضورﷺ اور صحابہ نے اسباب اختیار کئے۔ کام کی ترتیب یہ بتلاتی ہے کہ پہلے کچھ لوگ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے جب کچھ افراد تیار ہوجاتے تب کام شروع ہوتا، مدینہ پاک میں حضورﷺ نے ہجرت بعد میں فرمائی پہلے کچھ لوگ اسلام لے آئے تھے، اپنے کچھ افراد تیار ہو چکے تھے اسکے بعد حضورﷺ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ پاک مرکز بنا پھر کام کو ترقی ہوئی سنت طریقہ یہی ہے اور سنت طریقہ پر جو کام ہوتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے کام آگے بڑھتا ہے یہی میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ کچھ اور لوگ تیار کیجئے کچھ لوگوں کو یہاں لائے اپنے آدمی بنایئے پھر مدرسہ کی کوشش کیجئے۔

چنانچہ ان کی سمجھ میں آگیا اور کچھ لوگوں کو ہم خیال بنانے میں لگ گئے۔ایک اور واقعہ جبلپور علاقہ کے ایک عالم صاحب کا ہے تشریف لائے اور اپنے یہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے اور مقامی لوگوں سے کچھ پریشان تھے، حضرت نے ان سے فرمایا کہ کام کرنے والے کو چاہئے کہ جس جگہ کام کر رہا ہے وہاں کے لوگوں سے مل جل کر کام کرے سب سے مل کر رہے کٹ کر نہ رہے، اس میں بہت سے نقصانات ہیں، میرا تو مشاہدہ ہے کہ جہاں بھی لوگوں نے مقامی لوگوں سے کٹ کر کام کیا ہے کام میں ترقی نہیں ہوئی یہ کام ہی ایسا ہے کہ سب کو لیکر چلنا پڑتا ہے،، بہت سی باتیں سننا پڑتی ہیں،، بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے اور صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک مدرسہ سے متعلق چند نوجوان حاضر ہوئے اور اہل محلّہ کے عدم تعاون کا شکوہ کر رہے تھے، حضرت نے افسوس ظاہر کیا اور پھر فرمایا کہ اب تو مدرسہ چلانے والوں کو دل سے یہ خیال نکال دینا چاہئے کہ گاؤں والے ہماری مدد کریں گے اب تو حالات ایسے ہیں کہ اگر ہم کو کام کرنے کا موقع مل جائے کہیں بیٹھنے اور ٹھہرنے کی جگہ مل جائے مسجد میں جگہ مل جائے یا مدرسہ کی زمین ہی مل جائے اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے یہی بہت بڑی بات

ہے گاؤں والوں کے تعاون کا خیال دل سے نکال دینا چاہئے اور یہ سمجھ کر کام شروع کریں کہ سارا کام ہم ہی کو کرنا ہے گاؤں والے مخالفت نہ کریں یہی بہت بڑی بات ہے اور یہی ان کا بڑا تعاون ہے۔ اللہ پر بھروسہ کریں اللہ پاک غیب سے اسباب پیدا فرمادے گا۔ (افادات)

بیمار مدرس کی لمبی غیر حاضری کے باوجود تنخواہ

مولانا محمد زکریا سنبھلی مدظلہ کا بیان ہے کہ میری مدرسی کا دوسرا سال تھا ان دنوں ایک چوٹ کے نتیجے میں میری ٹانگ میں شدید درد رہا کرتا تھا، جس کی وجہ سے میں بے چین رہتا تھا اور حسب استطاعت علاج ومعالجہ کرتا رہتا تھا، اسی علاج کے سلسلے میں لکھنؤ آیا اور پھر لکھنؤ سے اپنے وطن سنبھل چلا گیا، دونوں جگہ قیام میں تقریباً پورا ایک مہینہ لگ گیا، جب میں سنبھل سے باندہ کیلئے روانہ ہونے لگا تو بڑے بھائی جناب مولانا ظہیر عالم صاحب نے فرمایا کہ تم پورے مہینہ مدرسہ سے غائب رہے ہو گھر سے اپنے خرچ کے لئے لیجاؤ اور مدرسہ سے اس ماہ کی تنخواہ نہ لینا میں گھر سے آئندہ مہینہ کے لئے خرچ کے لئے پیسے لے کر چلا آیا سنبھل سے باندہ جانے کیلئے راستہ میں لکھنؤ پڑتا ہے اس لئے ایک رات دن لکھنؤ بھی قیام رہا، صبح کو باندہ جانا تھا رات کو عم محترم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے بھی بالکل وہی بات کہی جو بھائی صاحب نے کہی تھی اور ساتھ میں پچاس روپئے بھی دینے لگے میں نے ان سے بھائی صاحب کی بات عرض کردی اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں گھر سے آئندہ مہینہ کے لئے خرچ لے آیا ہوں۔ مختصر یہ کہ میں اس ارادہ کے ساتھ مدرسہ پہونچا کہ اس ماہ کی تنخواہ نہیں لینی ہے، حضرت کے مدرسہ میں اس وقت تنخواہ دینے کا معمول یہ تھا کہ پہلی ہی تاریخ کو حضرت اساتذہ کو بلاتے تھے اور اساتذہ حضرت کے کمرے میں جاکر تنخواہ لے لیتے تھے اگر کوئی استاد کسی وجہ سے وہاں نہیں جاسکتے تھے حضرت ان کو مسجد میں یا ان استاد کے کمرے پر جہاں بھی ملاقات ہوجائے تنخواہ دیدیا کرتے تھے، میرے مدرسہ

پہونچنے کے بعد حضرت نے تنخواہ دینے کے لئے مجھے دوتین بار یاد فرمایا میں حاضر نہیں ہوا تو ظہر کے بعد مسجد ہی میں خود ملاقات کی اور فرمایا میں نے تو تین بار آپ کو بلایا آپ تشریف نہیں لائے۔ میں نے اپنی بات سنبھل سے لیکر لکھنؤ تک پوری ذکر کردی اور خاص طور پر یہ کہ میں پیسے لیکر آیا ہوں، حضرت جیب سے رقم نکال کر مجھے دینے لگے اور میرے لینے پر اصرار بھی کرنے لگے اسی اصرار وانکار میں میری زبان سے یہ نکل گیا حضرت جب میں نے پورے مہینہ پڑھایا نہیں تو میرے لئے تنخواہ لینا کیسے جائز ہے، حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا مسئلہ ہم بھی جانتے ہیں لیکن پھر بھی جب میں اپنے انکار پر قائم رہا تو حضرت کو اصل بات کہنی پڑی اور وہی اس پورے واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصود اور اس قصہ پارینہ کا حاصل ہے۔ فرمایا مولانا! (حضرت اپنے یہاں کے اساتذہ کو مولانا ہی کہتے ہیں) جس دن سے آپ گئے ہیں میں نے آپ کے اسباق آپ کی طرف سے پڑھائے ہیں آپ کے ایک بھی سبق کا ناغہ نہیں ہوا ہے۔ آہ بے مثال باتیں بس انہیں کے ساتھ چلی گئیں۔

اساتذہ کے درمیان میل ومحبت کا واقعہ

مولا محمد زکریا سنبھلی ہی رقم طراز ہیں کہ حضرت کو اس کا بہت خیال رہتا تھا کہ اساتذہ کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت اور شفقت کا جذبہ ہی رہے، حضرت کا یہ بھی معمول تھا کہ کسی اہم مسئلہ کے پیش آنے پر اساتذہ ہی کو مشورہ کے لئے بلایا کرتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر کسی مسئلہ میں میری اور مولانا نفیس اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر المدرسین) کی رائے میں اختلاف تھا میرے نزدیک اس مسئلہ میں مولانا کی رائے بالکل قابل قبول نہ تھی۔ اختلاف رائے میں میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا مولانا آپ کو اپنی رائے پر بہت اصرار ہوتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ لہجہ بھی کچھ نامناسب ہی رہا ہوگا۔ مولانا نفیس اکبر صاحب نے (بھی جواباً فرمایا) میرا خیال آپ کے بارے میں بھی

یہی ہے اس کے بعد مجلس زیادہ دیر نہ چلی اور اس مسئلہ میں غالباً کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ہم لوگ مجلس والے کمرے سے نکل آئے اور فوراً ہی میں نے مولانا نفیس اکبر صاحب سے اپنے جملہ اور طرز عمل کی معذرت کی مولانا نے فرمایا کہ میں نے بھی پورا جواب دے دیا تھا اس میں معذرت کی کیا بات ہے۔بہر حال ہم دونوں کے دل بالکل صاف رہے اور اسی طرح بشاشت اور محبت وشفقت کے ساتھ ملتے رہے۔لیکن حضرت کو بظاہر اسکا خیال رہا چند دن کے بعد مجھے کسی کام سے لکھنؤ آنا تھا آتے وقت جب حضرت سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ مولانا نفیس اکبر صاحب سے مل لئے؟ اس طرح کا سوال بالکل نیا تھا میں نے عرض کیا مولانا سے ملاقات تو نہیں ہوئی فرمایا مل لیجئے۔میں وہاں سے آیا اور مولانا نفیس اکبر صاحب سے ملاقات کرلی لیکن ذہن نے آگے کچھ کام نہیں کیا، جب لکھنؤ سے واپس آیا اور حضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے پھر وہی بات کہی کہ مولانا نفیس اکبر صاحب سے مل لیجئے گا اب میرے ذہن میں یہ بات کہ شاید حضرت یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم دونوں کے دلوں میں کچھ میل ہے اور چونکہ غلطی میری تھی اور میں ہر طرح چھوٹا بھی تھا، اس لئے حضرت یہ چاہتے تھے کہ صفائی میں کروں جب میں نے یہ سمجھ لیا تو کئی بار حضرت کے سامنے مولانا نفیس صاحب کے ساتھ اپنے حسن تعلق کا عملی وقولی اظہار کردیا بس وہ مطمئن ہوگئے۔برسوں بعد میں نے اس پورے واقعہ کا ذکر حضرت سے کیا تو سن کر بس مسکرائے۔

مولوی نما تدریس کے شوقین صاحب اور حضرت کی کرم فرمائی

کسی دیہات سے مولوی نما ایک صاحب حضرتؒ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ فلاں گاؤں میں مدرسہ میں پڑھانے کیلئے مجھے بھیج دیجئے حضرت نے فرمایا قرآن پاک اور اردو لاؤ کچھ سناؤ کیسا پڑھتے ہو ایک مدرس بھی موجود تھے، ان سے کہا ان کا سنئے، سنانے پر معلوم ہوا کہ ان کو اردو پڑھنا بھی نہیں آتا، حضرت نے ان سے فرمایا ہجے لگاؤ،

ہجے بھی نہ لگا سکے اور کہنے لگے کہ میں پڑھ لیتا ہوں لیکن آپ کے ڈر اور رعب کی وجہ سے یہاں زبان رک گئی ہڑبھڑا گیا، حضرت نے مدرس سے فرمایا کہ ان کو باہر لے جاؤ اور ان کا سنو باہر جا کر مدرس صاحب نے سنا اور آ کر بتایا کہ ان کو کچھ بھی نہیں آتا ہجے بھی نہیں لگا سکتے حضرت نے ان سے فرمایا جب تم کو خود ہی نہیں آتا تو کیسے پڑھاؤ گے وہ صاحب کہنے لگے مجھے آتا ہے بچوں کو پڑھالوں گا مدرس صاحب نے بتایا کہ ان کو قاعدہ پڑھنا بھی نہیں آتا، حضرت نے ان سے فرمایا کہ ایسا ہے کہ کچھ دن کیلئے تم یہاں رہ جاؤ خوب محنت سے پڑھو میں تم کو کھانا اور رہنے کیلئے کمرہ اور تنخواہ بھی دونگا کچھ دن پڑھ لو پھر پڑھانے چلے جانا کہنے لگے ابھی بھیج دیجئے وہاں جو مولوی صاحب ہیں ان ہی سے پڑھتا رہوں گا حضرت نے فرمایا یہ تو نہیں ہوگا، یہیں رہ کر پڑھئے ورنہ چھوڑ دیجئے، ان کے لئے ایک قاعدہ منگایا گیا، کہنے لگے یہ تو مجھ کو آتا ہے، حضرت نے فرمایا آتا تو ہے لیکن اس میں آپ کو پڑھانے کا طریقہ بھی بتلایا جائے گا۔ چنانچہ وہ نورانی قاعدہ کی مشق کر کے لائق بن گئے۔

ایک مرتبہ حضرت کو اپنے مدرسہ میں ایک قاری و مجوّد کی ضرورت تھی ایک صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے ایک قاری صاحب کو بلا لیا گیا ان سے نمازیں پڑھوائیں گئیں لیکن معلوم ہوا کہ چند رکوع کی مشق تو کر لی ہے خوب گا لیتے ہیں لیکن فن سے مناسبت نہیں تلفظ بھی پورے طور پر صحیح نہیں ادا ہوتے حضرت نے ان سے بھی فرمایا کہ کچھ دن آپ یہاں بڑے قاری صاحب سے پڑھتے رہئے مشق کرتے رہئے اور پڑھاتے بھی رہئے میں آپ کو تنخواہ پوری دونگا۔ لیکن وہ اس پر تیار نہ ہوئے اور چلے گئے آج تک ان کا پتہ نہیں کیا حال ہے۔ (افادات)

(ف) حضرت والا نے سینکڑوں اس قسم کے ناقص افراد کے نقائص کی اصلاح کر کے باکمال و لائق بنایا ہے اور اس طرح خام مال کی خامی دور کر کے پختہ مال اپنے کارخانہ سے تیار فرما کر دوسرے تعلیم گاہوں میں سپلائی فرماتے رہے۔

ہتھوڑا میں جامعہ، جنگل میں منگل

حضرت کا مدرسہ اب تو ایک عظیم الشان قلعہ معلوم ہوتا ہے جس وقت مدرسہ کا دسواں حصہ بھی تعمیر نہیں ہوا تھا اسی وقت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے مدرسہ دیکھ کر تحریر فرمایا تھا ''اللہ اکبر!'' گاؤں کتنا چھوٹا، مدرسہ کتنا بڑا، اللہ کے دین کے قلعے کہاں کہاں اور کیسے کیسے اللہ کے بندوں نے تعمیر کردیئے ہیں بالکل جنگل میں منگل معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عمارتیں کیسے بنی ہیں موجودہ دور میں اسکا تصور بھی مشکل ہے۔ مدرسہ کی تعمیر کے لئے خود چھوٹا سا ایک بھٹہ لگایا جاتا تھا اس میں ہر ہر مرحلہ پر خود حضرتؒ اور اساتذہ و طلباء کام کرتے تھے پھر تعمیر کے کام میں حضرتؒ کے ساتھ اساتذہ وطلباء بالکل مزدوروں کی طرح لگ جاتے تھے مورنگ اور سیمنٹ کے مسالے سے ہاتھوں پاؤں میں گہرے زخم ہوجاتے تھے۔ یہ جو قلعہ نما عمارت بنی ہے اس میں بلا مبالغہ حضرت اور حضرت کے مدرسہ کے کتنے ہی اساتذہ وطلباء کا پسینہ ہی نہیں خون بھی شامل ہے۔

مدرسہ کے قریب ایک نالہ ہے برسات میں اسکا پانی اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے کنکر بڑی مقدار میں بہالاتا ہے اور کنکر خاص جگہوں پر نالے کے کنارے جمع ہوجاتے ہیں، پتھر کی تعمیر میں چونے کے ساتھ ملا کر یہ کنکر استعمال کئے جاتے ہیں حضرتؒ اس بات سے بہت واقف تھے کہ نالے کے کس کس موڑ پر کنکر زیادہ ملتے ہیں پھر ان کو جمع کرنا اور ڈھونا بھی خود جانتے تھے طلباء کو لیکر خود نالے پر تشریف لے جاتے طلباء کے ساتھ کنکر جمع کرتے ان کو ٹوکریوں میں کر کے خود ڈھوتے اور بیل گاڑی پر لاد کر لاتے تھے حضرت کے ساتھ کام کرنے میں بڑا مزہ آتا تھا، سب ہی لوگ حضرتؒ سے بھی بے تکلف تھے بلکہ بعض طلباء تو جو پرانے ہوچکے تھے حضرت سے چھیڑ چھاڑ بھی کرلیتے تھے، ایسا پیارا اور محبوب مربی نہ دیکھا نہ سنا۔ لطیفے بھی ہوتے تھے حضرت ہنستے ہنساتے بھی تھے، ایسی حسین ہنسی اور اتنے خوبصورت دانت کم ہی دیکھے ہونگے۔ تعمیر کے سلسلہ میں سب

لوگوں سے مشورے بھی لئے جاتے اور مشوروں کو قبول بھی فرماتے تھے اس طرح تنکا تنکا کرکے یہ آشیانہ تعمیر ہوا ہے اپنے مدرسہ کے علاوہ حضرت کو بستی بستی قریہ قریہ مکاتب کے قیام کی بہت فکر رہتی تھی ایسے مدرسے یا مکاتب جنکا پورا خرچ حضرت ہی کے ذمہ تھا تقریباً سو تھے اللہ جانے کتنے ہی دیہات ہیں جہاں مسلمانوں کی اقلیت میں ہونے کی وجہ سے مسجد نہ بن سکی تھی حضرتؒ نے وہاں کے ہندو بھائیوں کو اعتماد میں لیکر مسجدیں بنوادیں۔ جہاں مسجد کی گنجائش نظر نہ آئی وہاں قبلہ رخ ایک کمرہ درسگاہ کے نام بنوادیا اور اس میں تعلیم اور نماز کا نظم فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ جس گاؤں میں مسجد یا مکتب ہے اس گاؤں کے مسلمانوں اور جس گاؤں میں یہ مسجد نہیں ہے وہاں کے مسلمانوں میں دینی اعتبار سے زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ (مولانا زکریا سنبھلی)

حضرت بھولئے گا نہیں

ابتدائی عہد میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کام کرتے کرتے شام ہوگئی حضرت نے فرمایا اس وقت جو طالب علم میرے ساتھ کام کررہے ہیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر جنت میں گیا تو سب کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا طلباء کو بھی سوجھی تو انہوں نے حضرت سے کہا اور بار بار کہا حضرت بھولئے گا نہیں۔ یہ کہتے جاتے اور کام کرتے جاتے تھے، حضرت جواب میں فرماتے رہتے کہ میں گیا تو ضرور لے جاؤں گا اس وقت ۴۰۔۴۵ طلباء تھے سب خوشی کے ساتھ کام میں لگے رہے، اور اس طرح غزوہ خندق کے اس حال کی ایک جھلک سامنے آئی کہ خندق کھودنے میں ایک طرف صحابہ کی زبانوں پر شوق وذوق کے کلمات واشعار تھے اور دوسری طرف زبان نبوی پر یہ کلمات:

اللھم لاعیش الا عیش الآخرۃ　　فاغفر الانصار والمھاجرۃ

(تذکرۃ الصدیق)

خواب میں جامعہ کی بشارت

حضرتؒ کے ابتدائی زمانہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (استاذ جامعہ) نے سنایا تھا کہ مدرسہ کی ابتدائی زندگی میں ہم چند طلباء تھے کھانے رہنے اوڑھنے، بچھونے کا صحیح ٹھکانہ نہ تھا برسات سردی گرمی سے بچاؤ کا کوئی ٹھیک انتظام نہ تھا۔ ایک مرتبہ برسات میں چھپر ٹپک رہا تھا حضرت ایک گوشہ میں طلباء کو سبق پڑھا رہے تھے پڑھاتے پڑھاتے حضرت کی آنکھ لگ گئی ذرا ہی دیر میں بیدار ہوکر مسکراتے ہوئے عجیب خواب بیان کیا کہ بڑی لمبی چوڑی دومنزلہ عمارتیں کھڑی ہیں لوگوں کا آنا جانا لگا ہے طلباء کی چہل پہل ہے طلباء اس خواب کو سنکر حیرت وتعجب سے ہنسے کہ یہاں سر چھپانے کی جگہ نہیں حضرت مدرسہ کی بلڈنگوں کی بات فرمارہے ہیں لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالی نے خواب کو حقیقت بنادیا اور سب نے اسکا مشاہدہ کرلیا۔

خوردہ نوازی اساتذہ وطلباء کے ساتھ حسن سلوک

مولانا محمد زکریا سنبھلی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت والاؒ جب باندہ تشریف لے جاتے تو اساتذہ سے دریافت فرماتے کہ میں باندہ جارہا ہوں کوئی کام تو نہیں ہے اور یہ سوال اتنا مبنی برحقیقت ہوتا تھا کہ بعض اساتذہ بتلا بھی دیتے تھے کہ یہ کام ہے اور حضرتؒ وہ کام کرتے بھی تھے۔ میرے ساتھ تو یہ بھی لطف وکرم بارہا ہوا کہ باندہ سے کوئی چیز لائے اور کمرہ پرآکر بہت آہستہ سے آواز دی اور فرمایا کہ میں باندہ گیا تھا یہ چیز آپ کے لئے لے آیا ہوں، ان چیزوں میں کبھی کوئی موسم کا پھل ہوتا کبھی مٹھائی ہوتی یہ معاملہ اور اساتذہ کے ساتھ بھی ہوتا ہوگا مگر مجھے تو اپنے ساتھ ہونے والے لطف وکرم کا علم ہوتا تھا باقی حضرت کے لطف وکرم سب ہی اساتذہ کے ساتھ یکساں تھے۔ لیکن اخفاء

کا یہ حال تھا کہ کسی دوسرے کے ساتھ ہونے والے احسانات کا علم کم ہی ہوتا تھا اس لئے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ حضرتؒ مجھ سے زیادہ محبت فرماتے ہیں مدرسہ کے سب ہی اساتذہ ہر اعتبار سے حضرتؒ سے بہت چھوٹے تھے۔ لیکن حضرت سب کو اپنا محترم اور مخدوم بنا کر رکھتے تھے اگر کبھی کسی استاذ نے تنخواہ لینے کیلئے حضرتؒ کے پاس جانے میں تاخیر کر دی تو حضرت اسکی قیام گاہ پر تشریف لاکر خود تنخواہ عنایت فرماتے تھے۔ طلباء کے ساتھ اپنی اولاد سے بھی زیادہ شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے۔ ان کی ہر طرح کی فکر فرماتے، طلباء کو کھانا تو مدرسہ سے ملتا ہی ہے۔ کسی غریب طالب علم کے پاس کپڑے نہ ہوتے تو اسکی بھی فکر فرماتے وقتاً فوقتاً ایسے طلباء کو نقد روپئے پیسے بھی دیتے۔ ان کی دوا علاج کا بھرپور اہتمام فرماتے مدرسہ کے ایک طالب علم کے چیچک نکل آئی تھی، حضرتؒ سفر میں تھے تین چار دن کے بعد سفر سے آئے آتے ہی مدرسہ اور اہل مدرسہ کی خیریت دریافت کی جب اس طالب علم کی چیچک کا علم ہوا تو بے چین ہو گئے اور فوراً باندہ واپس جانے کا ارادہ فرمالیا ہم لوگوں نے ہر چند عرض کیا کہ آپ ابھی طویل سفر سے تشریف لائے ہیں، سخت گرمی کا وقت ہے کسی کو بھی اپنا خط لیکر باندہ کے کسی ڈاکٹر کے پاس بھیج دیجئے۔ لیکن کسی طرح ہم لوگوں کی درخواست قبول نہیں فرمائی اور سخت دھوپ میں باندہ تشریف لے گئے۔ اس وقت باندہ جانے کیلئے دو کلو میٹر پیدل چل کر بس سے جانا پڑتا تھا، بس کا انتظام بھی بہت اچھا نہ تھا، خصوصاً دوپہر میں تو بعض اوقات کافی انتظار کرنے پر بس ملتی تھی اتنی دیر لو کے تھپیڑوں سے ہی واسطہ پڑتا تھا، حضرت مدرسہ سے تقریباً بارہ بجے روانہ ہوئے تھے اور تین بجے باندہ کے کئی ڈاکٹروں کو لیکر جو سب ہی حضرتؒ سے نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے تشریف لائے ڈاکٹروں نے اس طالب علم کو دیکھا اور حضرت کو اطمینان دلایا جب تک وہ طالب علم صحت یاب نہ ہو گئے تب تک حضرتؒ ان کی تیمارداری اور دوا علاج کی فکر خود فرماتے رہے۔ ایک بار ایک پرانے شاگرد کی کسی بات پر ذکر فرمانے لگے، اس شخص کا میں نے پیشاب پاخانہ دھویا ہے اور فرمایا یہ حقیقت ہے مبالغہ نہیں۔

اطراف کے طلباء کی رعایت کا ایک واقعہ

ضلع باندہ اور اسکے قرب وجوار کے دیہات میں مسئلہ صرف علم اور دینداری کے نہ ہونے کا نہیں تھا بلکہ اسلام کی بقا اور عدم بقاء کا مسئلہ تھا۔ اس لئے مولانا ان دیہات کے طلباء کی بہت رعایت کرتے تھے۔ یہ طلباء اگر مدرسہ میں پڑے رہیں خواہ پڑھنے لکھنے کی طرف زیادہ توجہ نہ دیں تب بھی مولاناؒ کو ان کا قیام منظور تھا۔ میں اپنی کوتاہ نظری سے کبھی کبھی ایسے نہ پڑھنے والے طلباء کی بابت کچھ نامناسب گفتگو بھی حضرتؒ سے کرلیا کرتا تھا۔ ایک طالب علم لال محمد تھا، بالکل نہ پڑھتا تھا، کئی بار کہا کہ حضرت اسکو گھر بھیج دیجئے، حضرت ٹال دیتے، ایک دن فرمانے لگے لوگ کہتے تھے لال محمد نہیں پڑھ پائے گا دیکھئے اسکا قرآن مجید ناظرہ ختم ہوگیا۔ میں سمجھ گیا مخاطب میں ہی ہوں میں نے عرض کیا اس نے پانچ سال میں صرف ناظرہ قرآن ختم کیا ہے میرے نزدیک مدرسہ کی رقم کسی طالب علم پر صرف ناظرہ کیلئے پانچ سال تک خرچ کرنا جائز نہیں، حضرتؒ کا جملہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ کس قدر شان جلالی کے ساتھ فرمایا مولانا! اپنے گاؤں میں اسلام کو سمجھنے والا صرف لال محمد ہوگا، اس علاقہ کے لڑکے یہاں پڑے رہیں خواہ ایک لفظ نہ پڑھیں تب بھی مجھے گوارا ہے، میں سچ عرض کرتا ہوں، بالکل ایسا محسوس ہوا کہ میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا اس جملہ سے وہ سامنے سے ہٹ گیا مجھے اپنی وہ کیفیت بھی ابھی تک یاد ہے، بہت دیر تک اپنی کوتاہ بینی اور حضرت کی نگاہ کی دوررسی کو سوچتا رہا اس اللہ کے بندے کی نگاہ ہر وقت کہاں کہاں رہتی ہے ہم لوگ تو غور وفکر کے بعد بھی وہاں تک نہیں پہونچ سکتے۔

(مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوہ لکھنؤ)

ابتدائی زمانہ کی تنگی میں اہلیہ مرحومہ کی قربانی

مدرسہ کے ابتدائی دور میں جب مدرسہ میں لڑکے بہت کم تھے تو تیس پینتیس

لڑکوں کا دونوں وقت کا کھانا خود حضرت کی اہلیہ پکاتی تھیں کچے مدرسہ کی دیوار کا پلاسٹر وغیرہ خود کرتی تھیں اپنے ہاتھ سے ایک مرتبہ مدرسہ کے مکان کی دیوار کا پلاسٹر کرتے ہوئے اوپر سے گر پڑیں ہڈی میں چوٹ آ گئی جسکا درد سردی کے موسم میں آخر تک محسوس ہوتا رہا۔ یہ حضرت کی اہلیہ کی بے پناہ قربانی تھی ورنہ حضرت کی اہلیہ بہت رئیس گھرانہ کی، ناز ونعمت کی پروردہ تھیں، حضرت فرماتے ہیں کہ میرے خسر صاحب بہت بڑے آدمی تھے۔ بہت کافی زمین تھی سات سو من غلہ پیدا ہوتا تھا کئی لڑکوں کے بعد صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، اسلئے ماں باپ کی بہت دلاری تھیں، بڑی ناز ونعمت اور لاڈ و پیار سے پرورش پائی، لیکن بڑی صابرہ وشاکرہ ہیں، بڑی عسرت وتنگدستی میں زندگی گذار دی اور کبھی کسی قسم کا شکوہ شکایت زبان پر نہیں آیا۔ (افادات صدیق)

آغاز تجارت کا ایک واقعہ

حضرت کے پیر مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے حضرت سے فرمایا تھا کہ ہو سکے تو تنخواہ لئے بغیر لوجہ اللہ دین کی خدمت کرنا چنانچہ حضرت نے اعلیٰ طریقہ اپنے لئے تجویز فرمایا اور اسی بات کی اپنے صاحبزادگان کو تلقین فرمائی کہ تنخواہ لئے بغیر ہی دین کا کام کرنا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اسباب معیشت کے طور پر تجارت کا ارادہ فرمایا، حسب موقع جب کانپور تشریف لے جاتے تو وہاں سے کپڑے اور دری وغیرہ خرید لاتے اور جب گاؤں وغیرہ میں جہاں تبلیغی مقاصد سے دورے ہوتے وہاں تجارت بھی کرلیا کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت نے دوران تقریر اپنی آغاز تجارت کا واقعہ سنایا ارشاد فرمایا کہ:

ابتداء میں جب میں نے تجارت شروع کی اور اپنے گھر کے چبوترہ پر کپڑے لے کر بیٹھا تو ایک صاحب تشریف لائے اور تمسخر کے انداز میں کہا کہ مولانا یہ کپڑا کتنے

میں ہے، انکا اتنا کہنا تھا کہ میں پانی پانی ہوگیا، بڑی شرم معلوم ہوئی مارے شرم کے میں نے کپڑے اٹھائے اور باندھ کر رکھ دیئے اور چادر اوڑھ کر لیٹ گیا اور مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ مجھ سے نہ کھانا کھایا جائے نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہے، میری والدہ پریشان کہ اسکو کیا ہوگیا میں نے حضرت ناظم صاحب کو خط لکھا اور اس میں اپنے یہ حالات بھی لکھے، حضرت نے اسکے جواب میں صرف ایک جملہ تحریر فرمایا تھا، ایسا معلوم ہوا کہ جیسے دل سے کانٹا نکل گیا، بالکل اطمینان ہوگیا اور سابقہ کیفیت جاتی رہی۔ (بزرگوں سے تعلق رکھنے میں یہی فائدہ ہوتا ہے۔) حضرت ناظم صاحبؒ نے تحریر فرمایا تھا کہ: ''صدیق چوری کرنا، خیانت کرنا، تو عیب، ذلت اور شرم کی بات ہے۔ رزق حلال کے لئے کوشش کرنا، تجارت کرنا، عیب اور ذلت یا شرم کی بات نہیں''۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکے بعد الحمدللہ وہ حیاوشرم ختم ہوگئی اور پھر تو گاؤں گاؤں جا کر تجارت کرتا تھا اور ساتھ ہی تبلیغ کرتا تھا۔

(حیات صدیق۔ص:۱۴۵)

سفر میں محتاجی چھپانے کا حیلہ

بسا اوقات حضرت باندہ کیلئے کسی تقاضے سے نکلتے لیکن جیب میں باندہ کیلئے کرایہ کے پیسے نہ ہوتے تھے سڑک پر پہنچنے کے بعد پیدل چلتے اگر پیچھے سے بس آتی تو سڑک پر ایک کنارے بیٹھ جاتے کہ شناخت نہ ہو اور کوئی تقاضہ نہ ہو۔ (تذکرۃ الصدیق)

اہل جلسہ کی بے حسی واپسی کرایہ کیلئے حضرت نے لنگی بیچی

حضرت نے خود سنایا: ایک جلسہ میں جانا ہوا، جاتے وقت ایک صاحب ساتھ تھے جنہوں نے مصارف خرچ برداشت کئے، واپسی پر مجھے بس میں بٹھا دیا کرایہ تک نہ دیا، میری جیب میں بہت مختصر سی رقم تھی ٹکٹ لیا، (جہاں تک کا کرایہ تھا) اور بدرجہ مجبوری اگلے اسٹیشن پر اترنا پڑا اور

''میرے جھولے میں ایک مستعمل نئ لنگی تھی جسے ایک دوکاندار کے ہاتھوں بہت کم پیسوں میں فروخت کر کے کسی طرح مدرسہ پر پہونچا''

ایک مرتبہ حضرت ممبئی سے تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ایک جگہ اترے، اب آگے کے سفر کا پورا کرایہ نہ تھا، اور بظاہر اسی مجبوری سے اترے، وہاں محبین نے ہدایا وغیرہ کی پیشکش کی تو بقدر ضرورت باقی کرایہ لے لیا۔ (تذکرۃ الصدیق)

مایوس کن حالات میں جلسہ میں شرکت

ایک واقعہ انیس الہ آبادی صاحب (شاعر) کا بیان کردہ سنئے وہ تحریر فرماتے ہیں: جب بابری مسجد کے سلسلے میں پورے ملک اور بالخصوص صوبہ یوپی میں فرقہ وارانہ کشیدگی شباب پر تھی، لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلنے میں جان کا خطرہ محسوس کر رہے تھے میں اپنے گھر میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آج نو بجے دن کو تحصیل ہنڈیہ کے ایک گاؤں کے مکتب میں سیرت کا جلسہ ہے، جس میں حضرت والا کو مدعو کیا گیا ہے اور مجھ کو بھی۔ ان حالات میں جلسہ ملتوی ہو جانے کی اور حضرت کے تشریف لانے کی امید بھی کم ہے، اتنے میں کال بیل بجی باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک جیپ کھڑی ہے اور اس پر حضرت تشریف فرما ہیں حضرت نے فرمایا انیس بھائی آج ہنڈیہ کا جلسہ ہے آپ کا بھی نام ہے جلدی تیار ہو کر آجائیں، میں ابھی ٹرین سے آیا ہوں اور آپ کو لینے یہاں تک آ گیا ہوں۔ میں نے عرض کیا حضرت آج کا دن تو خاص طور سے فرقہ پرستوں نے متعین کر رکھا ہے، اللہ جانے اجودھیا میں کیا ہو، ایسی صورت میں تو جلسہ ملتوی کر دینا چاہئے۔ فرمایا:

''نہیں یہ سب کچھ نہیں، آپ کیسی باتیں کرتے ہیں جلسہ انشاء اللہ ہوگا، ماحول کیسا بھی ہو، کیا ہم دین کا کام بند کر دیں گے، ان بے چاروں نے پہلے سے جلسے کی تاریخ مقرر کر رکھی ہے۔ دس آدمی ہوں تو بھی انشاء اللہ جلسہ ہوگا۔'' (تذکرۃ الصدیق)

آلو ڈھونے کا واقعہ

مدرسہ قائم ہونے کے بعد بھی اپنی خانگی زندگی میں حضرت قاری صاحب جس عسرت اور تنگی سے دوچار تھے اسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے جسکو مولانا مفتی عتیق احمد قاسمی نے مولانا عبدالقیوم صاحب (ناظم مدرسہ اصلاح المسلمین جمداشاہی بستی) کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ حضرت قاری صاحبؒ نے مولانا موصوف سے بیان فرمایا کہ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا کیا حالات گذرے ایک زمانہ میں گذران کی اتنی تنگی تھی کہ میں شہر باندہ سے آلو خریدتا اسے آٹھ نو گٹھر میں باندھ لیتا تاکہ اٹھانا آسان ہو بس سے لاکر دکر نومیل (ہتھورا سے پہلے ایک مقام کا نام ہے) پر لاتا وہاں سے ہتھورا دو میل فاصلہ پر ہے نومیل سے ہتورا آلو کے گٹھر اس طرح لاتا کہ ایک گٹھر کچھ فاصلہ پر اٹھا کر رکھتا، دوسرا گٹھر اس سے کچھ آگے لیجا کر رکھتا اس طرح سارے گٹھر یکے بعد دیگرے منتقل کرتا رہتا رفتہ رفتہ ہتھورا پہونچ جاتا یہ آلو ہتھورا میں بیچ لیتا۔ اصل قیمت نکل جانے کے بعد جو آلو بچتے اسی سے گھر کا خرچ چلتا اس وقت آلو ہی پر گذارا کرنا پڑتا۔

(فکر اسلامی صدیق نمبر)

ابتدائی دور کی اجنبیت اور حضرت کے تبلیغی دورے

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب خلیفہ مجاز صحبت حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ احقر حضرت کے ساتھ سفر میں تھا، گاڑی ''کرواں''، ضلع فتح پور سے گذر رہی تھی، کرواں والوں نے حضرت کو اصرار سے روک کر ناشتہ کرایا ناشتہ کے بعد جب حضرت گاڑی میں بیٹھ گئے تو ارشاد فرمایا کہ یہ وہ علاقہ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو کسی زمانہ میں دین سے بالکل دور تھے مجھے جانتے بھی نہ تھے بلکہ پورے علاقے میں مجھے کوئی جاننے والا نہ تھا لیکن میں نے آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا اور برابر آتا جاتا رہا،

کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح یہاں ایک مکتب کی شکل ہو جائے، رفتہ رفتہ کچھ لوگ ہم خیال ہوئے۔ لیکن یہاں آنے کے بعد کھانا وغیرہ کبھی ان کے یہاں نہ کھاتا تھا، اپنا کھانا خود ساتھ لاتا اور وہی کھاتا، آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہا، اس وقت پورے علاقہ میں بدعت کا زور تھا، اس وقت ایک بدعتی مولوی آتے تھے انکی تقریریں بھی ہوتی تھیں تمام ہدایا تحائف سمیٹ کر لے جاتے تھے، میری مخالفت بھی شروع ہوئی لیکن میں نے کبھی کسی بات کا جواب نہ دیا، بحث مباحثہ نہیں کیا، خاموشی سے کام کرتا رہا، کچھ اپنے لوگ بھی تیار ہو گئے تھے، ان کی بھی مخالفت ہونے لگی میں نے ان سے کہا کہ اپنا کام کئے جاؤ ان سے مزاحمت ہرگز نہ کرنا، مقابلہ کبھی نہ کرنا، بحث مباحثہ بھی نہ کرنا، وہ جو کریں کرنے دینا۔ رفتہ رفتہ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا ان لوگوں نے مدرسہ کی بنیاد ڈال دی تھی، مدرسہ کئی بار بند ہوا پھر کھلا، اس طرح سلسلہ چلتا رہا، مسجد میں سلام بھی ہوتا تھا، میں نے اپنے لوگوں کو اسکی مخالفت سے بھی منع کر دیا تھا، اور میں خود برابر جاتا رہا لوگوں سے ملاقات کرتا رہا، اللہ کا شکر ہے کہ اب صورتحال یہ ہے کہ سارے لوگ اپنے ہیں اپنا مدرسہ بھی چل رہا ہے، بدعت کا زور بھی ختم ہے اور ان بدعتی مولوی صاحب کا تو آنا ہی بند ہو گیا، اب تو کوئی ان کو جانتا بھی نہیں۔

مدرسہ اسلامیہ فتح پور سے مستعفی ہونے کے بعد جب حضرت نے علاقہ کا دورہ فرمایا، بہت کم ہی ایسے گاؤں ہوں گے جہاں حضرت اقدس کے قدم نہ پہونچے ہوں، ان تبلیغی دوروں میں حضرت کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہر ہر بستی میں ایک مسجد و مکتب کا قیام ہو جائے یا گاؤں سے کچھ ایسے لڑکے مل جائیں جن پر محنت کر کے ان کو دینی تعلیم دی جائے۔ اور یہ کوشش اخیر عمر تک بلکہ مرتے دم تک جاری رہی وفات سے دو روز قبل بھی قریب کے ایک گاؤں کے سلسلہ میں مسجد و مدرسہ کے قیام کا مشورہ فرما رہے تھے۔

برادر معظم مفتی زید صاحب نے حضرت سے استفسار فرمایا کہ حضرت اس زمانہ

میں علاقہ میں کس طرح کام کرتے تھے لوگ کیسے مانوس ہوئے کیا تعویذ کا سلسلہ اس وقت بھی تھا؟ حضرت نے فرمایا تعویذ تو اس وقت لکھتا نہ تھا نہ اس کام کی اتنی شہرت تھی کبھی کسی کو لکھ دیا تو لکھ دیا بس میں تو جا کر لوگوں سے ملاقات کرتا تھا کبھی کچھ لوگوں کو جمع کیا اور دو چار باتیں کہہ دیں۔ اور واپس آ گیا ان سے لیتا کچھ نہ تھا، کھانا بھی نہیں کھاتا تھا کبھی ساگ وغیرہ کھالیا کرتا تھا اور اکثر مسجد میں سویا کرتا تھا کبھی کسی کے کھیت کھلیان میں سو جایا کرتا تھا اور یہ پورا سفر پیدل ہی کرتا تھا۔ ایک قصہ بھی حضرت نے سنایا کہ

ایک مرتبہ کئی دیہاتوں کا سفر کرتے کرتے راستہ بھٹک گیا معلوم نہیں کس طرح میں جنگل پہونچ گیا چاروں طرف جنگل ہی جنگل تھا اور دور دور تک کوئی آبادی نظر نہیں آ رہی تھی میں جنگل میں بالکل تنہا تھا، شام ہوئی رات ہوگئی اب میں بہت پریشان ہوا سامنے سے دیکھا کہ دو بھیڑیئے چلے آ رہے ہیں میں بہت گھبرایا کہ اللہ! اب تو خیر نہیں اس وقت اللہ سے دعاء کی اور یہ آیت پڑھی **انهم يكيدون كيدا واكيد كيدا فمهل الكفرين امهلهم رويدا.** پھر وہ بھیڑیئے بھاگ گئے بڑی مشکل سے مجھے راستہ ملا اور ایک گاؤں میں جا کر ہندو کے یہاں میں نے رات گذاری۔

پرمشقت اسفار کی کہانی

(۱) حضرت کے ابتدائی دور کے واقعات میں سے ایک عجیب واقعہ حضرت مولانا نفیس اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر المدرسین جامعہ عربیہ ہتھورا بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے مجھ سے خود بیان فرمایا کہ ایک بار ہتھورا سے کھرہنڈ ہوتے ہوئے تنہا پیدل سفر کیا قصبہ نرینی جانا تھا درمیان میں موضع شیخن پور میں رات ہوگئی۔ سردی کا موسم بستر وغیرہ ساتھ نہیں، ناشتہ بھی نہیں گاؤں کے لوگوں سے کوئی جان پہچان نہیں، ایسی حالت میں گاؤں کی مسجد میں جا کر نماز پڑھی اور مسجد کی چٹائی اوڑھ کر

لیٹ گیا، نیند تو کیا آتی بس پڑ گیا کہ کچھ آرام کرلوں تقریباً گیارہ بجے رات کو ایک صاحب مسجد میں داخل ہوئے جنکا حلیہ یہ تھا سیاہ رنگ، سر پر بڑے سیاہ بال، لمبا کرتا اور تہہ بند پہنے ہوئے، سیاہ لمبی ڈاڑھی میں نے چپکے سے ان کو دیکھا اور ڈر گیا اللہ خیر کرے یہ تو کوئی جن ہے میں دم سادھ کر خاموش لیٹا رہا اور برابر ان پر نگاہ رکھے رہا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے، انہوں نے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہوگئے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو پتہ نہیں کیسے چٹائی میں آواز پیدا ہوگئی غالباً میرے غیر شعوری طور پر ہلنے سے ہوگئی ہوگی تو وہ زور سے بولے کون ہے رے؟ میں نے کہا صدیق! وہ بولے کہاں کا صدیق میں نے کہا ہتھورا کا وہ بولے اچھا تم یہاں مسجد میں کیوں لیٹے ہو؟ چلو میرے ساتھ میرے گھر چلو اور کھانا کھاؤ میں نے بھی نہیں کھایا وہ مجھے اپنے گھر میں جو مسجد سے متصل تھا لے گئے کھانا کھلایا بستر دیا اور بہت آرام سے رکھا یہ صاحب موضع شیخن پور کے جمن خاں تھے جو میرے تبلیغی دوروں میں میرے بڑے معاون بنے اور بچشم نم فرمایا مجھے ان سے بڑی محبت ہوگئی تھی کہ اس نازک وقت پر میرے معاون ومحسن بنے رہے۔

ایک اور واقعہ حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ جامعہ نے اپنا بیان فرمایا کہ فتح گڑھ جو مدرسہ سے تقریباً بارہ میل پر واقع ہے وہاں ایک صاحب کی لڑکی کی شادی تھی لڑکی کے والد نے حضرت سے شادی میں شرکت کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ آپ ٹرین سے سفر فرمائیں اور بدوسہ اسٹیشن پر آپ کو لانے کیلئے سواری کا انتظام رہے گا حضرت نے یہ دعوت منظور فرمالی۔ (شادیوں میں حضرت کی شرکت کی بڑی وجہ یہ ہوتی تھی کہ وہاں تقریب میں آنے والوں کا ایک مجمع مل جائے گا اور ان کے سامنے دینی اصلاحی تبلیغی باتیں کرنے کا موقع ملے گا) چنانچہ حضرت مولانا اور مولانا شمس الدین مرحوم جو اس وقت جامعہ کے طالب علم تھے دونوں نے شام کی ٹرین سے باندہ سے سفر فرمایا اور بدوسہ اسٹیشن پر رات کے وقت اترے، اسٹیشن پر نہ کوئی سواری تھی اور نہ کوئی

رہبر۔ اب کیا کریں نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مضمون تھا اسٹیشن سے گاڑی چلی جانے کے بعد سناٹا ہوگیا۔ دیہات کا اسٹیشن تھا وہ مقام جہاں جانا تھا ۱۲ میل کے فاصلہ پر تھا ساتھ میں روشنی، سواری، رہبر کوئی نہیں راستہ جنگلی اور اجنبی ان دونوں حضرات نے ہمت کی اور اسی راستہ پر جھاڑیوں سے ہوتے ہوئے کچی پگڈنڈیوں پر چلتے رہے اور رات کو ایک بجے کے قریب وہاں پہونچے سب لوگ سو رہے تھے حضرت کے پہونچنے پر صاحب خانہ کو اطلاع ہوئی تو وہ نادم شرمندہ دوڑے ہوئے آئے اور معذرت کرنے لگے کہ حضرت میں مصروفیت کی وجہ سے سواری بھیجنا بالکل بھول گیا، حضرت نے نہایت فراخدلی سے اسکو نظر انداز فرمادیا۔

(تذکرہ صدیق، ص:۱۹)

مدرسہ کی ضروریات کی ہر وقت فکر اور شان استغناء کا ایک واقعہ

حضرت اقدسؒ کا مزاج تھا کہ کہیں بھی تشریف لے جاتے اپنے مدرسہ اور مدرسہ کے طلباء کی ضروریات نہیں بھولتے کسی علاقہ میں اینٹوں کے بھٹہ پر سے گذر ہوا تو اینٹوں کا نرخ معلوم کرتے، غلہ منڈی سے گذرنا ہوتا یا ایسے لوگوں سے ملاقات ہوتی تو غلہ گیہوں چاول کا بھاؤ معلوم کرتے حتی کہ ضرورت کہ کوئی چیز مثلاً عمدہ چھری (ریت) چاقو وغیرہ سستی ملتی مہمانوں کے لئے اس کو خرید کر گاڑی میں رکھ لیتے، یہ حضرت کی عام عادت تھی۔

حضرت اقدسؒ کا سلطانپور کا سفر تھا، سلطانپور میں ایک صاحب کی دکان پر سے گذر ہوا جن کی دکان میں پلاسٹک کی عمدہ بالٹیاں فروخت ہو رہی تھیں، حضرت کو پسند آئیں اس نمونہ کی بڑی بالٹیاں دیکھ کر حضرت نے فرمایا مدرسہ میں مہمانوں کے لئے

بالٹیاں مناسب رہیں گی، دکاندار صاحب حضرت کے کافی معتقد تھے، ان کو علم ہوا تو انہوں نے فوراً بالٹی حضرت کی خدمت میں حاضر کردی حضرت نے انکار فرمایا لیکن وہ نہیں مانے اور اصرار کرتے رہے لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا، حضرت نے دوسرے صاحب جو ذمہ دار اور سمجھ دار تھے ان سے فرمایا کہ ان کو سمجھا دیئے، میرا مزاج ایسا نہیں ہے میں اس طرح کا آدمی نہیں میں تو اس طرز کو بھی صحیح نہیں سمجھتا اس کو میں اشراف نفس سمجھتا ہوں میں دوسروں کو تو منع کرتا ہوں اور خود لے لوں یہ کیسے ہوسکتا ہے، اور اس طرح لینے کو غیرت کیسے گوارہ کرسکتی ہے، اگر میں نے ضرورت کا اظہار نہ کیا ہوتا تو بات دوسری تھی، اگر ان کو بالٹی دینی ہے تو مجھ سے پیسے لے کر دیں بغیر پیسے کے میں نہیں لوں گا ان صاحب نے کہا تھوڑے پیسے دے دیجئے حضرت نے فرمایا رعایت کرنا دوسری بات ہے نفع نہ لیں لیکن بغیر قیمت کے میں اس کو نہیں لوں گا چنانچہ حضرت نے بالٹی کی قیمت ادا فرمائی اور بالٹی ساتھ آگئی۔

تعلیمی کارواں سے دلچسپ گفتگو

کچھ تعلیم یافتہ روشن خیال افراد پر مشتمل ایک قافلہ متعدد جگہ تعلیمی عنوانات پر سیر کرتا ہوا ہتھورا وارد ہوا حضرت نے ان کا اعزاز واکرام فرمایا کچھ گفتگو ہوتی رہی تعلیمی کارواں کے سربراہ نے حضرت کو مشورہ دیا کہ یہاں قال اللہ وقال الرسول پڑھانے والے علماء کی تنخواہ اتنی مختصر؟ حکومت کے چپراسی کا معاوضہ اور اسکی تنخواہ تو اتنی ہوتی ہے اور علماء کا مقام تو بہت بلند ہے ان کی تنخواہ یوں ہونی چاہئے حضرت کا چہرہ ان کی اس گفتگو سے متغیر ہو رہا تھا بالآخر حضرت نے گرم لہجہ میں فرمایا کہ آپ ان ٹھیکروں کو قرآن وحدیث کی تعلیم کی اجرت اور اسکا معاوضہ سمجھتے ہیں قرآن وحدیث کا کوئی معاوضہ دے سکتا ہے یہ تو دین کی خدمت کے لئے اللہ کے لئے پڑھنا پڑھانا ہوتا ہے گذارے کے لئے کچھ ماہانہ

مقرر کرلیا جاتا ہے ضرورت پر علیحدہ سے خدمت کردی جاتی ہے (آپ اسکو دنیا کا دھندہ اور آمدنی کا ذریعہ سمجھتے ہیں جب ہی تو حکومت کے چپراسی کی تنخواہ پر قیاس کررہے ہیں) حضرت کی اس گفتگو سے ان روشن خیالوں کے دماغ روشن ہو گئے۔

اس قسم کا ایک واقعہ مفتی زید صاحب مدظلہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا لوگ مجھ کو مشورہ دیا کرتے ہیں کہ مولانا آپ کے مدرسہ میں بس ایک چیز کی کمی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ کے مدرسہ میں صنعت وحرفت کا بھی کوئی شعبہ یا کارخانہ کھل جائے تو بہت بہتر ہوتا کہ مدرسہ میں پڑھنے والے تمام طلباء صنعت وحرفت میں بھی ماہر ہوں اور فراغت کے بعد تجارت بھی کرسکیں لہذا مدرسہ میں ایسا شعبہ بہت ضروری ہے تا کہ طلباء کسی کے محتاج نہ رہیں خود کفیل ہوں اور خود کھا کما سکیں۔

حضرت فرماتے ہیں ان کو جواب دیتا ہوں کہ جس طرح آپ لوگ یہ مشورہ دیتے کہ مدرسہ میں کارخانہ کھول دوں اس طرح آپ لوگ یہ کیوں نہیں کرتے کہ جتنے کارخانے اور اس قسم کے جتنے شعبے آپ لوگوں کے قبضے میں ہیں اس میں ہم لوگوں کو کچھ وقت دے دیا کریں تا کہ کارخانہ میں کام کرنے والے ایک طرف صنعت وحرفت میں بھی ماہر ہوں اور ساتھ ساتھ دیندار بھی ہوں، کارخانہ میں خوب کام بھی سیکھیں لیکن تھوڑے وقت میں دینی تعلیم اور تبلیغی کام بھی ہوا کرے۔ اسکو آپ لوگ کیوں نہیں کرتے، ہم لوگ جتنا کرسکتے تھے کرلیا سب کچھ ہم ہی کریں کچھ آپ لوگ بھی کیجئے کیا سب کام ہمارے ذمہ ہے کہ دینی مدارس کے لئے بھی بھیک ہم ہی مانگیں اور اسکے لئے بھی بھیک ہم مانگیں، آخر آپ لوگ کیا کررہے ہیں آپ لوگ کارخانہ کھولئے ہم وہاں دینی علم چلائیں گے اور انشاء اللہ اچھی طرح چلائیں گے خلاصہ یہ کہ طلباء کو تاجر بنانے کی فکر کے بجائے تاجروں کو ذی علم اور دیندار بنانے کی سعی کیجئے۔

قرآن بلا جزدان کو ضبط کرلیا جائے

حضرت اقدس مسجد تشریف لائے وہاں دیکھا کہ قرآن پاک بغیر جزدان کے رکھے ہوئے ہیں حضرت نے وہ سارے قرآن پاک اپنے کمرہ میں منگوا لئے اور فرمایا کہ جب تک جزدان نہ مل جائیں گے قرآن پاک نہ دیا جائے گا اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا شرم نہیں معلوم ہوتی اپنے کپڑوں کا اتنا اہتمام اور قرآن پاک کا کوئی احترام نہیں، تمہارے بدن سے کوئی کپڑے اتارے تم کو کپڑے نہ پہنائے تم کو کیسا لگے گا؟ اسی وقت دوسرا کرتہ تیار ہو جائے گا لیکن قرآن پاک کے لئے ایک جزدان کا انتظام نہیں کرسکتے یہ بے ادبی ہی ہے جسکی وجہ سے آج کل محرومی ہے۔

اولاً تو مدرسین کو چاہئے کہ ان سب باتوں کو دیکھا کریں ایک آدمی کیا کیا دیکھے گا صرف پڑھا دینا ہی مدرس کے ذمہ نہیں ہے تربیت بھی تو ہمارے ذمہ ہے ان کے اخلاق و اعمال کو بنوانا سنوارنا بھی تو ہمارے ذمہ ہے ہم دیکھیں کہ ان کا لباس کیسا ہے بال کیسے ہیں جو غلط معلوم ہو اس پر تنبیہ کریں، چھٹی ہونے پر طلباء کی نگرانی کریں کہ قرآن پاک ادب سے سلیقہ سے رکھ کر جائیں شور نہ کریں۔ چھٹی ہو جاتی ہے قرآن پاک ایسے ہی رکھے رہتے ہیں اور لڑکے اٹھ کر چلے آتے ہیں اور مدرسین لڑکوں سے پہلے ہی اٹھ جاتے ہیں اس طرح تھوڑی نظام چلتا ہے، ہم کو سارا کام کرا کے پھر ہم کو درجہ سے آنا چاہئے۔

(افادات صدیق)

ہندوستانیوں کے قرآنی شغف کی بات

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے ایک دوست مکہ معظمہ سے ڈھائی سو کلومیٹر کے فاصلہ پر رہتے ہیں، ان کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں حفاظ کی بہت قلت ہے، یہاں کے بعض حافظ تراویح میں قرآن ہاتھ میں رکھ کر تراویح سناتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ

بہت سی چیزوں میں ہمارا ہندوستان اب بھی بہت غنیمت ہے، وہاں حفظ کی تعلیم گویا ہے ہی نہیں، ریڈیو پر جو لوگ تلاوت کلام پاک کرتے ہیں وہ بھی دیکھ کر کرتے ہیں وہاں درجۂ حفظ کا جو مدرسہ ہے وہ بھی ہندوستانیوں ہی نے قائم کیا ہے، میں نے اپنے ساتھی کے پاس لکھ دیا ہے کہ اگر ایسی بات ہے تو آپ صرف کرایہ کا انتظام کر دیجئے اور جتنے کہئے ہر سال اتنے حافظ یہاں سے بھیج دیا کروں گا کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم نے تو سنا ہے کہ وہاں تو علم دین کی بڑی ترقی ہے۔ قرآن پر بہت محنت ہو رہی ہے فرمایا کہ میں جہاں کا واقعہ بتلا رہا ہوں وہ مکہ سے ڈھائی سو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور یوں بھی وہاں حفاظ بہت کم ہوتے ہیں۔ حفظ کرانے کا رواج ہی کم ہے۔ (افادات صدیق)

بیمار طلباء کی خدمت

حضرت اپنے چھوٹوں اور طلباء کی ہر قسم کی خدمت کرتے استاذی حضرت مفتی عبیداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک بیمار طالب علم ساتھ تھا اس کو قے ہوگئی کپڑے خراب ہوگئے اور بھی لوگ موجود ہیں، کئی چھوٹے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں کہ ہم بچے کے کپڑے صاف کر دیں مگر باصرار ان کو منع کر دیا اور خود کیا۔ مدرسہ کے ایک طالب علم جس کے بدن کو بے انتہا زخم نے ایسا کر دیا تھا کہ اس کمرے کی طرف سے لوگ نہیں گذرتے تھے مگر حضرت اس کا بدن و بستر سب صاف کرتے اور بعض نابینا طلباء کے بدن و کپڑوں سے میل نکالتے اور ان کو نہلاتے دھلاتے۔

یہی نہیں اور سنئے ایک زمانے تک مدرسہ کے لئے لکڑیاں جنگل سے آتی تھیں اور دور تک جنگل میں جانا پڑتا، ببول و کھجور کے کانٹوں سے گذرنا ہوتا، بسا اوقات بچاتے بچاتے وہ کانٹے بری طرح پیروں میں چبھ جاتے۔

ایک مرتبہ ایک طالب علم کے پیروں میں کھجور کا کانٹا جو لمبا اور مضبوط ہوتا ہے

چبھا اور ٹوٹ گیا، ساتھ میں جو طلباء تھے وہ کوشش کرتے رہے مگر نہ نکال سکے، ہاتھ سے پکڑ کر نکالنا چاہتے تھے مگر چونکہ بہت معمولی سا حصہ باہر تھا اس لئے وہ پکڑ میں نہیں آرہا تھا حضرت ساتھ میں تھے اور لکڑیاں جمع کرنے میں مشغول تھے، علم ہوا تو فرمایا لاؤ میں نکالدوں، میں تم لوگوں سے اچھا کانٹا نکال لیتا ہوں، سہولت کے لئے اس طالب علم کو لٹادیا گیا تھا تاکہ پیر اوپر کرکے کانٹا نکالنے میں آسانی ہو، حضرت نے اس کا پیر پکڑا، اور اپنے منھ کی طرف لے چلے کہ دانتوں سے پکڑ کر نکال لیں ایک مناسب تدبیر یہی تھی اس کا احساس کرکے کئی طلباء بول اٹھے کہ حضرت آپ یہ نہ کریں ہم کرتے ہیں مگر ان کے کہتے کہتے حضرت نے پیر میں منھ و دانت لگا کر فوراً کانٹا کھینچ لیا اور طلباء سے فرمایا؟

"یہ حق تو مجھ کو ہی تھا کیونکہ یہاں میں ہی تمہارے لئے ماں باپ ہوں"

بیمار طالب علم کی خبر گیری کا انوکھا انداز

ضلع پرتاپ گڑھ کے ایک طالب علم احمد اللہ نامی مدرسہ میں پڑھتے تھے انہوں نے حضرت کی شفقت کا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ بیمار تھے حضرت بغرض علاج ان کو باندہ لے گئے باندہ میں حضرت کی قیام گاہ ایک چھوٹی سی مسجد میں بھی ہوا کرتی تھی جس میں موذن یا امام کے لئے ایک بہت ہی چھوٹا سا کمرہ تھا اس کمرہ میں صرف ایک آدمی کے لیٹنے کی گنجائش تھی مولوی احمد اللہ صاحب نے بتایا کہ حضرت نے مجھے تو اس کمرہ میں امام صاحب کی چارپائی پر لٹادیا اور خود مسجد میں زمین پر لیٹ گئے اور اپنے ہاتھ میں ایک رسی باندھ کر اسکا دوسرا سرا میرے ہاتھ میں دیدیا کہ اگر رات میں تمہیں کچھ ضرورت پیش آئے تو مجھے جگانے کیلئے اسی رسی کو حرکت دیدینا اس قسم کے واقعات عام طلباء کے ساتھ بھی پیش آتے، جس سے حضرت کی بے پناہ طلباء سے شفقت و خیر خواہی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ راقم الحروف کے ساتھ بھی بیماری کے زمانہ میں حضرت کی کرم فرمائیاں رہی ہیں

ایک مرتبہ احقر کے پیٹ میں تکلیف ہوگئی حضرت خود باندہ لے گئے لطف یہ کہ باندہ بس اڈہ سے ڈاکٹر کے یہاں ایک صاحب کے ساتھ سائیکل پر آگے مجھے اور پیچھے خود بیٹھ کر لے گئے مرض اپینڈس کا تھا آپریشن کی ضرورت تھی حضرت نے خود کرایہ دیکر وطن پہونچانے کا بندوبست فرمایا اور برابر خبر لیتے رہے۔ اور ڈاکٹر نعیم حامد صاحب کو پرچہ وغیرہ لکھ کر علاج آسان بنادیا۔

طلباء سے معافی

مدرسہ میں سالانہ تعطیل کے قریب بعد فجر حضرت نے طلباء کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم لوگ گھر جارہے ہو، ایک جگہ ساتھ رہنے میں بہت سی باتیں پیش آجاتی ہیں اپنے دل کو صاف کر کے جاؤ، کسی سے کوئی معاملہ ہو اپنے معاملات صاف کر کے جاؤ جو کچھ کسی کو کہا سنا ہو سب ایک دوسرے کو معاف کردو میں بھی تم لوگوں سے معافی مانگتا ہوں، ہم تم کو اچھا کھلا نہیں سکے، جس طرح آرام پہونچانا چاہئے نہیں پہونچا سکے، ہوسکتا ہے میں نے کسی کو سزا دی ہو حالانکہ وہ بے قصور ہوگا، تم سب لوگ بھی مجھے معاف کرنا اور دیکھو گھر جاکر نماز باجماعت کا خوب اہتمام کرنا، گھر کا کام کرنا، اپاہج بن کر نہ رہنا بلکہ جو کام سامنے آئے اسکو کرنا، والدین کے کپڑے دھونا، ان کی خدمت کرنا، اور میں سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں اگر کوئی دوسرے مدرسہ میں جانا چاہے بالکل جاسکتا ہے میری طرف سے رکاوٹ نہیں ہے، میں تصدیق نامہ بھی لکھ دوں گا۔ (افادات صدیق ۲۹۱)

ایک طالب علم کا معاف کرنے سے انکار

ایک مرتبہ ایک طالب علم نے ایک غیر مسلم کے تیتر پکڑ لئے اس نے آکر ناراضگی کا اظہار کیا حضرت نے غیر مسلم کی رعایت میں بلاکر سامنے ہی سخت سزا دی بعد میں طالب علم سے کہا کہ معاف کردو تو اس نے کہا ہرگز معاف نہ کروں گا اور اڑا رہا

بالآخر حضرت نے ٹوپی سر سے اتار کر اسکے پیروں پر رکھ دی اور آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اسکی لاج رکھ لو معاف کر دو۔ تو اس نے کہا معاف کیا تب جا کر حضرت کو سکون ہوا۔

(یادِ صدیق ص:۷۹)

خدایا میری اولاد لے لے لیکن طالب علم کو صحت دیدے

فتح پور مدرسہ اسلامیہ کے بانی حضرت مولانا ظہور الاسلام صاحب علیہ الرحمہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک طالب علم کی بیماری پر انہوں نے اپنی اولاد میں سے کسی کی موت کے بدلے میں اس طالب علم کی صحت کی دعاء مانگی تھی، ہمارے حضرت کے یہاں بھی یہ ہوا ایک طالب علم چیچک کی بنا پر جاں بلب ہو چکے تھے اور جسم کا یہ حال تھا کہ کوئی قریب آنا پسند نہ کرتا تھا۔ ہمارے حضرت نے ان کے حق میں دعائے صحت کرتے ہوئے حق تعالی سے عرض کیا تھا کہ میری اولاد میں سے کسی کو لے لے، اور اس بچے کو صحت دیدے، حق تعالی کی مرضی کہ اچانک اسی بیماری میں حضرت کی ایک بچی مبتلا ہوئی اور دنیا سے رخصت ہوگئی اور وہ طالب علم صحتیاب ہوگئے۔ (تذکرۃ الصدیق)

طلباء کی تربیت کے انوکھے واقعات

حضرت مولانا انتظام صاحب مرحوم جو حضرت کے فتح پور کی مدرسی کے زمانہ کے شاگرد اور موجودہ جامعہ ہتھورا کے قدیم استاذ ناظم تعلیمات تھے وہ فتح پور مدرسہ اسلامیہ کی زندگی کا واقعہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت کو صرف ۲۶ روپئے تنخواہ ملتی تھی جو تقریباً کتابوں وغیرہ میں صرف ہو جاتی کچھ پیسے طلباء کو بھی دیتے اس طرح کہ جب کسی کا سبق یاد نہ ہوتا تو بانس کے پنکھے کی قمچیوں سے دو تین بار مارتے جس سے چوٹ نہیں لگتی تھی پھر بعد میں ایک چونی (پچیس پیسے) دیتے تھے ایک بار میں نے بھی سبق یاد ہونے کے باوجود قصداً غلطی کی مار اگیا، پیسہ پایا، پھر جب حضرت اپنے قیام گاہ پر پہونچے

تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ تم نے آج چونی زبردستی لے لی تمہارا سبق تو یاد تھا میں نے عرض کیا جی ہاں اس پر مجھے ایک چونی اور عنایت فرمائی۔

ایک واقعہ مفتی زید صاحب لکھتے ہیں کہ

مدرسہ کے ایک چھوٹے طالب علم کا نماز میں غیر حاضری کی وجہ سے کھانا بند ہو گیا حضرت کی خدمت میں درخواست لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا کھانا کھول دیجئے حضرت نے دریافت کیا پڑھتے ہو کہاں رہتے ہو، اس نے بتایا، حضرت نے اسکا کلمہ اور سبق سنا اور کھانا کھول دیا، اسکے بعد فرمایا کہ سچ کہتا ہوں کہ یہ ایسے گاؤں کا اور ایسی جگہ کا رہنے والا ہے جہاں کا ایک مسلمان بھی کلمہ جاننے والا نہ تھا، ان کا لباس اور ان کے نام بھی ہندوانہ طریقہ کے ہوتے تھے ایسے لوگوں کا صرف مدرسہ میں پڑا رہنا بھی فائدہ سے خالی نہیں، مدرسہ میں پڑے رہیں گے، نماز پڑھتے دیکھیں گے اور کبھی نماز بھی پڑھیں گے، کچھ تو ماحول میں تبدیلی ہوگی کچھ تو زندگی بنے گی۔ اس نے کلمہ سنا دیا یہ ہی بہت بڑی بات ہے۔

تربیت و تنبیہ کے انوکھے انداز کا ایک اور دلچسپ واقعہ دیکھئے:

مدرسہ میں دو طالب علم رشتہ دار تھے بڑے نے چھوٹے کی جوتوں سے پٹائی کی حضرت کے پاس شکایت پہونچی تو حضرت نے بڑے سے دریافت فرمایا کہ تم نے اسکو کیوں مارا اس نے کہا کہ اس نے فلم دیکھی تھی حضرت نے فرمایا اچھا ہوا اور کیوں نہیں مارا اور پٹائی کرنا چاہئے تھا ایسی حرکت کرتا ہے، اسکے بعد چھوٹے کو واپس کر دیا اور بڑے کی خبر لی کہ آخر تم ہوتے کون ہو سزا دینے والے اس نے فلم دیکھی تھی تم کو شکایت کرنا چاہئے خبردار اگر آئندہ ایسا کیا بہر حال حضرت نے دونوں کو اصلاحی تنبیہ فرمائی۔

مدرسہ میں ایک طالب علم کی گھڑی چوری ہو گئی تھی حضرت والاؒ نے تمام طلباء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس شخص نے گھڑی لی ہو واپس کر دے کسی اور کو نہ دے چپکے

سے مجھ ہی کو لا کر دیدے میں وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ کسی کو علم نہ ہونے دونگا اور میری نگاہ میں اسکی قدر بھی ہوگی پھر فرمایا کہ حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہوتا ہے لوگ اسکا خیال نہیں کرتے جس لڑکے نے چوری کی ہے اگر آج ہی رات میں اسکا انتقال ہوجائے تو وہ اللہ تعالی کو کیا منھ دکھائے گا اور پھر اس چوری کی وجہ سے اسکے نیک کام اسکی عبادات دوسروں کو دلادی جائیں گی اور دوسروں کے گناہ اسکے سر پر لاد دیئے جائیں گے یہ کتنے خسارہ کی بات ہے بلاوجہ وہ شخص اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔ (افادت صدیق)

ایک بکری پر طالب علم کا غصہ اور حضرت کی فہمائش

اکھڑ مزاج ایک طالب علم حضرت کے پاس کمرہ میں ایک پھٹا ہوا چادر اور ساتھ میں بکری کو پکڑ لایا اور کہا کہ دیکھئے حضرت یہ میرا نیا شال ہے اس بکری نے کھا ڈالا، پورا شال پھٹ گیا، بڑی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے غصہ میں اس لڑکے نے شکایت کی، حضرت نے اس کو تسلی دیتے ہوئے اور ٹھنڈا کرتے ہوئے فرمایا جو نقصان ہونا تھا ہو گیا، اب بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں بلاوجہ بات بڑھے گی، بکری نے نقصان کیا اس کا تم کو ثواب ملے گا، جو تمہارا نقصان ہوا ہے تم کو اس کے پیسے دے دیں گے وہ لڑکا خوشی خوشی درجہ چلا گیا ورنہ درجہ مِیں سخت غصہ میں کہہ رہا تھا کہ میں اس بکری کو ماروں گا، ذبح کر ڈالوں گا اور واقعی وہ ذبح کرنے پر آمادہ تھا۔ (مجالس صدیق)

مسجد میں ایک چوری کا واقعہ

ایسا شخص بہت جلد ذلیل ہوتا ہے

مفتی محمد زید صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ

مدرسہ میں ایک مہمان آئے ہوئے تھے عشاء کی نماز میں مسجد سے ان

کی کوئی چپل لے گیا، حضرت والا کو اس کی فکر ہوئی، احقر سے فرمایا کہ ان کی چپل تلاش کرو، احقر نے تمام مواقع جہاں چپل اتاری جاتی ہیں خوب اچھی طرح دیکھا لیکن کہیں نہیں ملی حضرت والا کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور ندامت بھی ہوئی، طلباء کو جمع کر کے فرمایا چپل کون لے گیا ہے کیا طالب علم ایسے ہی ہوتے ہیں جو چوری کریں؟ جس کی ابھی سے یہ عادت پڑ گئی ہو آگے چل کر اس کی عادت خراب ہوتی ہی چلی جائے گی، ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جب کسی مدرسہ کے مدرس یا مہتمم بن جاتے ہیں تو جی بھر کر خیانت کرتے ہیں، جب ایک دو روپئے میں نیت خراب ہوتی ہے تو وہاں تو ہزاروں کو ہضم کرنے کا موقع ملے گا، وہاں کون پوچھنے والا ہے، خرچ کریں گے دو روپئے تو لکھائیں گے دس روپئے، وہ تو لاکھوں پر ہاتھ مارے گا، خدا کا خوف تو دل میں ہے ہی نہیں، دین و دیانت داری بھی نہیں، لیکن ایسا شخص بہت جلد ذلیل ہوتا ہے، وہ تو سمجھتا ہے کہ کون مجھے کوئی دیکھ رہا ہے، کسی کو میری حرکتوں کا علم نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر ہی کے رہتا ہے، اور جس کی عادت خراب ہو جاتی ہے پھر اس کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے وہ بڑا ہو جائے گا، پڑھ لکھ کر فارغ ہو جائے گا، کسی مدرسہ کا مدرس ہو جائے گا، مہتمم، ناظم شیخ الحدیث بن جائے گا پھر بھی اس کی عادت نہ جائے گی۔ (مجالس صدیق)

ایک چور مولوی صاحب کا قصہ

سہارنپور میں ایک صاحب کی ایسی ہی عادت خراب ہوگئی تھی، جس کا سامان چاہا بغیر پوچھے لے لیا، معمولی سی چیز سمجھ کر اٹھا لیا، رفتہ رفتہ ان کی عادت خراب ہوگئی چوری کرتے گئے، بڑے ہونے اور مدرس ہونے کے بعد بھی ان کی یہ حرکت نہ گئی، پڑھاتے تھے لیکن چوری کرتے تھے، لیکن آخر کب تک پردہ پڑا رہتا، ایک مرتبہ سفر میں گئے ایک شخص کی اٹیچی پر ہاتھ مارا، تحقیق کے بعد جب معلوم ہوا تو پکڑے گئے اور بری طرح

جوتوں سے خبر لی گئی، پھر تھانہ لے جائے گئے اور وہاں بھی ان کی خبر لی گئی بری گت بن گئی، اور بڑی بدنامی ہوئی، ایسے ذلیل ورسوا ہوئے کہ منھ دکھانے کے قابل نہ رہے، بالآخر جہاں رہتے اور جاتے تھے وہاں واپس نہیں گئے کہ کیا منھ لے کر جائیں گے، وہیں سے پاکستان بھاگ گئے یہ حال ہوتا ہے ایسے لوگوں کا، اللہ بچائے ایسی عادت سے اور اپنی ذلت سے۔ فرمایا مدرسہ میں چوری کرتا ہے ایک آدمی لیکن بدنام ہوتا ہے پورا مدرسہ نیز بدنام ہوتے ہیں ایسے لوگ بھی کہ اگر سونا چاندی بھی پڑا ہو تو وہ نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں، غلطی کرتا ہے ایک شخص لیکن پورا مدرسہ اور پوری جماعت بدنام ہوتی ہے، کیا ایسا شخص ذلیل ورسوا نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا، یہ تو مدرسہ میں رہ کر بھی خیانت ہی کرتا ہے کیونکہ مدرسہ میں جو پیسہ آیا ہے وہ پڑھنے والے طلباء کے لئے ہے اور یہ تو چور ہے، اس کو مدرسہ کا کھانا کھانا مدرسہ کی کتابیں لینا، مدرسہ کے کمروں میں رہنا، مدرسہ کی چیزیں استعمال کرنا سب حرام ہے، کیا ایسا شخص جس نے اتنے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اللہ اس کو ذلیل نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا، اگر کوئی شخص چپل غلطی سے لے گیا ہو تو اسی جگہ لاکر رکھ دے، غلطی انسان سے ہوتی ہے، کوئی بات نہیں غلطی ہوگئی، نفس اور شیطان نے بہکا دیا لیکن اب توبہ کرلے، اور چپل لاکر چپکے سے رکھ دے ورنہ کتنی بڑی بدنامی کی بات ہے کہ دس روپئے کے خاطر اس نے پوری جماعت کو بدنام کیا، سب لوگ بددعاء کرو اس کے لئے اگر وہ چپل لاکر نہ رکھے تو اللہ اسے سزا دے، اس کے وہ ہاتھ جس سے اس نے چپل اٹھائی ہے شل ہوجائیں، اس کو کوڑھ کا مرض ہوجائے، اور یہیں مدرسہ میں ہوجائے، ایسی حرکتیں کرتا ہے جس کی وجہ سے کتنی بدنامی اور کتنی پریشانی ہوئی، سب لوگ جا جا کر اپنے اپنے کمروں میں کہہ دینا۔ افسوس ہے طالب علموں کا یہ حال ہے کہ چپل چوری کرتے ہیں، ناشتہ اور کھانے کی چوری کرتے ہیں، کیا ایسے لوگوں پر اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے؟ ایسوں پر تو اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ کچھ ہوگا نہیں، یہ سب اللہ

تعالی کی طرف سے ڈھیل ہے، جس ذات نے قارون کو فرعون کو ہامان کو مہلت دی، بڑے بڑے کافروں کو مہلت دی وہ کیا ان کو مہلت نہیں دے سکتا لیکن پھر جب پکڑ ہوگی تو بہت سخت پکڑ ہوگی۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِید۔

پھر ایسی پکڑ ہوگی کہ ڈھونڈے دھرتی نہ ملے گی، جہاں جائے گا ذلیل وخوار اور پریشان ہوگا، اور کوئی نہ ہوگا جو اس کو اس پریشانی اور ذلت سے بچاسکے، اندھیر ہے بیچارے غریب طلباء اور ان کی چیزیں چوری کی جائیں، اللہ کے یہاں بھی دیر ہے اندھیر نہیں ہے، جب وقت آئے گا اور جس وقت پکڑ ہوگی کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ کیا طالب علم جن کے لئے فرشتے پر بچھاتے ہیں ایسا ہوتا ہے جو چوری کرتا ہو، جس کی زمانہ طالب علمی میں بری عادت چوری کی عادت ہوگئی تو اب وہ جہاں بھی جائے گا چوری ہی کرے گا، وہ مکہ مدینہ خانہ کعبہ میں بھی جائے گا وہاں بھی چوری کرے گا وہ وہاں قرآن شریف اٹھائے گا تو اس کا چوری کرنے کو جی چاہے گا، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہوتا ہے اس کو تو اللہ تعالی بھی معاف نہ فرمائیں گے اگر کسی نے کسی کا ایک پیسہ لیا ہے تو اس کی سات سو برس کی مقبول نمازیں اس کے بدلہ میں دیدی جائیں گی۔ (ایضاً)

ایسے چور کے لئے بد دعاء کرو اللہ اسے ہلاک اور ذلیل کرے

فرمایا آج کل چوری کرنے کا بہت رواج ہوگیا ہے جہاں دیکھو چوری ہورہی ہے مہمان آتے ہیں ان کے جوتے چپل کوئی لے لیتا ہے قاری صاحب آئے تھے ان کا کسی نے لوٹا لے لیا، معلوم ہوتا ہے کوئی تاکے بیٹھا رہتا ہے، میں بہت تنگ آگیا ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں، مسلمانوں کو جو ستائے گا کیا وہ پریشان نہ ہوگا؟ کیا وہ دوزخ نہیں جائے گا؟ چند کوڑیوں کے خاطر اپنی عاقبت خراب کررہے ہو؟ اپنی جنت کو ختم

کرر ہے ہو؟ دوزخ کا ایندھن بن رہے ہو؟ اگر یہی سب کرنا ہے تو جاؤ کہیں اور مرو جا کر کیا مدرسہ ہی اس کے لئے رہ گیا ہے کہ کیا مدرسہ ہی چوری کرنے کی جگہ ہے، دنیا چند روز کی ہے ایسے شخص کو بہت جلد ہی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، میری بات لکھ لو ایسا شخص ابھی تو نہیں کچھ دنوں کے بعد ذلیل وخوار ہوگا، پولیس نہیں تو کوئی اور اسکے ہاتھ پیر توڑے گا، اس کے ہاتھ پیر ٹوٹ کرر ہیں گے، اندھیر ہو گیا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا آئے دن چوری ہورہی ہے، کسی کی چپل کسی کا جوتا، کسی کی گھڑی، کسی کا لوٹا، سب چوری ہو جاتا ہے سب لوگ مل کر ایسے چوروں کے لئے آج بددعاء کرو، اللہ تعالی انہیں ہاتھوں کو جس سے وہ چوری کرتا ہے ان ہاتھوں کو شل کردے، وہ معذور ہو جائے، اور یہیں سے ذلیل ہوکر نکلے کل ہی ذلیل ہو جائے، پڑھو درود شریف اور سب لوگ بددعاء کرو، چنانچہ سب نے درورد شریف پڑھا، پھر حضرت نے فرمایا اچھا آج رہنے دو ایک بار کی اور مہلت دو۔

ٹارچ کی چوری کا قصہ

مدرسہ کے ایک استاذ فجر کی نماز کے وقت مسجد میں بیٹھے بیٹھے اونگھ رہے تھے، ان کے سامنے سے چپکے سے کسی نے ان کی نئی ٹارچ اٹھا کر غائب کردی، یا چوری کر لی، باوجود تلاش کے نہیں ملی، حضرت نے اس کا اعلان بھی فرمایا تب بھی نہیں ملی، دوسرے دن حضرت نے پھر بعد فجر اعلان فرمایا (مسجد ہی میں کھوئی ہوئی چیز کا مسجد میں تلاش کرنا اور اعلان کرنا جائز ہے) حضرت نے طلباء کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ آخر اس پڑھنے پڑھانے سے کیا مقصود ہے، اگر اس کے مطابق عمل نہ ہو تو سب بیکار ہے، مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو، کسی کی کوئی چیز لے لینا یا چھپا دینا، چپل جوتا یا کوئی بھی چیز لے لینا سب ناجائز وحرام ہے، یہ ایذاء مسلم ہے، حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہے دو پیسے کے بدلہ سات سو مقبول نمازیں دے دی جائیں گی، ایک تو

سات سو مقبول نمازیں ہوں گی کس کے پاس؟ اس لئے جس کے پاس جس کی جو بھی چیز ہو کسی بہانے سے اس کو واپس کردے، عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس کسی دوسرے کا ایک بانس کا قلم رہ گیا تھا میلوں پیدل چل کر اسکو واپس کرنے گئے تھے۔ (مجالس صدیق ص:۸۳)

طلباء کے جھگڑے اور حضرت کے نرالے انداز

حضرت مولانا انتظام صاحبؒ فرماتے ہیں

مدرسہ میں ایک بار کچھ دیہاتی بچوں میں باہمی جھگڑا ہوگیا، ایک پارٹی کے لڑکے نے دوسری پارٹی کے اس لڑکے کو مارا جسکی وجہ سے اسکے سر سے خون بہنے لگا مارنے والے پر سبھی ناراض ہوئے۔ اندیشہ تھا کہ کچھ طلباء اسکی پٹائی کردیتے حضرت کو معلوم ہوا تو زخمی لڑکے کی مرہم پٹی کرائی اور گھر بھجوادیا مجرم کو ایک کمرے میں بند کرکے تالا لگوادیا اور چابی خود لے لی اور فرمایا اس نالائق کو کوئی نہ کھولے صبح اسکی خبر لونگا۔ عشاء کے بعد اس ناچیز کو بلوایا اور فرمایا کہ اس سے غلطی ہوگئی ہے بڑا نادم ہے اگر نکال دیا جائے گا تو شاید یہ پڑھ بھی نہ پائے۔ اس لئے اس کو کسی دوسرے مدرسہ میں بھیج دیں گے۔ زخمی لڑکے کا تو علاج ہوگیا ہے چنانچہ مجھ کو کمرے کی چابی دی اور فرمایا رات لوگ جب سو رہے ہوں تو اسکو نکال دینا اور یہ سفارشی پرچہ جسکو دوسرے مدرسہ کے لئے لکھا ہے اسکو دے دینا تالا کھولنے کے بعد تالا وہیں چھوڑ دینا اور چابی جیب میں رکھ لینا بہر حال میں نے ان کی ہدایات کے مطابق کام کیا، جب صبح ہوئی تو تالا کھلا ہوا تھا شور ہوا کس نے تالا کھول دیا کہ وہ بھاگ گیا حضرت علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہاں کسی نے کھول دیا اور بھاگ گیا ورنہ آج پٹائی کی جاتی ۔ بہر کیف معاملہ ٹھنڈا ہوگیا اور سب سکون سے تعلیم میں لگ گئے اس طرح کی ترکیبیں اللہ پاک اپنے بندوں کو سمجھا دیتے ہیں۔

ایک واقعہ اور یاد آیا ایک مرتبہ کچھ دیہاتی طلباء مطبخ (باورچی خانہ) پہونچ کر

باورچی سے زبردستی کھانا تقسیم ہونے سے پہلے دس پندرہ خوراک روٹیاں لے گئے ناظم مطبخ نے حضرت علیہ الرحمہ سے شکایت کی تا کہ طلباء کولیکر ڈانٹ ڈپٹ دیں (کیونکہ مارنے پیٹنے کا حضرت کا مزاج نہ تھا) حضرت نے شکایت سنی اور فرمایا لڑکے بھوکے ہوجاتے ہیں کل سے مدرسہ آدھا گھنٹہ پہلے کردیا جائے گا تا کہ کھانا پہلے بٹ کراور ان بیچاروں کوکھانا پہلے مل جایا کرے آج اگر روٹیاں کم پڑیں تو آٹا نکال کراور پکوالو کچھ پیسے بھی دیئے کہ باورچی کودے دونا وقت پکائے گا اگر آٹا زیادہ خرچ ہوجائے تو کیا حرج ہے کیا ایک ہی پاؤ کی خوراک ہوتی ہے پتہ نہیں ایسا کیوں ہے پیٹ بھر دینا چاہئے خوراک زیادہ بھی تو ہوتی ہے جب ان طلباء کو پتہ چلا کہ بات حضرت تک پہنچ گئی ہے اور حضرت نے ناظم مطبخ کو یہ حکم دیا ہے تو بڑے خوش ہوئے اور حضرت سے اپنے جرم کی معافی طلب کرنے کے لئے آئے یہ ہے طلباء کی ہمدردی کے ساتھ ساتھ تربیت کا انوکھا انداز۔

(حقیقت وصداقت)

حضرت کے مدرسہ کے جنات

ایک طالب علم نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ اپنے مدرسہ میں بھی جنات پڑھتے ہیں فرمایاہاں! اس میں تعجب کی کیابات ہے یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے اور مدرسوں میں بھی پڑھتے ہیں آخروہ کہاں پڑھنے جائیں کبھی تو انسان کی شکل میں آکر پڑھتے ہیں اور کبھی شکل ظاہر نہیں ہوتی خفیہ طور پرآ کر پڑھتے ہیں (بہر حال انسان کا درجہ توجنات سے بڑھا ہوا ہے اس لئے وہ انسانی درسگاہوں سے استفادہ کیلئے آتے ہیں) حضرت نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے افریقی منزل میں ان کوٹھہرایا صبح حضرت نے فرمایا کہ آج تمہارے شاگردوں نے (جناتوں نے) بہت پریشان کیا۔ سونے نہیں دیا۔ کوئی پیر دبا رہا تھا کوئی ہاتھ۔ ہیں تو

یہاں بھی۔ پوچھے جانے پر فرمایا کہ سوتے میں کبھی مجھکو جگا دیتے ہیں جب کمرہ میں سونا ہوتا ہے وہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تہجد کے وقت جیسے کسی نے انگوٹھا پکڑ کر ہلا دیا ہو۔ آنکھ کھل جاتی دیکھتا تو کوئی نہیں۔ حضرت نے فرمایا ایک مرتبہ مولوی شبیر مسونی والے چھت کے اوپر اوابین پڑھ رہے تھے کسی نے آکر ایک ہاتھ زور سے مارا اور کہا کہ روز روز آکر یہیں کھڑا ہو جاتا ہے یہاں ہم لوگ پڑھتے ہیں دیکھا تو کوئی نہیں اور یہ آواز کئی لڑکوں نے سنی اور بھی متعدد واقعات پیش آئے۔

بچوں کے مکالموں اور تقریروں سے دلچسپی

اطراف باندہ میں حضرت ایک دیہات تشریف لے گئے جہاں برسہا برس کی کوششوں کے بعد ایک مکتب قائم ہوا، حضرت نے فرمایا یہ وہ گاؤں ہے کہ کسی زمانہ میں جہاں کوئی کلمہ جاننے والا نہ تھا محض نام کے مسلمان تھے، میں شروع ہی سے یہاں آتا جاتا تھا، اس وقت تو سواری کا بھی کوئی نظم نہ تھا پیدل سفر کرتا تھا، اس وقت مجھے کوئی کھانے کو بھی نہ پوچھتا تھا خود ہی چنے ساگ وغیرہ کا انتظام کر کے کھالیتا اور مسجد میں سوتا رہتا، برابر آتا جاتا رہا کوشش کرتا رہا، اللہ کا شکر ہے کہ آج یہاں مدرسہ قائم ہے اس گاؤں کے کئی لڑکے حافظ اور بعض عالم ہیں ورنہ پہلے تو پورے ضلع باندہ میں صرف ۷ یا ۸ حافظ تھے اب تو الحمدللہ کئی سو کی تعداد میں ہوں گے۔

بعد نماز مغرب مذکورہ دیہات کے مکتب کا جلسہ ہوا جس میں چھوٹے بچوں نے قرآن شریف کی تلاوت کی تقریریں بھی کیں اور مکالمے بھی ہوئے، حضرت اقدس نے چھوٹے بچوں کی تقریروں اور مکالموں کو بہت پسند فرمایا اور بہت ہی خوش ہوئے۔ اور اپنے مدرسہ ہتھورا آکر مدرسہ کے اساتذہ سے فرمایا کہ چھوٹے بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی تقریریں تیار کریئے جو لڑکوں کو یاد کرائی جائیں اور مکالمے بھی بہت مفید ہیں ان کو

بھی ترتیب دیا جائے۔

اسکے چند ہی روز بعد شہر باندہ کے مکتب میں جو مدرسہ ہتھورا کی ہی شاخ ہے طلباء کا پروگرام تھا جس میں بچوں کی تقریر، مکالمہ، نیز تقسیم انعامات کا بھی نظم تھا۔ حضرت اقدس نے بڑے اہتمام سے وقت فارغ فرما کر اس جلسہ میں شرکت فرمائی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ (افادات)

طلباء کی نگرانی کے وقت دعوت طعام سے معذوری

ہتھورا ہی میں گاؤں کی ایک شادی میں مدرسہ کے مدرسین کی دعوت تھی، بعد مغرب تمام مدرسین دعوت میں چلے گئے، طلباء میں آزادی ہوگئی، تعلیم کا نقصان ہوا، حضرت نے بعد عشاء نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دعوت کی اتنی اہمیت ہوگئی کہ اسکی وجہ سے تعلیم کا نقصان کیا جائے۔ تمام مدرسین دعوت میں چلے گئے، طلباء میں آزادی ہوگئی، تعلیم کا نقصان ہوا، سب درجے بالکل خالی تھے لڑکے آزاد تھے۔ بیاہ شادی اور دعوت کی وجہ سے کوئی اپنے ضروری کام کو نہیں چھوڑتا، اپنا نقصان نہیں کرتا، اور ہم تعلیم کا اتنا بڑا نقصان کرنے لگتے ہیں، دعوت آگے پیچھے تو بھی کی جاسکتی تھی کچھ لوگ بعد میں کھالیتے اصل میں اسباق کی اہمیت نہیں اس نقصان کو نقصان ہی نہیں سمجھتے دعوت آئی چلے جارہے ہیں طلباء کا نقصان ہوا اسکی کچھ پرواہ نہیں، اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں، لوگوں کے نزدیک بھی تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں اگر یہ عذر بیان کیا جائے کہ دعوت میں شرکت کی وجہ سے طلباء کی تعلیم کا حرج ہوگا تو اسکو عذر نہ سمجھیں گے۔ بیٹا بیمار ہوا اسکو عذر سمجھیں گے جب ہمارے ہی اندر تعلیم اور اسباق کی اہمیت نہیں تو دوسروں کے اندر کیسے ہوگی؟۔

(افاداتِ صدیق)

طالب علم کے اخراج کا عجیب طریقہ

مدرسہ کا ایک طالب علم بڑا شریر تھا، گاؤں کے غلط قسم کے لڑکوں سے اس کے گندے تعلقات تھے اور بہت سی اس کی شکایتیں آچکی تھیں، اس کو بہت سمجھایا گیا، اصلاح کی کوشش کی گئی، لیکن اپنی حرکت سے باز نہ آتا تھا، گندے لڑکوں کے ساتھ رات میں ٹہلا کرتا تھا اور خطرہ تھا کہ پھر رات میں غلط لڑکوں کے ساتھ فرار ہوجائے، اس لئے حضرت نے اس کو ایک کمرہ میں علیحدہ بند کرادیا باہر سے تالا ڈال دیا اور دو معتبر لڑکے پہرہ دار کی طرح مقرر کردیئے، وقت پر کھانا دیا گیا، پیشاب، پاخانہ سے فراغت نگرانی میں کرائی گئی صبح کو ناشتہ کراکر ایک مدرس کے ساتھ اس کے گھر روانہ کردیا، اور اسکے والدین کے پاس وجہ اخراج اور اسکے حالات کے متعلق ایک پرچہ تحریر فرمادیا۔

کتوں پر بھی ظلم برداشت نہیں

مدرسہ ہتھورا دیہات میں واقع ہے کبھی مدرسہ کے احاطہ میں کتے بھی آجاتے ہیں ایک مرتبہ لڑکوں نے از راہ شرارت ایک کتے کو کمرہ کے اندر بند کرکے بہت مارا، مارتے مارتے اس کے پیر توڑ دیئے، حضرت کو اس کا علم ہوا، فجر بعد طلبہ سے مخاطب ہوکر فرمایا، تم لوگوں کو شرم نہیں معلوم ہوتی، اللہ کی مخلوق کو ستاتے ہو، ان کو مارتے اور پریشان کرتے ہو، کتوں کے پیر توڑ ڈالے، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے، کوئی تمہارے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو تمہارا کیا حال ہو، کیا مدرسہ میں تم لوگ اسی لئے آئے ہو اور تمہارا یہی مشغلہ ہے؟ جن لڑکوں نے یہ حرکت کی ہے ان کی فہرست میرے پاس آجانا چاہئے ان کا کھانا بند اور ان طلباء کا اخراج کردیا جائے گا۔

(مجالس صدیق)

گرمی میں بجلی کا پنکھا کیوں قبول نہیں؟

حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی مدظلہ کا بیان ہے کہ پبلک لانڈری لکھنؤ کے مالک جناب حاجی رفیق صاحب ایک دن میرے پاس عم محترم حضرت مولانا نعمانی کے دکان پر تشریف لائے اور تنہائی میں مجھ سے یہ ذکر کیا کہ مولانا صدیق صاحب کے کمرے میں پنکھا نہیں ہے، مولانا کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی میں نے پنکھا خرید لیا ہے خود پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، آپ ہتھورا چلے جائیں اور مولانا کی خدمت میں یہ پنکھا پیش کردیں۔ مجھے امید ہے کہ مولانا آپ کے کہنے پر اسکے لئے تیار ہوجائیں گے کسی اور کو تو ہمت نہ ہوگی اور نہ مولانا کسی کے کہنے پر اسکے لئے تیار ہوں گے، میں ان دنوں دار العلوم ندوۃ العلماء آچکا تھا لیکن باندہ آمدورفت کافی رہتی تھی، میں قریبی جمعرات کو باندہ چلا گیا، جب مدرسہ پہونچا تو حضرت وہاں تشریف نہ رکھتے تھے میں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور پنکھا لگانے کیلئے حضرت کا کمرہ کھلوایا، لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ کمرہ کی چھت میں پنکھا لٹکانے کے لئے کنڈا نہیں ہے، بہت غور وفکر کے بعد بھی کوئی حل سمجھ میں نہیں آیا، اتنی ہمت نہ ہوتی تھی کہ چھت یا دیواروں کے اوپر حصہ میں توڑ پھوڑ کر کوئی کنڈا یا پائپ لگایا جائے اور اس میں پنکھا لٹکا دیں، دوسرے دن حضرت تشریف لے آئے میں نے اپنی حاضری کا مقصد عرض کیا اور حاجی صاحب کی درخواست بھی اس صراحت کے ساتھ پیش کردی کہ پنکھا آپ کے لئے ہے، مدرسہ کیلئے نہیں ہے پہلے تو مولانا نے وہی عذر کیا کہ کمرہ کی چھت میں کنڈا نہیں ہے، لیکن جب ہم لوگوں نے (میرے ساتھ اس کام میں وہاں مولوی منظور اور ایک دو شخص اور شریک تھے) اس کا متبادل ذکر کیا اور اپنی درخواست پر اصرار کیا تو مولانا نے دوسری باتیں شروع کردیں کہ مجھے زیادہ گرمی نہیں لگتی ہے، آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں اسی کمرہ میں گرمی میں بھی سوجاتا ہوں وغیرہ وغیرہ لیکن

میں نے اپنا اصرار جاری رکھا اور عرض کیا کہ حاجی صاحب نے مجھے اس کام کیلئے بھیجا ہے اوران کے کہنے کے مطابق انہوں نے میرا انتخاب اسی لئے کیا ہے کہ میں ہی اس کام کوانجام دے سکتا ہوں، ورنہ پنکھا تو کسی کے بھی ساتھ آسکتا تھا، تو آخر میں مولانا نے دل کی بات کہہ ہی دی، فرمایا آپ تو جانتے ہیں کہ یہاں عام طور پر اساتذہ کے پاس پنکھے نہیں ہیں ، یہ بات میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں اپنے کمرہ میں پنکھا لگالوں اور دیگراساتذہ کے کمروں میں پنکھے نہ ہوں جب سب اساتذہ کے کمروں میں پنکھے ہوجائیں گے میں بھی لگوالوں گا۔ فی الحال آپ اسکو دفتر میں رکھوادیں ، میں حاجی صاحب کے نام خط لکھ دوں گا آپ میرا خط پہونچادیں پھر مولانا نے حاجی صاحب کے نام ایک خط جس میں معذرت بھی تھی اور میری کوشش کا ذکر بھی تھا لکھ دیا۔

اپنے ہاتھ سے غلاظت اٹھانا

جامعہ کے سابق استاذ مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ مدرسہ کا جنوبی دروازہ گاؤں کی طرف کھلتا ہے اس زمانہ میں گاؤں والوں کے جانور گائے بھینس بکری مرغی سب ہی مدرسہ میں آتے جاتے تھے کچھ اساتذہ بھی بکریاں اور مرغیاں پالتے تھے جنکی وجہ سے مدرسہ کے صحن میں برآمدوں اور چبوتروں میں گندگی ہوجاتی تھی اپنے کمرے کے سامنے کی مینگنیاں وغیرہ خود ہی حضرت جھاڑو سے صاف کرایا کرتے تھے ایک دن اسی دروازہ کے سامنے مدرسہ کی صحن میں کوئی گائے یا بھینس گوبر کرگئی حضرت نے دیکھا زیرلب کچھ ناگواری کا اظہار کیا اور دونوں آستین چڑھا کر اپنے ہاتھ سے اٹھانے کے لئے چلے میں ساتھ تھا میں نے جلد ہی اپنے ہاتھ سے اٹھالیا۔ مولانا فرماتے رہ گئے ارے یہ آپ کیا کررہے ہیں اور میرے ہاتھ سے اسے اپنے ہاتھ میں لینا چاہا میں نے عرض کیا حضرت ہاتھ تو گندے ہو ہی گئے آپ کیوں اپنے ہاتھ گندے کرتے ہیں میں نے وہ گوبر

مدرسہ کے باہر لیجا کر پھینک دیا، جس گوبر کو خود اپنے ہاتھ سے اٹھانے جارہے تھے میرے اٹھا لینے پر بہت تکلیف ہوئی اور طلباء پر برس ہی تو پڑے کہ تم لوگوں کو کیسے علم آئے گا، حدیث وتفسیر کے استاذ سے گوبر اٹھواتے ہو تمہاری آنکھیں کہاں چلی گئی تھیں تم نے کیوں نہیں دیکھا وغیرہ وغیرہ۔

رات کی تنہائی اور طلبہ کے بیت الخلاء کی صفائی

خدمت کے واقعات بہت سے پڑھے ہونگے یہ بھی پڑھ لیجئے، مدرسہ میں مسجد کے سامنے بارہ عدد بیت الخلاء بنے ہوئے تھے جو طلباء واساتذہ کے بھی استعمال میں رہتے تھے، باندہ کے دیہاتی طلباء جس جس طرح ان کو گندہ کر سکتے تھے کرتے تھے، لیکن صبح کے وقت سب بیت الخلار وزانہ بالکل دُھلے ہوئے ہوتے تھے، کسی کو دھونے والے کا پتہ نہ چلتا تھا، مولانا زکریا صاحب استاذ مدرسہ فرماتے ہیں کہ ایک رات تقریباً ڈھائی بجے مجھے بیت الخلاء جانے کی ضرورت محسوس ہوئی جب میں کسی قدر قریب پہونچا تو دیکھا کہ کوئی صاحب مسجد کے وضوخانے کا پانی جس گڑھے میں جمع ہوتا تھا اس سے بالٹی میں پانی لیکر بیت الخلاء دھورہے ہیں، غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے حضرت ہی ہیں، کہاں کا تقاضا خاموشی سے واپس آکر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا اور حضرت کو یہ کرتے ہوئے دیکھتا رہا، آگے بڑھ کر حضرت کے ساتھ شریک ہونے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضرت کو راز فاش ہوجانے پر افسوس ہوگا اور یہ سب کرتا دیکھ کر پھر نیند کا کیا سوال اس کام سے فارغ ہوکر مسجد کے قریب کنویں پر جو نل لگا تھا وہاں جاکر غسل فرمایا اور مسجد کے صحن میں تہجد کی نماز شروع کردی۔ اللہ ہی جان سکتا ہے کہ اسکے یہاں ان کاموں کا کیا اجر ملے گا اور اس تہجد کی نماز پر اسکو کتنا پیار آتا ہوگا۔ اپنے کمرہ کے سامنے صحن اور برآمدہ میں جھاڑو دینے کا تو روزمرہ معمول تھا رات میں نالیوں اور مدرسہ کے میدان میں بھی خود

جھاڑ و دیا کرتے تھے۔

بہت ہی معزز مہمانوں کے لئے حضرتؒ کے کمرہ کے قریب دو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے ایک بار مدرسہ میں ایک بہت محترم بزرگ آنے والے تھے کہ اس بیت الخلاء کا ٹینک بھر گیا مولوی محمد منظور اور مولوی محمد انیس کو جو حضرت کے قریبی لوگوں میں ہیں بلایا اور فرمایا ایک کام ہے ہم ہی لوگ کر سکتے ہیں، بتلاؤ کروگے ان لوگوں نے عرض کیا ضرور فرمایا یہ کام ہے ان نوجوانوں کو بھی شاباش ہے کہ ان لوگوں نے حضرت کے ساتھ یہ کام کیا انہیں دونوں کی روایت ہے حضرت بھی بالٹیاں بھری غلاظت وہاں سے لے جا کر دور کھیت میں ڈال کر آتے تھے۔

اشاعت علم اور اصلاحِ امت کیلئے جفاکشی

مسلسل دس یوم سونے کی نوبت نہیں آئی

مولانا احمد عبد اللہ طیب مجاز حضرتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو کبھی چین سے سوتے بیٹھتے نہیں دیکھا ہمیشہ امت کے غم میں بے چین و فکر مند پایا کھانے کی فکر تھی، نہ پوشاک کی، صحت کی نہ آرام کی، بس اسی دھن میں رہتے کہ میری ذات سے کسی کا بھلا ہو جائے، خواہ اسکے لئے کچھ ہی کرنا پڑے،، یہی ان کی روحانی و جسمانی غذا تھی۔ کئی کئی دن گذر جاتے سونے کی نوبت نہیں آتی شاید کسی کو یقین نہ آئے میں نے دیکھا کہ حضرت مسلسل دس یوم سوئے نہیں، دن رات تعلیم و تبلیغ میں مشغول رہے۔ صبح سے عصر تک تعلیم و تدریس اور امور جامعہ میں مصروف رہتے، عصر سے پہلے یا بعد مدرسہ سے روانہ ہوتے باندہ شہر پہنچ جاتے (یہ وہ وقت ہے جبکہ اس علاقہ کے مخالفین کا بہت زور تھا) کسی علاقہ کی کوئی جماعت آئی ہوئی ہوتی تو اسکی نصرت کرتے یا حضرت کا بیان ہوتا بعد دعاء خوانی مدرسہ کیلئے روانہ ہونے کیلئے نکل جاتے باندہ عیدگاہ کے پاس آجاتے کہ کوئی سواری مل

جائے مدرسہ پہونچ جائیں۔ (اس علاقہ میں بعد مغرب بسیں بند ہوجاتی ہیں) سڑک کے کنارے چبوترے پر چادر بچھادیتے اور مجھ سے کہتے عبداللہ! سوجاؤ اتنے کہ ٹرک آجائے میں جاگتا رہوں گا میں کہتا کہ حضرت نہیں آپ سوجائیں میں جاگتا رہوں گا ٹرک آنے پر بیدار کرلوں گا حضرت فرماتے نہیں نہیں تمہیں صبح سبق پڑھنا ہے۔ سوجاؤ اور بہت اصرار کرتے یہاں تک کہ مجھے لٹاہی دیتے۔ کبھی نیند لگ جاتی کبھی نہ لگتی لیٹے لیٹے میں نظارہ کرتا رہتا کہ حضرت سڑک کے کنارے بیٹھ کر ذکر وغیرہ میں مشغول رہتے کبھی چند منٹ کیلئے لیٹ جاتے ٹرک کی آواز سنتے ہی فوراً کھڑے ہوکر اشارہ کرتے ہوئے زور زور سے آواز دیتے کہ روک دو لیکن نو وارد ٹرک والے کیا جانیں کہ کون روک رہاہے اور علاقہ بھی پر امن نہیں، حضرت آواز دیتے ہی رہتے ٹرک والے بڑی تیزی سے گذر جاتے چند منٹ کے بعد یہی معاملہ ہوتا رہتا اسی طرح ساری رات گذر جاتی صبح ہوتے ہوتے کوئی ٹرک والا روک دیتا سوار ہوکر نومیل پر اتر جاتے وہاں سے پیدل چل کر اپنے مدرسہ نماز فجر میں پہونچ جاتے نماز فجر کے ساتھ ہی درس کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا، عصر تک درس وامور مدرسہ سے فارغ ہوجاتے۔ پھر بعد عصر باندہ کیلئے روانہ ہوجاتے ایک عشرہ مسلسل یہی معمول رہا سونے کی نوبت نہیں آئی مسلسل کام کرتے کرتے تھک کر چور ہوجاتے نڈھال ہوجاتے دفعۃً نیند کا غلبہ ہوتا بیٹھے بیٹھے چند لمحوں کیلئے آنکھ سی لگ جاتی پھر آنکھ کھول دیتے بس ایسا محسوس ہوتا کہ کئی گھنٹے آسودگی سے سوگئے ہوں اتنی معمولی آنکھ جھپکنے کے بعد پھر طبیعت میں نشاط چہرۂ انور پر بشاشت وتراوٹ نمایاں ہوتی، جوہر دیکھنے والا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا پھر کام میں مشغول ہوجاتے۔ یہ اللہ کا میرے حضرت کے ساتھ خاص فضل وکرم اور نصرت کا معاملہ تھا۔

حضرت مولانا انتظام حسین صاحب مرحوم حضرت کے قدیم شاگرد اور جامعہ کے مایہ ناز استاذ بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم کئی لوگ موضع شیخن پوروہ ضلع باندہ سے

گزر رہے تھے حضرت علیہ الرحمہ بھی ہمارے ساتھ تھے گاؤں پہنچنے پر حضرت نے اپنا ایک قصہ بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ پیدل چل کر جب اس گاؤں پہونچا تو بہت تھک چکا تھا سیدھا مسجد گیا نماز پڑھی اور اعتکاف کر کے ٹھہر گیا۔ جاڑے کی رات تھی اپنی چادر کافی نہ ہوئی مسجد کی جانماز اپنے اوپر لپیٹ کر ایک کنارے لیٹ گیا، میں جاگ ہی رہا تھا کہ ایک بڑے میاں جنکا نام جمن تھا، تہجد پڑھنے آئے مجھے لیٹا دیکھ کر کہا کون لیٹا ہے؟ میں نے کہا صدیق! تو کہنے لگے کہ اچھا ہتھورا والا حافظ؟ میں نے کہا جی ہاں پھر وہ بیچارے اسی وقت اپنے گھر سے کچھ کھانا لا کر کھلایا میں نے کہا کہ میں لڑکے لینے آیا ہوں تا کہ ان کو پڑھاؤں چنانچہ انہوں نے بھانجے علی حسین اور ان کے ساتھیوں کو پڑھنے کیلئے بھیج دیا یہ تھے حالات حضرت کے کہ بے سروسامانی کا عالم مگر دل میں ہمت بے پناہ اور جفاکشی بے انتہا۔ اس جدوجہد اور گاؤں گاؤں پھرنے کے سلسلہ میں بعض آدمی ایسا بھی کہتے تھے کہ تم کو بچہ دینے میں ہمارا نقصان ہے بچے کچھ بکریاں چرا لیتے ہیں یا مزدوری کر کے کچھ کما لیتے ہیں آپ ان سے فرماتے ارے بھئی ہم تم کو وہ پیسے دے دینگے، بہر حال اس طرح دیہاتوں سے کچھ بچے مل جاتے تو ان کو لیکر داخل مدرسہ کرتے (اس وقت مدرسہ کا کوئی نام یا عمارت کچھ نہ تھا) ان بچوں پر رات دن محنت کرتے اور وعدہ کے مطابق ان کے والدین کو وہ رقم پہنچاتے کئی بار میرے ذریعہ سے سات اور گیارہ روپیہ پہونچوایا ہے۔ ناظرہ ختم ہونے کے بعد حافظہ سنتے پھر فارسی وعربی بھی ان کو پڑھاتے جب طلباء کچھ زیادہ ہوئے تو ایک مدرس مولوی عبدالخالق باندوی کو رکھ لیا۔

اتباعِ سنت پر زور

حضرت کے عزیزوں میں سے ایک صاحب تشریف لائے جو حضرت کی زیر نگرانی تعلیم وتبلیغ کا کام کر رہے تھے، حضرت نے کسی کام سے جلدی ان کو بھیجا یہ

صاحب فوراً کمرہ سے باہر نکلے اور پاؤں میں پہلے بایاں جوتا پہنا بعد میں دایاں اور یہ طریقہ چونکہ سنت کے خلاف تھا حضرت نے انکو دیکھتے ہی فوراًٹو کا، تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم لوگوں کو تبلیغ کیا کرتے ہوگے جبکہ خود تمہارا عمل سنت کے موافق نہیں، جب تم ہی سنت پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کیا سنت کی تلقین کرتے ہوگے تبلیغ کرنے والوں کو تو ایک ایک سنت پر عمل کرنا چاہئے لوگ تو ان کے چھوٹے بڑے عمل کو دیکھتے ہیں، چھوٹی چھوٹی چیزوں میں غور کرتے ہیں ان کا تو ہر عمل سنت کے مطابق ہونا چاہئے، تب جا کر ان کی بات کا اثر ہوگا۔

تبلیغی کام کی نزاکت

ایک صاحب نے فرمایا کہ تبلیغی کام کے سلسلہ میں لوگوں نے بحث ومباحثہ شروع کردیا ہے۔ بہت سے علاقوں میں اپنے ہی حلقہ کے بڑوں نے اس کام کی مخالفت شروع کردی ہے حضرت نے فرمایا افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں نہ یہ صحیح نہ وہ صحیح اعتدال ہونا چاہئے۔ تبلیغ والوں کی یہ غلطی ہے کہ وہ مہینہ کے تین دن اور سال کا چلہ لگا کر اپنے کو بہت قابل اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں جو چلہ نہ لگائے وہ گویا دین کا کام نہیں کررہا ہر ایک سے چلہ کا مطالبہ کرتے ہیں نہ مخاطب دیکھتے ہیں نہ موقع محل ان کے نزدیک مدرسہ والے بھی گویا کچھ نہیں کررہے ایک چلہ لگا کر اپنے کو بہت قابل سمجھنے لگتے ہیں اور یہ بات چند سالوں سے ہوگئی ہے ورنہ پہلے جو لوگ جماعت میں نکلتے تھے ہمیشہ اپنے کو علماء کا محتاج سمجھتے تھے اور سیکھنے کیلئے نکلتے تھے اسی طرح پڑھے لکھے لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ اس کام سے جڑتے ہی نہیں تعاون نہیں کرتے اور جماعت کی اس قسم کی غلطیوں کی وجہ سے پورے تبلیغی کام ہی کو سرے سے غلط کہتے ہیں افراد کی غلطی کی وجہ سے جماعت کا کام تھوڑی غلط ہوجائے گا ہزاروں لاکھوں کی اسکے ذریعہ اصلاح ہوئی ہے البتہ افراد کی غلطی

پر تنبیہ کی جائے ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے کام کو کیوں بدنام کیا جائے۔

دعوت قبول نہ کرنے کا عجیب اصول

شہر باندہ میں تبلیغی جوڑ تھا ایک امیر صاحب جماعت لیکر آئے تھے حضرت نے فرمایا کہ باندہ میں ایک پیارے وکیل میاں صاحب ہیں جنہوں نے جماعت میں ایک سال کا وقت لگایا ہے ان کے پوتے کا عقیقہ تھا، عقیقہ تو ان کو کئی روز پہلے ہی کرنا تھا لیکن وہ صرف اس وجہ سے رکے رہے کہ تبلیغی جوڑ ہونے والا ہے اس وقت کرونگا، تا کہ جماعت والے کھانا کھالیں ان کی دعوت ہو جائے گی کتنی اچھی بات تھی ہم لوگوں کی بھی رائے یہی تھی، لیکن جماعت کے امیر صاحب آئے اور کہنے لگے کہ جو صاحب دعوت کر رہے ہیں ان کا چلہ لگا ہے یا نہیں معلوم ہوا کہ نہیں لگا ہے کہنے لگے بس دعوت قبول نہیں کریں گے، یہ بات ان کی اچھی نہ لگی لیکن میں نے صبر سے کام لیا (کیوں کہ وہ تیز مزاج تھے مزید نقصان کا اندیشہ تھا) ہر جگہ اس قسم کے اصول نہیں چلانا چاہئے اس کا محل اور موقع دیکھنا چاہئے آخر ان اصولوں کا مقصد کیا ہے مقصد تو صرف یہ ہے کہ لوگوں کو دین سے قریب کیا جائے، دین کی طرف راغب کیا جائے اگر دعوت کھا کر لوگ دین سے قریب ہوں گے تو دعوت کھائیں گے اگر دعوت نہ کھا کر قریب ہوں گے تو دعوت نہ کھائیں گے مقصود تو دین سے قریب کرنا ہے اس طرح تو اصول برتنے سے لوگ اور بدظن ہو جائیں گے بجائے قریب کے اور دور ہونے لگیں گے۔ ایسے لوگوں سے دین کا نقصان ہوتا ہے۔ لیکن میں نے ان کی یہ باتیں برداشت کر لیں، خامیاں ہر ایک میں ہوتی ہیں اگر ان سب باتوں پر نظر کی جائے تو کام ہی بند ہو جائے۔

حضرت نے فرمایا البتہ اسکا لحاظ رکھنا چاہئے اگر کسی دیہات میں پہونچے وہاں غریب لوگ ہیں، بیچارے دس آدمیوں کا انتظام نہیں کر سکتے وہاں دعوت نہ کھانا چاہئے،

وہاں یہ کہہ دینا چاہئے کہ آپ لوگ بس اتنا کر دیں کہ مسالہ پسوا دیجئے، چٹنی کا انتظام کر دیجئے، باقی انتظام ہم خود کریں گے ان کا بھی جی خوش ہو جائے گا۔ (افادات صدیق)

تعلیم چھوڑ کر تبلیغ؟ مدرسہ یا چلہ؟

حضرت کی خدمت میں ایک مولوی صاحب تشریف لائے جو حضرت سے بھی تعلق رکھتے تھے اور ایک مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتے بھی تھے۔ کچھ عرصہ سے مدرسہ بند کر کے ۴ ماہ کیلئے جماعت میں تشریف لے گئے تھے اور اب حضرت کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے، چنانچہ بیعت کی درخواست کی حضرت کو پورے حالات کا علم ہوا، حضرت نے ناگواری کیساتھ فرمایا کہ آپ کے اندر مستقل مزاجی نہیں کبھی کچھ کرتے ہیں کبھی کچھ کرتے ہیں کام اس طرح نہیں ہوتا کبھی ادھر کبھی ادھر، مجھ سے بیعت ہونے کیلئے آتے ہیں پہلے بات ماننے کا جذبہ پیدا کیجئے، کرتے ہیں منمانی اور بیعت ہونے کیلئے آتے ہیں مدرسہ بند کر کے جماعت میں جانے کیلئے کس نے آپ سے کہا تھا اور کس سے پوچھ کر گئے تھے میں آپ کو بیعت نہیں کروں گا، کیا مدرسہ چلانا دین نہیں ہے، مدرسہ میں کیا سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے وہ دین کی تبلیغ نہیں ہے، وہ بھی تو تبلیغ ہی ہے، کیا میں تبلیغ کا حامی نہیں ہوں، تبلیغ کے فروغ کیلئے کیا میں کوشش نہیں کر رہا ہوں مدرسہ کیساتھ بھی تو تبلیغ کا کام ہو سکتا ہے۔

ایک عمر رسیدہ حضرت کی خدمت میں ایک دیہات سے بیعت کیلئے آئے اور حضرت سے بڑی لجاجت کے ساتھ بیعت کی درخواست کی حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ پہلے اپنے یہاں مدرسہ قائم کرو تب بیعت کروں گا، ان صاحب نے کہا کہ تنہا میں بچوں کو مسجد میں پڑھاتا ہوں حضرت نے فرمایا نہیں مدرسہ قائم کیجئے وہ صاحب تیار ہو گئے حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے انشاء اللہ بیعت کر لوں گا۔

راقم الحروف نے ایک مرتبہ حضرت علیہ الرحمہ سے مشورہ لیا کہ احقر ایک مدرسہ میں تدریس و افتاء کی خدمت انجام دیتا ہے نیز ایک مسجد میں امامت اور درس تفسیر کا معمول ہے۔ مقامی طور پر تبلیغی حلقوں میں شرکت رہتی ہے لیکن باضابطہ تبلیغ میں نکلنے کیلئے موقع نہیں ملتا تبلیغی احباب اصرار کرتے ہیں کہ مہینہ میں تین دن لگالیا کروں تو کیا میں ہر ماہ مدرسہ سے تین یوم کی چھٹی لیکر اس کام میں شریک ہوں یا کیا کروں جیسا حضرت کا حکم ہوگا ویسا ہی اس پر احقر عمل کرے گا۔

حضرت نے احقر کے تحریری استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مرکز دہلی اپنے حالات لکھ کر بھیج دیں اور وہاں سے جو جواب آئے اسکے مطابق عمل کریں اور لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ مرکز کے اکابر اس سے منع کرتے ہیں خود مرکز میں مدرسہ ہے اور پڑھنے والے طلباء مدرسین وہاں کے تبلیغی پروگرام میں باضابطہ شریک نہیں ہوتے مہینہ کے تین دن بھی نہیں لگاتے البتہ صرف جمعرات کو شام کے وقت جماعت میں جاکر جمعہ کو واپس آجاتے ہیں اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں اختیاری ہے۔ جیسا کہ آپ نے ہمارے یہاں دیکھا کہ یہاں بھی طلباء کا یہی معمول ہے۔ حضرت نے فرمایا سب اسی چھ نمبر کے کام میں لگے رہیں گے تو یہ باقی دین کے شعبے کون دیکھے گا لوگ بہت غلط کرنے لگے ہیں دراصل یہ لوگ اپنی منمانی کرتے ہیں اکابر کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے۔

عصری اعلیٰ تعلیم اور خدمتِ خلق

حضرت علیہ الرحمہ جیسے دینی تعلیم اور دینی اداروں کو اہمیت دیتے تھے، اسی طرح عصری تعلیم اور اسکے اداروں کی قدر و قیمت ان کے نزدیک کم نہ تھی اور نہ یہ کہ وہ ان کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں۔

لیکن اسکا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ اس میں خلط مبحث کا شکار ہوں اور دونوں کو ہم

پلہ سمجھتے ہوں یا عصری تعلیم کو دینی تعلیم پر ترجیح دیتے ہوں کہ دینی تعلیم تو بس بقدرِ ضرورت اور عصری تعلیم زائد سے زائد ہو۔ جیسا کہ بہت سے مرعوب ومتاثر قسم کے لوگ کیا کرتے ہیں بلکہ دین ودنیا کہئے یا دنیا وآخرت دونوں کے مراتب کا جو فرق ہے اس کے مطابق دونوں قسم کی تعلیم میں حضرت فرق بھی کرتے تھے، اولیت اور اساسی اہمیت بہر حال دینی تعلیم کو تھی، جس کے ساتھ ایمان وعقیدہ کی حفاظت اور آخرت کی کامیابی جڑی ہوئی ہے۔

اسی لئے حضرت دینی مکاتب ومدارس اور اداروں کے لئے تو جدوجہد کرتے ہی تھے اور اس کے لئے فکر وتحریض وترغیب کی باتیں فرماتے، عصری اداروں کے لئے جدوجہد کو بھی اہمیت دیتے، ایسے کاموں کی ہمت افزائی فرماتے، دعوت پر ان کی تقریبات میں شرکت کرتے اور بیانات میں حسب موقع ان کی ضرورت کا اظہار فرماتے اور لوگوں کو اس پر آمادہ فرماتے کہ یہ بھی ہمارے اور مسلمانوں کے کرنے کا کام ہے۔

چنانچہ جانے کتنے اسپتال اور نرسنگ ہوم وغیرہ کی حضرت نے بنیاد ڈالی اور ان کی تقریبات میں شرکت فرمائی اور اسکولوں وکالجوں کے پروگراموں میں شرکت کی اور ان کاموں کی اہمیت دلائی، آپ نے میڈیکل کالجوں انجینئر نگ کالج وغیرہ کھولنے کی ترغیب دی اور اس سلسلہ کی تعلیم حاصل کرنے کی اہمیت دلائی وبتائی اور تعلیم حاصل کرنے والوں کو مبارکبا ددی۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت کی خدمت میں آئے اور ایک صاحب نے اپنے بچے کی اعلی تعلیم کا تذکرہ کیا، اس مقصد کے تحت کہ بچہ مستقبل میں ایس پی یا کلکٹر وغیرہ بنے، تو حضرت نے فرمایا ”ٹھیک ہے مگر نیت یہ ہو کہ ایسا عہدہ حاصل کر کے مسلمانوں کا کام کریں گے“۔

اور پھر سنایا: ”ایک مرتبہ لکھنؤ میں کچھ بزرگ جمع تھے، حضرت رائے پوری بھی تھے، سلسلۂ گفتگو میں انہوں نے فرمایا: انگریزی پڑھنے کو منع نہیں کیا جاتا، پڑھے پڑھائے

مگر نیت صحیح ہو کہ اس سے مسلمانوں کا کام کریں گے اور خدمت کریں گے۔"

اور مدراس کے علاقہ میں بمقام آمبور ایک کالج کے طلباء سے خطاب میں حضرت نے فرمایا:

یہ وعدہ کریں اور اس کی کوشش کریں ابھی سے کریں کہ ہم دوسروں کے فائدہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیں گے، دوسری مخلوق کو ہم نفع پہونچانے والے بنیں گے، یہ نیت ہونی چاہئے کہ ہم ڈاکٹر بنیں گے، تو اچھے ڈاکٹر بنیں گے، سب کو نفع پہونچائیں گے، اور آج ہم ڈاکٹر اس لئے بن رہے ہیں کہ ڈاکٹر بننے کے بعد ہم کوٹھیاں بنائیں گے، مالدار بنیں گے، کار خریدیں گے، خوش حال ہوں گے، نیت یہ نہیں ہونی چاہئے۔

بلکہ نیت یہ ہونی چاہئے کہ ڈاکٹر بنیں گے، دوسروں کو نفع پہونچانے کے لئے، مریضوں کا علاج کرنے کے لئے، اسی طرح انجینئرنگ ہے یا جتنے بھی شعبے ہیں سب کے اندر نیت کی تصحیح ضروری ہے کہ ہم انجینئر بنیں گے، دوسروں کو نفع پہونچانے کے لئے"۔

نیز فرمایا "یہ جو اسکول اور کالج کی تعلیم ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور یہاں جو تعلیم دی جاتی ہے اور جو ہنر سکھایا جاتا ہے اس کو ہم دل سے لیں اور دل سے سیکھیں اور تصحیح نیت کے ساتھ سیکھیں اور یہی جذبہ ہمارا ہو کہ ہم دوسروں کو نفع پہنچائیں گے۔"

حضرت نے اسی مذکورہ خطاب میں یہ بھی فرمایا تھا: تعلیم انسان کے اندر بگاڑ کو ختم کر کے صلاح کو پیدا کرتی ہے، ذاتی چیزوں (صفات) کے اندر مہارت پیدا کرتی ہے، دل کے اندر کا بگاڑ تعلیم سے دور ہوتا ہے، اگر تعلیم کے ذریعہ سے ہم اپنے دل کے بگاڑ کو دور نہ کر سکے تو پھر ہمیں حاکم (یا کسی کام کے ذمہ دار) بننے کا حق بھی نہیں۔ تعلیم تو ایک ہنر ہے، ایک کمال ہے، انسان کو کامل بنا دیتی ہے کوئی آدمی اپنے اندر بگاڑ رکھنا چاہے تو وہ تعلیم سے دور رہے گا۔"

"ہاں یہاں ایک بات اور سن لیں، صرف تعلیم سے دل کا بگاڑ دور نہیں ہوگا،

درستگی پیدا نہیں ہوگی بلکہ دل کی درستگی کے لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ صحبت صالح۔ کسی صاحب دل کی صحبت بھی ضروری ہے۔

اور مقصد اس کا یہ ہے کہ تعلیم اس وقت انسانیت کے لئے سود مند ہے جبکہ اسکا رخ صحیح ہو اور یہ بات نیت کی تصحیح، نیک لوگوں سے ربط و تعلق کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

(تذکرۃ الصدیق)

ایک عالم صاحب کی جوشیلی تقریر پر حضرت کا تبصرہ

ایک نوجوان باصلاحیت عالم مفتی صاحب جنکو اللہ تعالی نے کچھ بولنے کا ملکہ بھی عطا فرمایا ہے ایک بستی میں ان کا بیان ہوا ان صاحب نے اپنے وعظ میں پورے زور وشور سے یہ بات بیان کی کہ آپ کے گاؤں میں بہت سے لوگ سودی لین دین کرتے ہیں آپ لوگ ان کا بائیکاٹ کیجئے، ان کے گھر کی افطاری واپس کردیجئے، ان کے گھر کا کھانا جائز نہیں وغیر ذلک۔

حضرت نے ان کے وعظ کے متعلق فرمایا کہ اچھی خاصی فضاء خراب کر کے چلے گئے فتنہ پیدا کر گئے گھر گھر اختلاف پیدا کر دیا، اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے۔

ایک عالم صاحب نے ان واعظ صاحب سے عرض کیا کہ فقہی مسئلہ کے اعتبار سے بھی جسکی آمدنی حلال وحرام کی مخلوط ہو لیکن حلال اکثر ہو تو اسکی دعوت وافطار کھانا سب جائز ہے، یا حرام اکثر ہو لیکن حلال مال سے دعوت یا افطار کرائے تب بھی جائز ہے؟ آپ نے یہ کیسے بیان کر دیا؟ واعظ صاحب کہنے لگے میں نے تہدیداً کہہ دیا تھا کہ سد باب ہو، حضرت نے فرمایا تہدید ہر ایک کا منصب ہے؟ حالات ہوتے ہیں مخاطب دیکھا جاتا ہے ہر ایک کو تہدید کی اجازت نہیں۔

(افادات صدیق)

ایک منتشر المزاج شخص کو مشورہ

غیر مسلموں میں تبلیغ سے متعلق گفتگو

ایک صاحب دیہات سے تشریف لائے جوان پڑھ ہونے کے ساتھ مفلوک الحال اور سنکی قسم کے تھے کبھی کسی جماعت سے متعلق کبھی کسی جماعت سے۔ کبھی الیکشن میں کھڑے ہیں کبھی مزدوری کررہے ہیں، حضرت والا کو ان کے گھریلو حالات معلوم تھے خود پریشان حال مقروض تھے اور اس وقت بھوت سوار تھا غیر مسلموں کی تبلیغ کا اور حضرت سے بحث بھی کررہے تھے، حضرت نے ان سے فرمایا میری بات مانو میں خیر خواہی کی بات بتلارہا ہوں گھر کی فکر کرو، اتنا قرض لدا ہوا ہے اسکو ادا کرو کہنے لگے قرض ادا کررہا ہوں تین بھینس بیچ دیں دو بیل بیچ کر قرض ادا کردیا حضرت نے فرمایا بڑی عقلمندی کی۔ ارے تجارت کیوں نہیں کرتے دوکان میں کیوں نہیں بیٹھتے کہنے لگے میں تو غیر مسلموں میں تبلیغ کرتا ہوں حضرت نے فرمایا میں اس سے منع تھوڑی کررہا ہوں لیکن پہلے اپنی بھی تو اصلاح کرو، غیر مسلموں کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہو تو کون سا اسلام سکھانا چاہتے ہو کوئی نمونہ پیش کریں کہ اسلام ایسی زندگی چاہتا ہے، حالت یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ کررہے ہیں اور معاملات گندے ہیں، کسی کا لیکر دینا نہیں جانتے گھر کا ماحول تتر بتر انتشار اختلاف کا شکار پورا معاشرہ بگڑا ہوا ہے اسکی پرواہ نہیں اور اسلام کی تبلیغ کررہے ہیں کیا اسی اسلام کی دعوت دینا چاہتے ہو پہلے اپنا ماحول اور معاشرہ تو درست کرو اخلاق ایسے بناؤ اسلام تو اخلاق سے پھیلا ہے اور اسلام کی تبلیغ ہو بھی چکی ہے، حضرت نے ان سے فرمایا حلال کمائی کی فکر کرو، ادھر ادھر کی بکواس نہ کرو مالی حالات درست کرو قیامت میں تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کتنے ہزار مسلمان کئے البتہ یہ پوچھا جائے گا کہ فلاں کے حقوق کیوں تلف کئے؟

قرض کیوں نہیں ادا کیا؟ اتنی سب سننے کے بعد وہ صاحب اپنی ہی ہانکتے رہے حضرت نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرا امتحان لینے آئے ہو۔ (افادات صدیق)

تدریس کا کام تصوف کے مشغلہ سے بہتر ہے

ایک مرتبہ ایک معروف بزرگ جن سے خود حضرت کا گہرا ربط تھا اور حضرت کے دل میں ان کا بڑا مقام تھا، ان سے مرتبط ایک صاحب نے کسی صاحب کے مکاشفہ کا تذکرہ کیا کہ یہ بزرگ اس وقت فلاں مقام پر فائز ہیں تو حضرت نے ہنس کر فرمایا: ’’لوگ ان سب چکروں میں پڑے رہتے ہیں علماء شریعت کا جو مقام ہے وہ کسی کا نہیں اور اس کے بعد فرمایا: ا۔ل۔زبر اَل۔ح۔م۔زبر حم۔ کا جو مقام ہے کسی چیز کا نہیں‘‘ (یعنی الف باء پڑھانے والے کا جو مقام ہے وہ کسی کام کا نہیں ہے)

حضرت کی نگاہ میں دینی علوم اور ان کی تدریس واشاعت کا کیا مقام تھا؟ ایک مرتبہ فرمایا؟ درس وتدریس اور پڑھنے پڑھانے کو لوگ معمولی کام سمجھتے ہیں، اس کی اہمیت کا لوگوں کو اندازہ نہیں، اذکار واشغال اور نوافل سے میں اسکو افضل سمجھتا ہوں۔

سلطان پور میں بعض علماء نے ایک مرتبہ کچھ اذکار و مستحبات اور ان سے محرومی کی بات کی تو فرمایا ’’یہ جو روڑا پتھر آپ لوگ کر رہے ہیں، یہ کم نہیں ہے اگر اخلاص کے ساتھ ہو۔‘‘

اور مدرسہ کے کاموں کے لئے بھاگ دوڑ کے لئے فرمایا: یہ بھی تو کام ہے۔ یہ بھاگ دوڑ کیا دین کی نسبت سے نہیں ہے۔ حضرت کے نزدیک اس کام کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے لطیفہ سنئے۔ کہ ایک عمر رسیدہ شخص نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی، حضرت سے ان کا پہلے سے تعلق تھا اور حضرت ان کا لحاظ بھی فرماتے تھے حضرت نے فرمایا؟

''پہلے اپنے یہاں مدرسہ قائم کروتب بیعت کروں گا۔''

ان صاحب نے کہا تنہا میں بچوں کو مسجد میں پڑھاتا ہوں حضرت نے فرمایا'' نہیں مدرسہ قائم کیجئے۔ انہوں نے وعدہ کیا تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے انشاء اللہ بیعت کرلوں گا۔ (تذکرۃ الصدیق)

جامعہ خیر العلوم کھنڈوا کے قیام کا واقعہ

کھنڈوا۔ مدھیہ پردیش کے ان اضلاع میں سے ہے، جو مہاراشٹر سے ملتے ہیں اور یہ سب جہالت وخرافات کا شکار ہیں، اس وقت شہر سے متصل پانچ کلومیٹر پر'' جامعہ خیر العلوم'' واقع ہے اور اس سے مرتبط شہر کے اندر اور اطراف میں چند مکاتب ہیں۔ سب مل کر الحمدللہ بہت اچھا کام کررہے ہیں یہ کس کا فیض ہے براہ راست حضرت صدیق باندوی علیہ الرحمہ کا۔ اور وہاں کی اس تعلیمی جدوجہد وتحریک کا آغاز یہ ہے کہ ایک صاحب نے حضرت کو ایک بڑی رقم حضرت کے مدرسہ کے لئے پیش کی، حضرت نے برجستہ فرمایا میں اس کو نہیں لے سکتا اور لینا درست بھی نہیں ہے پیش کرنے والے ایک متدین، حلال روزی کمانے والے اور محبّ معتقد تھے وہ یہ سن کر حیران وپریشان کہ یہ کیا بات ہوئی۔

حضرت نے فرمایا: ''اس کا لینا اس لئے جائز نہیں ہے کہ خود آپ کا شہر وعلاقہ دینی تعلیم سے بالکل محروم ہے جبکہ وہاں اتنی احتیاج ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ آپ کی رقم دور دراز کے اداروں میں تو لگے اور خود آپ کے علاقے میں کام نہ ہو۔''

بس بات دل کو لگ گئی، اس وقت وعدہ اور پھر فکر وجدوجہد اور کام شروع ہوگیا چند سالوں میں کہاں تک پہونچا؟ جس کا جی چاہے جا کر دیکھ آئے بلکہ جائزہ لے آئے۔ یہ ایک مثال ہے، جو ہم کو معلوم ہے اس طرح کے نہ جانے کتنے قصے ہوں گے اور ادارے تو

ان گنت ہیں؟ جو حضرت کی تحریک وتوجہ دلانے پر قائم ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

اور کھنڈوا کا مذکورہ مدرسہ جس خاص انداز وفکر کے ساتھ قائم ہوا حضرت اس کی وجہ سے اس سے بہت زیادہ ربط رکھتے تھے بالخصوص جب سے مدرسہ شروع ہوا ادھر کا شاید ہی کوئی سفر ہو جس میں حضرت نے وہاں اترنے اور کچھ قیام کا نظام نہ بنایا ہو۔ لوگوں سے فرماتے ”اس علاقہ کا ہمارا مدرسہ دیکھو“ اور حضرت نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ اس کے دوام واستحکام کی تدبیر فرمائی۔ حضرت فرماتے تھے: گاؤں گاؤں اور محلّہ محلّہ کے اندر مکتب قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس کی بھی ضرورت ہے کہ ایک بڑا ادارہ ہو مکاتب سے پڑھنے کے بعد بچے بڑے اداروں میں داخل ہوں۔

اور یہ کہ ” بڑے مدرسے وادارے دیہات میں ہی بہتر ہیں اور شہر میں مکاتب۔“

حضرتؒ مسلمانوں کی ہر ہر بستی میں ادارہ چاہتے تھے، اس لئے شہر کے ہر ہر محلے میں کام کو فرماتے مگر حضرت حالات ومصالح پر پوری نظر رکھتے تھے، اسی نقطہ نظر کے ساتھ خود کام کیا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ اسی لئے فرماتے تھے: ”بڑے مدرسے تو شہر کے قریب دیہاتوں میں ہی اچھے رہتے ہیں، کچھ پریشانیاں ضرور ہوتی ہیں لیکن بہت سے فتنوں سے عافیت اور سلامتی رہتی ہے۔

شہروں میں مدرسے ہونے میں دوسری بہت سی خرابیاں ہو جاتی ہیں، مدرسہ لوگوں کی نظر میں آجاتا ہے، حکومت کی نگاہیں اٹھنے لگتی ہیں دوسری بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں کہ ان کے مقابلے میں شہر کی آسانیاں کچھ بھی نہیں۔ دیہاتوں میں وہ آسانیاں تو نہیں لیکن دوسرے بہت فوائد ہیں، اس لئے شہروں میں تو مکاتب کا نظام ہونا چاہئے، ہر محلّہ میں ایک مکتب ہو اور بڑا مدرسہ دیہات میں ہونا چاہئے۔

(تذکرۃ الصدیق)

۱۲/ربیع الاول کو کانپور میں حضرت کی صاف گوئی

ایک مرتبہ ماہ ربیع الاول میں کانپور کا ایک سفر ہوا، ایک مسجد میں قبل جمعہ بیان فرمایا تو اس میں فرمایا: ”برا نہ مانیں اور مانیں تو مانتے رہیں، مجھ کو لینا دینا نہیں، لیو چپو نہیں کرتا، چندہ نہ دیں مگر حق کہتا ہوں اور کہوں گا کہ آپ کی وجہ سے پورا علاقہ بگڑ رہا ہے، آپ کی دیکھا دیکھی لوگ سب کچھ کر رہے ہیں، آپ کو لوگ معیار بناتے ہیں، ہمارے چھوٹے سے شہر (باندہ) میں اس ربیع الاول میں ستر ہزار روپئے خرچ کئے گئے، یہ سب آپ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آپ ذمہ دار ہیں، قیامت میں آپ کو جواب دینا ہوگا نبی ﷺ پوچھیں گے جواب نہ بن پڑے گا۔“

فرمایا: ”بڑے دکھ سے اور انتہائی درد سے یہ بات کہہ رہا ہوں آج کل رامائن (سیریل) دیکھ کر تیر کمان عام ہو گیا، گلی گلی بچے تیر کمان لئے ہیں، یہ صحابہ کی نقل نہیں کر سکتے تھے؟ ان کا یہ مزاج نہیں بنایا جا سکتا تھا؟

اسی طرح ایک سال حضرت نے باندہ میں قبل جمعہ اسی بابت خطاب فرمایا اور ان دنوں ۱۲ ربیع الاول کی تیاری چل رہی تھی فرمایا ”بہت سے لوگ دین کا کام اس انداز میں کرتے ہیں کہ وہ بے دینی بن جاتا ہے۔ یہ جو آپ لوگ شہر سجوا رہے ہیں یہ کہاں سے ثابت ہے؟ ذرا ان سے جا کر پوچھیں جو لوگ آپ سے سجوا رہے ہیں کوئی ان سے جا کر کہے تو کہ ایک سر پھرا یہ کہتا ہے کہ آپ بتائیں یہ جائز ہے؟ اس کا کیا ثبوت ہے؟“۔

مہمانوں کیلئے بھیک

احادیث میں اکرام ضیف کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا اہتمام آخری حد تک تھا مہمانوں کی آمد و رفت بے وقت ہوتی ہی

رہتی تھی حضرت مولانا مہمانوں کو مدرسہ کے ذمہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اب اسکی صورت یہی تھی کہ اپنے گھر جو کچھ ہو یا ہو سکے وہ لے آئیں اور بعض بہت ہی قریبی عزیزوں کے گھروں سے کچھ لے آئیں مولاناؒ کا کمرہ جو دار الضیافۃ بھی (اس وقت) تھا اس میں ایک عدد المونیم کی سینی، چار عدد المونیم کے پیالے اور ایک کپڑا جس میں مختلف رنگوں کے کپڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے رکھا رہتا تھا۔ اگر بے وقت مہمان آتے تو حضرت خود یہ مذکورہ سامان اٹھاتے اور چل دیتے اپنے گھر اور عزیزوں کے گھروں سے کھانا لانے کیلئے۔ جس جس کا گھر راستہ میں پڑتا جاتا۔ آواز دیتے جاتے اور ایک پیالہ پکڑاتے جاتے، صاحب خانہ اپنے گھر سے جو کچھ بھی ہوسکتا تھا مدرسہ لیکر پہنچ جاتے پھر حضرت اپنے گھر جا کر جو کچھ ملتا یا جلد انتظام ہوسکتا لے آتے۔ حضرت مولانا زکریا سنبھلی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں الحمدللہ مولانا کے کسی حد تک قریب تھا، کبھی کبھی یہ کام میں نے بھی کیا مگر بہت کم (حضرت کے خدام جو ہتھورا میں رہتے انہیں اسکا خوب سابقہ پڑتا خود راقم الحروف کا بھی دروازوں کی دستک اور مہمانوں کیلئے در در جانے کا اتفاق متعدد بار پڑ چکا ہے۔ بہر حال مولانا زکریا صاحب اپنا واقعہ بتلاتے ہیں) ایک دفعہ حضرت کی عدم موجودگی میں بے وقت مہمان آگئے ایک بہت ہی قریبی دوست کے گھر جا کر میں نے بھی آواز لگادی وہ گھر پر نہ تھے بچوں کے ذریعہ اپنی بات اندر تک پہنچادی کہ مہمان آگئے ہیں ایک پیالہ سالن یا دال دیدیں۔ اللہ تعالی ان کی اہلیہ کو بہت ہی جزائے خیر دے کہ انہوں نے بچے کے ذریعہ پوری پتیلی باہر بھیج دی کہ مہمانوں کو کھلا دیں جو بچ جائے واپس کردیں ابھی بچوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ اس گاؤں کے لوگ مہمان نوازی میں بے مثال تھے۔ حضرت گاؤں کے لوگوں کے احسانات کا جو مدرسہ کے ابتدائی زمانہ میں ان لوگوں نے کئے تھے بہت تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ میں حضرت کی اس سنت پر کبھی کبھی عمل کرلیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت کو یہ بات برداشت نہ تھی کہ میں کسی

کے دروازے پر جا کر اس طرح آواز لگاؤں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت کی کچھ طبیعت خراب تھی، گھر تشریف لے گئے تھے کہ بے وقت مہمان آگئے میں نے سوچا کہ حضرتؒ کو زحمت ہوگی خود ہی کچھ انتظام کرلیا جائے۔ وہی سینی اور کٹورے لیکر چل دیا کسی ذریعہ سے مہمان کا حضرتؒ کو علم ہوگیا۔ فوراً چلے آئے۔ ادھر میں مدرسہ سے نکل چکا تھا، راستہ میں ملاقات ہوگئی، حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور فرمایا، مولانا سب کام آپ سے کرالیتا ہوں یہ کام آپ سے نہیں کراؤں گا، پھر بڑے درد سے فرمایا یہ تو میرے نصیب ہی میں لکھا ہے۔

مفتی محمد زید صاحب نے اپنا واقعہ بتایا کہ حضرت کے یہاں مدرسہ میں مخصوص مہمان آگئے، ان کے کھانے کے لئے عمدہ کھانا جیسا حضرت کھلانا چاہتے تھے، موجود نہ تھا اور اس وقت کوئی انتظام بھی نہ ہوسکتا تھا حضرت کی عادت یہ ہے کہ ایسے وقت میں بلا تکلف اپنے لوگوں سے مہمانوں کے لئے کھانا مانگ لیا کرتے ہیں، دوسرے بھی وہ لوگ جو حضرت کے اپنے قریبی رشتہ دار یا خاص شاگرد ہوتے، اس موقع پر بھی احقر (مفتی محمد زید) نے عرض کیا کہ فلاں استاد کے یہاں گوشت پکا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ ہر ایک سے تھوڑا یہ تعلق ہے اور ہر ایک سے تھوڑی میں لیتا اور مانگتا ہوں وہ تو صرف چند گھر ہیں اور اپنے ہی گھر ہیں ان سے لیتا ہوں اور بعد میں کسی بہانہ سے اس کی تلافی کردیتا ہوں، پھر ایسے ہی ایک عزیز استاذ کے یہاں سے سالن منگایا لیکن بعد میں خود بھی مہمان خانہ میں انتظام ہوگیا تو حضرت نے وہ سالن واپس کروادیا، اور فرمایا کہ پہلے ضرورت تھی اور اب ضرورت نہیں ہے۔

یُؤثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِهِم الخ کا نمونہ

مئی جون کی سخت گرمی کا زمانہ ہے لو اپنے شباب پر ہے، دوپہر کا وقت ہے،

حضرت کئی دنوں کے سفر سے واپس ہورہے ہیں، حسب معمول نومیل ہی سے کسی سائیکل پر آنے والے سے کہلا بھیجا کہ طلباء سے کہہ دو کہ کتابیں لیکر تیار رہیں، سبق پڑھاؤں گا۔ فوری طلباء اپنی کتابیں لے کر حضرت کے حجرے کے سامنے جمع ہوگئے اتنے میں حضرت بھی تشریف لے آئے، دیکھنے سے کافی مضمحل نحیف دکھائی دے رہے تھے۔ بڑھ کر میں نے بعد سلام ومصافحہ کرکے دریافت کیا کہ طبیعت کیسی ہے؟ فرمایا کہ کچھ نہیں سب ٹھیک ہے چلو جلدی سے پڑھ لو پھر مکرر رک کر دریافت کرنے پر بتلایا کہ کل صبح ناشتہ کیا تھا اسکے بعد کچھ کھانے کی نوبت نہیں آئی۔ فوری پڑھانے بیٹھ گئیا یک بچے کو گھر سے کھانا لانے کو بھیجا حضرت پڑھانے میں مشغول ہوگئے یکے بعد دیگرے اسباق کا سلسلہ چلتا رہا، مشکوۃ شریف پڑھارہے تھے کہ گھر سے کھانا آگیا فرمایا کہ کھانا کمرہ میں رکھدو بعد میں کھالونگا (یہ اس لئے فرمایا کہ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے ورنہ کوئی اور درسی کتاب پڑھاتے ہوتے اور کھانا آجاتا تو دوران درس ہی کھالیتے پڑھانا کھانا ایک ساتھ ہوتا تاکہ وقت بچ جائے) حدیث کا درس جاری ہی ہے کہ ایک نووارد مہمان آگئے، حضرت فوراً اٹھے ملاقات کی، پوچھا کہاں سے آنا ہوا پھر فرمایا بڑی دور سے آنا ہوا پہلے کھانا کھالیں پھر بات ہوگی۔ حجرہ میں داخل ہوئے اپنا کھانا لاکر مہمان کے سامنے رکھ دیا کہ کھائے مہمان کھانے لگے ہمیں تشویش شروع ہوگئی، حضرت کئی وقت کے فاقہ سے ہیں سب کھانا مہمان کھالیں گے۔ پھر حضرت کیلئے کیا بچے گا؟ اس لئے کہ گھر سے دوبارہ کھانا آنے کی کوئی امید نہ تھی اور طلباء اگر پیش کریں تو قبول نہیں فرماتے تھے مہمان کھانے سے فارغ ہوئے ادھر حضرت کا درس ختم ہوا مہمان کے کھانے کے بعد آدھی روٹی بچی تھی حضرت نے وہی آدھی روٹی تناول فرمائی کچھ چنے تھے کھا کر پانی پی لیا اور کام میں مشغول ہوگئے شام میں گھر سے کھانا آیا تب کھانا تناول فرمایا۔

(مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی)

سمدھیانے کے مہمانوں کے مقابلہ میں مدرسہ کے مہمانوں کو ترجیح

حضرتؒ کی بڑی صاحبزادی کی شادی کو کچھ ہی دن گذرے تھے۔ ان کی سسرال کے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، غالباً ان کو سسرال لے جانا تھا۔ ان حضرات کا قیام دو تین دن ہتھوڑا میں رہا، ان لوگوں کی کئی کئی رشتہ داریاں اس گاؤں میں تھیں، ایک دن ان لوگوں کا رات کا کھانا مولانا کے ایک قریبی عزیز کے یہاں تھا۔ عصر کے بعد ذرا اچھی سی بارش ہوگئی اور گاؤں کے راستے خراب ہوگئے جن صاحب کے یہاں دعوت تھی انہوں نے حضرت کے گھر کھانا بھجوادیا اور کہلا دیا کہ مہمان ہمارے یہاں تشریف نہ لائیں کہ کیچڑ ہے اس میں زحمت ہوگی۔ اللہ کا کرنا مغرب کے کچھ دیر بعد کانپور کے کئی مہمان اچانک مدرسہ میں پہنچے حضرت کو انکے کھانے کی فکر ہوئی گھر جاکر کانپور کے ان مہمانوں کا ذکر کیا اور معلوم کیا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ اہل خانہ نے پوری بات بتلادی اور یہ بھی کہ ہم لوگوں کی دعوت بھی چونکہ وہاں تھی۔ اس لئے ہمارے لئے بھی کھانا وہیں سے آیا ہے، گھر میں کچھ نہیں پکا ہے، حضرتؒ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ کھانا مدرسہ بھیج دو اور تم لوگ کچھ دلیہ یا چاول وغیرہ پکالو وہاں سے جو بچ جائے گا آجائے گا۔ اور وہی ہوا گھر سے وہ کھانا آگیا کانپور کے مہمانوں نے کھایا اور جو بچا وہ اپنے مہمانوں کو کھلا دیا۔ اپنے سمدھیانہ کے مہمانوں کے مقابلہ میں مدرسہ کے مہمانوں کو ترجیح دینا بڑا مشکل کام ہے۔ (از مولانا زکریا سنبھلی)

یہ تو صرف آپ کیلئے پکتی ہے

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی اپنا واقعہ بتاتے ہیں کہ مجھے ہتھوڑا آئے ہوئے شاید چند ہی ہفتے گذرے تھے جب میں نے الگ کھانا شروع کردیا۔ تو مطبخ سے

بہت ہی سادہ سی دال روٹی آجایا کرتی تھی اور اکثر ہی بلکہ تقریباً روز ہی حضرت کے گھر سے ایک پیالہ یا چھوٹی سی المونیم کی پتیلی میں کبھی سبزی کبھی دال آجاتی تھی اس وقت تک مجھے حضرت کے گھر کے کھانے کا حال معلوم نہ تھا۔ ایک دن میں کھانا کھانے کیلئے اپنے کمرہ میں بیٹھ چکا تھا کہ مولانا کی ایک بچی جس کی عمر اس وقت تقریباً چھ سات سال ہوگی میرے لئے سبزی لیکر آئی۔ میں نے ان سے کہا کہ تم کھانا کھالو۔ اس نے کہا میں کھانا کھاچکی ہوں میں نے بس یوں ہی مزید سوال کردیا کہ کیا کھایا؟ اس نے کہا کہ چٹنی چاول۔ میں نے پوچھا یہ سبزی کیوں نہ کھائی بھولی بھالی بچی نے گھر کی حقیقت صاف صاف بیان کردی کہ یہ تو صرف آپ کے لئے پکتی ہے۔ یہ سننا تھا کہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے اس سے کہا تم یہ واپس لے جاؤ اس نے کچھ تکلف کیا لیکن میرے اصرار پر واپس لے گئی۔ کچھ دیر کے بعد پھر لے آئی لیکن میں نے کسی بچہ کے ہاتھ دوبارہ واپس کردی اور بعد میں میں نے حضرت سے شکایت کی کہ میرے چھوٹے بھائی، بہن تو چٹنی کھائیں اور میرے لئے اہتمام سے سبزی یا اچھی سی دال بنا کر بھیجی جائے مجھے آپ اتنا بے حمیت اور خود غرض نہ سمجھیں۔ حضرت نے اسکو بالکل اہمیت نہ دی اور فرماتے رہے پتہ نہیں بچی نے آپ سے کیا کہہ دیا اور آپ اتنے متاثر ہوگئے ارے بچے گھروں میں سب کچھ کھاتے رہتے ہیں آخر میں نے ہی ہار مان لی اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہا۔

میں شروع میں جب حضرت کے ساتھ چند دن کھاتا رہا تو مجھے حضرت رومال میں سے گیہوں کی چپاتی نکال کر دیتے اور خود اسی رومال میں سے لقمہ توڑ کر ہی نکال کر کھاتے تھے کئی وقت کے بعد پتہ چلا کہ یہ صورت اس لئے اختیار فرمائی جارہی ہے کہ حضرت جوار کی روٹی کھارہے ہیں اور یہ دال سبزی کی طرح گیہوں کی چپاتی کا اہتمام بھی صرف اس احقر کے لئے ہے۔ کھانے کا یہ ساتھ حضرت کے غیر معمولی مشاغل کی وجہ سے زیادہ دن نہ رہ سکا حضرت کا نہ کوئی وقت متعین نہ کھانا کھانا ہی طے تھا دوپہر کا کھانا شام

تک رکھا رہتا اور کھانے کی نوبت نہ آتی اور شام کو یونہی واپس چلا جاتا بعد میں تو کھانا ہی ایک وقت کھاتے ناشتہ بھی غائب رہتا شام کا کھانا بھی بند۔ اللہ اکبر۔

چار روز کا فاقہ

حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی فرماتے ہیں:

ایک دفعہ حضرت کو کانپور تشریف لے جانا تھا، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب کانپور تشریف لانے والے تھے، دوپہر کا وقت تھا جلد جلد اسباق سے فارغ ہوئے اور مدرسہ ومہمانوں سے متعلق بہت سے کام انجام دیئے، میں نے جلدی سے گھر سے کھانا منگوایا کھانا وہی روٹی چٹنی حضرت سے کھانے کے لئے عرض کیا۔ حضرتؒ نے کسی قدر جھلاہٹ کے ساتھ فرمایا آپ کو کھانے کی پڑی ہے مجھے بہت عجلت ہے۔ میں نے پھر عرض کیا حضرت نے پھر انکار کر دیا لیکن میں نے ذرا اصرار اور پختگی کے ساتھ اپنی درخواست عرض کی تو ایک روٹی کھالی اور کانپور چلے گئے۔ چوتھے دن دوپہر میں میرے نام حضرت کا ایک پرچہ نومیل سے آیا (نومیل حضرت کے مدرسہ سے ڈیڑھ میل دور سڑک پر ایک جگہ ہے جو باندہ سے نومیل پر ہے وہاں کوئی آبادی نہیں ہے اسی لئے اس جگہ کا نام ہی نومیل پڑ گیا ہے۔ آنے والی بسیں ہتھوڑا کی سواریوں کو وہیں اتار دیتی ہیں اور باندہ جانے کیلئے مسافر وہیں سے سوار ہوتے ہیں) اس پرچہ میں لکھا تھا میرا کھانا اور ایک لوٹے میں پانی لیکر کسی طالب علم کو بھیج دیجئے اور تین سائیکلوں کا انتظام کر کے بھجوا دیجئے۔ میں مدرسہ کی دال لایا ہوں، میں نے کھانا اور پانی تو فوراً دو لڑکوں کے ہاتھ سائیکل سے بھیج دیا اور کہلا دیا مزید سائیکلیں ابھی بھیج رہا ہوں اور دونوں طالب علموں سے کہا کہ جب حضرت کھانا کھالیں تو تم میں سے ایک دال کی نگرانی کے لئے وہیں رُک جائے اور دوسرا حضرت کو سائیکل پر بٹھا کر لے آئے ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا حضرت تشریف لے آئے

اور آتے ہی سلام کے بعد مجھ سے فرمایا کشف ہو گیا تھا کیا؟ میں کچھ نہ سمجھ سکا تو دوبارہ فرمایا جو ایک روٹی اصرار کر کے کھلا دی تھی وہی کھائی تھی یا اب آپ کا بھیجا ہوا کھانا کھا کر آیا ہوں میں نے عرض کیا حضرت کانپور میں کسی نے آپ کو کھانا نہیں کھلایا فرمایا کسی نے بھی نہیں کھلایا حضرت سے کھانے کیلئے اصرار کرنے کی ہمت کم ہی لوگوں کو ہوتی تھی ورنہ اہل کانپور تو بچھے جاتے تھے (غرضیکہ چار دن کھانا کھانے کا اتفاق نہیں ہو سکا اور مسلسل دینی مشغلوں میں بھاگ دوڑ فرماتے رہے)

مدرسہ کی چیزوں میں سخت احتیاط

حضرت والاؒ کے مدرسہ میں اساتذہ کی تنخواہیں اگرچہ کم تھیں لیکن اور بہت سی سہولتیں ایسی تھیں جن سے تنخواہوں کی کمی کی تلافی ہو جاتی تھی مثلاً اساتذہ کو مکانات بہت ہی کم کرایہ پر دیئے جاتے تھے اور حتی الوسع ہر خواہشمند استاذ کو مولانا مکان فراہم کرتے رہتے۔ اس طرح مطبخ کیلئے جو غلہ تیل وغیرہ فصل کے موقع پر خریدتے تھے اس میں اساتذہ کے گھروں کے خرچ کا بھی لحاظ کر کے خریدتے تھے اور فصل کے موقع پر جس نرخ سے غلہ خریدا گیا تھا، اسی نرخ سے سال بھر اساتذہ کو دیتے رہتے تھے۔ یہ سامان قرض بھی دیدیا جاتا تھا اور قیمت قسط وار تنخواہ سے کٹتی رہتی تھی۔ رمضان المبارک سے پہلے شعبان میں رمضان کے خرچ کیلئے چاول، دالیں اور تیل وغیرہ مطبخ کے بند ہونے سے پہلے ہی دیدیا جاتا تھا۔ جس سال مولوی حبیب صاحب (حضرت کے بڑے صاحبزادے موجودہ مہتمم) مدرس ہوئے ہیں اس سال شعبان کا واقعہ ہے مطبخ کے ذمہ دار عام اساتذہ کو یہ سامان دے رہے تھے مولوی حبیب صاحب اتفاقاً ادھر سے گذرے (اس وقت مطبخ اتنا اندر نہ تھا) تو انہوں نے مولانا حبیب صاحب سے کہا آپ کو بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو لے لیں۔ آپ بھی تو اب استاذ ہو گئے ہیں مولوی حبیب صاحب نے ان کے کہنے پر ۲ / یا ۳ / کلو چنے کی

دال قیمتاً لے لی۔ وہ دال لیکر نکل رہے تھے اور ادھر سے حضرت تشریف لے آئے دریافت فرمایا کیا ہے؟ آواز میں کرختگی تھی۔ بیچارے مولوی صاحب تو گھبرا گئے۔ غالباً مطبخ کے ذمہ دار نے ان کی طرف سے عرض کیا ۳ کلو دال نقد قیمت دے کر لی ہے۔ میں نے حضرت کے غضب کا ایسا حال کبھی نہ دیکھا تھا۔ انتہائی سخت آواز میں مولوی حبیب احمد کو ڈانٹا اور فرمایا تمہارے باپ کا مال ہے؟ میں بھیک مانگ کر تمہارے لئے لاتا ہوں۔ (حضرت مولانا زکریا صاحب واقعہ کے ناقل فرماتے ہیں) میں موقع پر فوراً پہونچ گیا اور عرض کیا وہ بھی تو مدرس ہیں اور یہ سہولت تو سبھی مدرسین کے لئے ہے۔ لیکن حضرت کا غضب کسی طرح کم نہ ہو۔ ہم سب ہی لرز گئے بیچارے مولانا حبیب احمد صاحب کا تو برا حال تھا کسی طرح مطبخ واپس گئے اور وہ دال واپس کی۔

اپنے اور اپنے اہل خانہ کے بارے میں حضرت کی احتیاط کا یہی حال تھا، مدرسہ سے نہ کبھی تنخواہ لی اور نہ کوئی سہولت اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے مدرسہ سے حاصل کی، جس زمین میں مدرسہ بنا ہوا ہے۔ اس کا اکثر حصہ مولانا کے اہل خاندان یا اعزہ کی ملکیت تھا، نیز جس کمرہ میں حضرت کا قیام تھا وہ بھی حضرت نے اپنے ہی لئے بنوایا تھا مدرسہ کی رقم اس میں صرف نہ کی تھی (چھوٹا جنریٹر حضرت ہی کو ایک صاحب نے دیا تھا لیکن وہ مسجد اور مدرسہ کے استعمال میں رہتا خود گرمی تاریکی برداشت کر کے گذارا کرتے) حضرت والا کسی موقع پر مدرسہ کی رقم اپنے اوپر خرچ نہ ہونے دیتے۔ سفر میں کوئی موقع مناسب ہوا تو معمولی سی تجارت کر لیتے جس سے کرایہ نکل آتا۔ مدرسہ کے ایک استاذ مولانا اسعد اللہ صاحب کی کرانہ کی دوکان تھی۔ کانپور تشریف لے جا رہے تھے فرمانے لگے مولوی سعد اللہ صاحب بتلائے آپ کی دوکان کے لئے کانپور سے کیا لیتے آئیں۔ جس سے ہمارا کرایہ نکل آئے؟ مولانا سعد اللہ صاحب نے عرض کیا حضرت سن لائٹ صابن ہمیں باندہ میں اس قیمت پر ملتا ہے کانپور میں آپ کو اس سے کم قیمت پر مل جائے گا۔ آپ ایک پیٹی

صابن لے آئیں ہم لے لیں گے۔ آپ کا کرایہ نکل آئے گا۔ مولانا کانپور سے واپسی میں ایک پیٹی سن لائٹ صابن لے آئے اور مولانا سعد اللہ صاحب کو دیدیا۔ اس میں صابن کی قیمت اور مولانا کا کرایہ بھی نکل آیا اور چھ عدد صابن بچ رہے فرمایا یہ غریب طلباء کے کام آجائیں گے۔ (بعض دفعہ جو پھل وغیرہ ہدایا میں آتے ان کو بیچ کر یا کسی سے بیچوا کر اپنے اخراجات اس سے نکال لیتے برادرم مفتی زید صاحب اور مولانا انیس صاحب کو اکثر حضرتؒ کی طرف سے چیزیں بیچتے دیکھا ہے۔)

حضرت کا توکل اور تنخواہ کی بابت اکابر سے مشورہ

استاذی حضرت مفتی عبید اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت نے جب مدرسہ شروع کیا اور کام آگے بڑھا، مدرسہ کی کچھ آمدنی شروع ہوئی اور مدرسین کو تنخواہ دی جانے لگی۔ حضرت کے اپنے ذاتی وگھریلو حالات وضروریات سب سامنے تھے، معمولی سی زمین کے علاوہ کوئی ذریعہ نہ تھا تو محبین واہل تعلق نے ضرور کچھ کہنا شروع کیا ہوگا۔ جیسے حضرت کے صاحبزادگان کے حق میں کہتے رہے کہ کچھ تو دینا چاہئے، تو حضرت کے لئے بھی کہا ہوگا کہ کچھ تو لیجئے، لینا چاہئے، حالات یہ ہیں، کیسے کام چلے گا؟ اور حضرت سے زیادہ اپنے حالات سے کون واقف ہوگا کہ معمولی سی زمین کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں تھا، ہوسکتا ہے کہ حضرت کے دل میں بھی کچھ خیال آیا ہو، لیکن حضرت کا دل اس پر مطمئن ومنشرح نہ تھا۔ آخر قریب کے دو بزرگوں، اور مدرسہ کے سرپرستوں کے سامنے بغرض مشورہ یہ بات رکھی، ان بزرگوں سے بار بار کا ملنا تھا اور حضرت کے بال بال کی خبر تھی، اور اس ناکارہ نے جو روئداد سنی، اندازہ یہ ہے کہ حضرت نے بات یہ رکھی کہ میرے حالات کا یہ تقاضہ ہے، لوگوں کا یہ کہنا ہے مگر میرا دل اس پر آمادہ نہیں۔ تو ایک بزرگ (مولانا منظور صاحب نعمانی) نے کہا تو تنخواہ لینا ناجائز تو نہیں اور پھر آپ کے

حالات، تنخواہ لیجئے اور ضرور لیجئے، مگر دوسرے بزرگ (مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی) نے کہا؟ جب ان کا حوصلہ ہے تو ان کو عزیمت پر عمل کرنے دیجئے اور تنخواہ لینے پر مجبور نہ کیجئے۔

یہ تو دوسروں سے سنی بات ہے، خود حضرت سے سنا کہ مدرسہ کا کام شروع کرنے پر حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب) اور شیخ الحدیث صاحب (سہارنپور) دونوں سے مشورہ کیا کرتا تھا، چنانچہ یہ مسئلہ ان کے سامنے رکھا اور عرض کیا کہ دل بلا معاوضہ کام کرنے کو چاہتا ہے، تو شیخ نے فرمایا مولوی صدیق! ہے تو بڑی بات لیکن سمجھ میں یہی آتا ہے کہ تم اللہ کا نام لے کر اسی طرح کام کرو۔ اسی کا فیصلہ کرلیا گیا، حالانکہ یہ فیصلہ بہت بڑا تھا، حضرت کے حالات کے اعتبار سے بھی اور اس اعتبار سے بھی کہ یہ فیصلہ زندگی بھر کا تھا اور عمر کے کس مرحلہ میں؟ جبکہ حضرت کی عمر تیس سال کے آس پاس تھی، گویا پوری زندگی سامنے تھی اور ایک صاحب اہل وعیال آدمی کی زندگی اور گذر بسر کا معاملہ تھا۔ لیکن یہ ایک بندۂ مومن اور ایسے شخص کا عزم تھا جو مقام صدیقیت پر فائز تھا یا فائز ہونے والا تھا۔ اس فیصلے کے پیچھے ایک اور بات تھی خود حضرت نے فرمایا" مجھ سے ناظم صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) نے فرمایا تھا صدیق مجھ سے تو نہیں ہوسکا، لیکن تم سے کہتا ہوں کہ ہوسکے تو تنخواہ لئے بغیر لوجہ اللہ دین کی خدمت کرنا۔" تو مرشد ومربی کی یہ خواہش و ہدایت بھی حضرت کے پیش نظر تھی اور یہ فیصلہ جو اپنایا تو اس شان سے کہ پوری زندگی۔ تادم آخر اس عزم وحوصلہ اور فیصلہ پر گذار دی۔ اور یہ نہیں کہ خود نہیں لیا، جب بیٹے مدرسہ کی خدمت کے لائق ہوئے اور مدرسہ میں لگے تو ان کو بھی کچھ نہیں دیا۔ ایک نہیں تین تین بیٹوں کو بلکہ لینے کے بجائے خود دیا اور دلایا جو ہوا۔ یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ کہیں آنے جانے میں ذاتی کرایہ خود برداشت فرماتے بلکہ رفیق سفر کا بھی اپنے پاس سے دے دیا کرتے تھے۔ اور بیٹوں کو اس کی وصیت وتاکید فرمائی کہ مدرسہ کی خدمت لوجہ اللہ کرنا۔ (تذکرۃ الصدیق ص:۶۵۹)

مدرسہ سے استفادہ کا معاوضہ اور حجرہ کی اجرت

اور حضرت کا یہ فیصلہ صرف اس کا نہ تھا کہ تنخواہ نہ لیں گے، آج کل تنخواہ کی نفی کے ساتھ الاؤنس کا نظام چل گیا ہے، یہ سب بھی دور کی بات تھی۔ حضرت نے مدرسہ سے کسی طرح کا ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ آخری حد یہ کہ جو کمرہ حضرت کی قیام گاہ رہا، (مدرسہ کی پختہ عمارت بننے کے بعد) حضرت نے بوقت تعمیر اس کا جو خرچ آیا وہ اپنی جیب سے ادا فرمایا اور اس کے بعد بھی اس پر قانع نہیں ہوئے۔ اخیر عمر تک برابر اپنے کمرے کا کرایہ مدرسہ کو ادا کرتے رہے۔ آخری رسید ۸/ربیع الاول ۱۴۱۸ھ کو کٹی ہے، یعنی آخری بیماری کے عین آغاز کے دنوں کی ہے یہ رسید بعض احباب کے پاس محفوظ ہے، اور یہ کرایہ بھی حضرت عام مدرسین سے بڑھ کر ادا فرماتے رہے، حتی کہ ماہ رمضان میں جب مدرسہ کی مسجد میں اعتکاف اور مدرسہ کی عمارت و مطبخ کا استعمال رمضان کے مہمانوں کے لئے ہونے لگا تو حضرت نے مطبخ اس کے برتن اور مدرسہ کی عمارت کے کرایہ کے عنوان سے بھی مدرسہ کو رقم ادا کی۔ حالانکہ آنے والوں سے مدرسہ کا بہت فائدہ ہوتا تھا، رمضان میں بالخصوص کچھ نہ کچھ دے کر جاتے اور بڑی بڑی رقمیں اور غیر رمضان میں بھی ان سے فائدہ ہوتا۔ مگر حضرت نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ مدرسہ کی رقم سے کچھ قرض لے لیں اور بعد میں ادا کردیں۔ (تذکرۃ الصدیق ص ۲۶۰)

دوسروں کی معمولی چیز بلا اجازت استعمال کرنے سے پرہیز

حافظ محی الدین صاحب اپنے مضمون میں مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں کسی موقع پر تشریف آوری کا واقعہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”دریں اثناء حضرت قاری صاحبؒ کو مولانا عبدالتواب صاحب قاسمی سر میں تیل لگانے گئے اچانک تیل کی جس شیشی کو استاذ

محترم نے اٹھایا وہ میرا ہی تھا اور جلدی میں جس تیل کو اٹھا کر استاذ محترم نے لگانا شروع کیا حضرت علیہ الرحمہ نے زور دے کر فرمایا کہ جناب کس کا تیل ہے، بغیر اجازت کے لگا رہے ہیں، تو استاذ محترم نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ انہیں کا تیل ہے پھر اس پر حضرت نے فرمایا کہ تیل تو ان کا ہے مگر ان سے آپ نے اجازت لی، اس پر میرے استاذ محترم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹے تم اجازت دے رہے ہو میں نے بلا تکلف عرض کیا جی ہاں اس پر حضرت نے فرمایا کہ اب استعمال کرنے کے بعد اجازت لے رہے ہیں، یہ ہے اللہ کے ولیوں کا طریقہ کہ ہر وقت پر اللہ اور اسکے رسول کی سنتوں کو کبھی فراموش نہیں کیا کہ ادنی سے ادنی چیز بھی بغیر اجازت کے پسند نہیں فرماتے تھے۔ بزرگان دین ہمارے لئے نمونہ تھے ان کی نقل ہمارے لئے راہ نجات ہے۔

(اسلامی فکر۔صدیق نمبر)

ایک مہمان کے نخرے اور حضرت کی تنبیہ

مفتی محمد زید صاحب ناقل ہیں کہ ممبئی سے ایک مہمان حضرت کی خدمت میں آئے معمر تھے، ڈاڑھی کے بال کسی قدر سفید ہو چلے تھے، آکر حضرت سے کافی دیر تک گفتگو کی حضرت مروت میں ان سے باتیں فرماتے رہے، اس کے بعد یہ مہمان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت آپ ممبئی تشریف لائیے گا، اپنے یہاں بلانے پر کافی اصرار کیا، ان کے اصرار کی بنا پر حضرت نے فرمادیا کہ جب ممبئی آنا ہوگا تو آپ کے یہاں آجاؤں گا، ان صاحب نے کہا کہ حضرت آپ مجھ کو پہلے سے اطلاع کردیں کہ میں فلاں تاریخ کو آرہا ہوں میرا پتہ نوٹ کرلیں، میں آپ کو اپنا فون نمبر دے رہا ہوں جب آپ ممبئی تشریف لائیں مجھ کو فون کردیں، کہ میں آگیا ہوں میں آپ سے ملاقات کرلوں گا، حضرت کو ان کے اس طرز گفتگو سے ناگواری ہوئی لیکن کچھ فرمایا نہیں یہ صاحب حضرت کے شاگرد بھی

تھے، حضرت نے احقر سے فرمایا ان کو لے جاؤ کھانا کھلا دو، احقر ان کو لے کر گیا اور راستہ میں ان سے نہایت ادب اور نرمی سے عرض کیا کہ بڑوں سے اصرار کرنا بے ادبی ہے، درخواست کرنے میں مضائقہ نہیں اس قدر اصرار نہیں کرنا چاہئے اور ان کو کسی بات کا مکلّف نہیں بنانا چاہئے، ضرورت ہماری اور حضرت ہم کو فون کریں کہ میں بمبئی آ گیا ہوں؟ حضرت کو سینکڑوں کام رہتے ہیں کہاں تک حضرت یاد رکھیں گے یہ تو بڑی بے ادبی ہے، اس انداز کی بات احقر نے ان سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کی، بس اتنا کہنا تھا کہ وہ آپے سے باہر ہو گئے سخت برہم ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ جانتے نہیں میں کون ہوں؟ دستر خوان پر سے اٹھ گئے کہ میں نہیں کھانا کھاتا، آپ مجھ کو پہچانتے نہیں، محض اس وجہ سے کہ حضرت کو تکلیف نہ ہو احقر ان کی خوشامد کرنے لگا کہ واقعی میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا میری غلطی معاف کر دیجئے، کھانا کھا لیجئے، ان کو بہت منایا یہاں تک کہا کہ میں ہاتھ جوڑتا ہوں پیروں میں گرتا ہوں آپ کھانا کھا لیجئے، لیکن میں جتنی خوشامد کروں ان کے نخرے بڑھتے جائیں فرمانے لگے جایئے میں کھانا نہیں کھاتا آپ جانتے نہیں میرے حضرت کے کیا تعلقات ہیں، الغرض میری معافی مانگنے کے بعد بھی وہ صاحب دستر خوان سے اٹھ کر چلے آئے احقر بھی باہر آیا اور آ کر حضرت سے پوری بات عرض کر دی کہ یہ بات ہوئی ہے آپ سے انہوں نے اس طرح کی گفتگو کی تھی میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ طریقہ مناسب نہیں ہے کہ بڑوں سے اس طرح کہا جائے اس پر وہ خفا ہو گئے میں پیروں میں گر رہا ہوں، معافی مانگ رہا ہوں وہ کھانا نہیں کھا رہے حضرت کو سخت جلال آیا فرمایا بلاؤ کہاں ہے، اور فرمایا کہ اچھا میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے اس طرح کہنا چاہئے میں آپ کو فون کر دوں گا، آپ کو تہذیب و سلیقہ نہیں، انہوں نے آپ کو تہذیب اور ادب سکھلایا اس کی آپ نے یہ قدر کی کہ آپ جانتے نہیں یہ کون ہیں آپ سمجھتے ہوں گے یہ چپراسی ہے یہ مدرس ہیں عالم ہیں مدرسہ کے مفتی ہیں، آپ نے ان کو

پہچانا نہیں، جایئے اب میں آپ کو کھانا نہیں کھلانا چاہتا، میں آپ سے بات نہیں کرتا اب وہ بہت پریشان ہوئے حضرت سے معافی مانگی حضرت نے معاف کردیا، اور حضرت نے پھر مجھ سے فرمایا جاؤ ان کو کھانا کھلا دو چنانچہ احقر نے ان کو کھانا کھلایا اور وہ رخصت ہو گئے۔ (مجالس صدیق۔ص:۱۵۸)

نو وارد مہمان کا سامان اجنبی بن کر لا دے رہے

اکابر علماء دیوبند کے قصے سنے ہیں، اب حضرت باندوی کا بھی ایک عجیب قصہ اسی طرح کا سنئے۔ استاذ محترم حضرت مولانا نفیس اکبر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بار میں نے حضرت سے سوال کیا کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی صاحب آپ سے ملنے آئے ہوں اور آپ کو پہچانتے بھی نہوں وہ آپ کے ساتھ ہی گاڑی سے اترے ہوں اور تعارف یہاں (مدرسہ) آکر ہوا ہے''۔

تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا ''میں باندہ سے بس کے ذریعہ چل کر نومیل پر اترا ایک صاحب جن کے ساتھ ان کا کافی سامان بھی تھا، وہ بھی بس سے اترے، میں نے ان سے پوچھا، آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟ انہوں نے کہا ہتھورا، میں نے پوچھا، ہتھورا کس کے یہاں جانا ہے؟ تو وہ بولے مولانا صدیق صاحب کے یہاں۔ میں نے ان کا سامان اٹھالیا اور ہم دونوں ہتھورا کے کچے راستے پر چل پڑے، راستے میں میں نے ان سے پوچھا کہ مولانا سے آپ کا کیا کام ہے؟ تو وہ بولے جب مولانا صاحب سے ملاقات ہوگی تو انہیں سے بتاؤں گا، میں خاموش ہو گیا اور ڈیڑھ میل کا پیدل راستہ طے کر کے جب ہتھورا پہونچے اور اساتذہ وطلباء سے ملاقات ہوئی اور ان صاحب کو معلوم ہوا کہ صدیق احمد میں ہی ہوں تو وہ بہت شرمندہ ہوئے، میں نے ان کو مطمئن کیا کہ اگر میں اپنا تعارف کرا دیتا تو آپ کو یہاں تک کیسے لاتا۔

واقعی حضرت کا عجب حال تھا اور اس واقعہ میں تو کئی سبق آموز پہلو اور تواضع در تواضع کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عالمانہ وضع ولباس میں تو رہتے ہی تھے مگر سادگی کے ساتھ معمولی لباس و کپڑوں میں، آنے والے کے ذہن میں شہرت کے حساب سے جو خاکہ تھا اور جو کچھ انہوں نے دوسری جگہوں میں دیکھا تھا حضرت کا نقشہ اس سے بالکل مختلف تھا، اس لئے ان کو خیال بھی نہ گذرا کہ یہ صاحب ہی ہمارا مطلوب ہیں، اس درجہ لباس کی سادگی خود یہ ہی حضرت کی ایک قسم کی تواضع تھی۔

پھر اس کے بعد نہ صرف یہ کہ نام نہیں بتایا، بے تکلف سامان بھی لاد لیا، ظاہر ہے کہ انہوں نے گاؤں کا ایک مزدور صفت آدمی اور ایک دیندار مسلمان سمجھا جس نے حضرت کی عقیدت ومحبت میں حضرت کے ایک مہمان کا سامان اٹھالیا یہ ایک قصہ یا اس انداز کے دو چار قصے وہ ہیں جو روایتوں و ذہنوں میں محفوظ ہیں ورنہ تو نہ جانے کتنے اس طرح کے قصے ہوں گے اور ایسی جگہوں کے جہاں حضرت کی شخصیت اور حیثیت کی بات جلد کھلی ہی نہ ہوگی۔ آنے والے مہمان کے لئے جو بسا اوقات غیر عالم بھی ہوتے مگر محبّ علماء اپنا رومال بچھانا، مصلی لے کر جانا اور اس کے لئے بچھانا اور بستر و چادر وغیرہ کرنا یہ سب تو ہوتا ہی تھا اس سے بڑھ کر سنئے۔

ہتھورا کے قریب ایک دیہات میں ایک ذی حیثیت خاں صاحب رہتے تھے انہوں نے اپنا قصہ سنایا کہ میں نے مولانا صدیق احمد صاحب کا غائبانہ نام سنا تھا، ان سے ملاقات نہیں تھی، اور نہ ان سے (خاص) عقیدت ہی تھی ایک بار ان سے ملاقات کے لئے چلا، نومیل پر بس سے اترا تو مولانا صاحب مل گئے نومیل سے ہتورا تک کچی سڑک تھی اتفاق سے بارش ہوئی تھی تو کیچڑ تھا۔ (اور اس علاقے کی مٹی بھی عجیب سی ہے) میرا بدن بھی بھاری بھر کم تھا، مولانا صاحب نے میرا سامان اٹھالیا اور میرے جوتے بھی اٹھالئے اور اپنے ساتھ مجھے لے کر چل پڑے، اب میرے لئے بڑی ندامت کا موقع

تھا کہ حضرت میرے جوتے لے کر چل رہے تھے میں نے بہت کہا کہ آپ میرے جوتے مجھے دیدیجئے مگر وہ نہ مانے اور فرمایا آپ صرف اپنے کو سنبھالئے، چلے آیئے، سامان اور جوتوں کی فکر نہ کیجئے۔ اللہ اکبر حق تعالیٰ ہم متوسلین کو بھی اس تواضع کا کچھ حصہ عطا فرمادے۔ یہ صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت نے تو بس اس ایک ملاقات میں مجھ کو اپنا غلام بنالیا۔ (تذکرۃ الصدیق)

بس میں نماز

مولوی انیس صاحب ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بس کے سفر میں نماز کا وقت تنگ ہوتا جارہا تھا ڈرائیور سے دو تین مرتبہ روکنے کو کہا گیا اس نے نہیں روکا، اچانک حضرت بہت زور سے چیخے اور ایسا گرجے کہ ساری بس میں کھلبلی مچ گئی، اور فوراً ہی ڈرائیور نے گاڑی روک دی حضرت فوراً اترے نماز میں مصروف ہوگئے۔ بس میں حضرت کی آواز پر چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ کیا ہوا؟ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ نماز کیلئے ڈرائیور گاڑی نہیں روک رہا تھا اس پر حضرت غصہ ہو رہے تھے تو پھر سارے ہی مسافر ڈرائیور پر ناراض ہوئے کہ بار بار روکنے پر کیوں نہیں روکا۔

حضرت مفتی عبید اللہ صاحب رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ احقر ساتھ تھا، عصر کا وقت نازک ہوتا جارہا تھا خطرہ تھا کہ نماز قضا ہوجائے گاڑی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ڈرائیور سے میرا ذکر کر کے گاڑی روکنے کو کہو بہر حال گاڑی رکی اور نماز ادا کی گئی۔ ایک مرتبہ ایسے ہی وقت کی تنگی کے باعث بس کے سفر میں گیٹ کے پاس ہی رومال بچھا کر نماز میں مشغول ہوگئے غرضیکہ کیسا ہی سفر ہو اور بے بسی کی سواری، مگر حضرت کی نماز قضا نہیں ہوسکتی تھی اور حضرت کی فکر پر شکل بھی بن جاتی تھی۔

مسئلہ بتا کر رقم واپس کر دی

مشتبہ رقم لینے میں احتیاط

ایک صاحب کا انتقال ہوگیا تھا وہ خاصی رقم چھوڑ کر گئے تھے ان کے وارثین میں سے ایک صاحب وہ رقم مدرسہ کے لئے لائے حضرت نے ان کو مسئلہ بتلایا کہ جو رقم ترکہ کی ہے اسمیں تمام وارثوں کا حق متعلق ہوتا ہے۔ تجہیز و تکفین اور ادائیگی قرض اور تہائی مال سے وصیت جاری کرنے کے بعد سب سے پہلے اسکے مال کی میراث تقسیم ہونا چاہئے جس جس وارث کا جو حق ہوتا ہے اسکو اس کا حق دے دینا چاہئے۔ تقسیم کے بغیر نہ تو اس مال سے ایصال ثواب جائز ہے اور نہ ہی میت کے مال سے کسی مدرسہ و مسجد میں چندہ یا وقف کرنا درست ہے۔ جسکو کرنا ہے اپنے ذاتی مال سے کرے۔ میراث کے مشترکہ مال سے نہ کرے۔ غرضیکہ حضرت نے ان کو مسئلہ بتلا کر وہ رقم واپس کر دی وہ صاحب کہنے لگے مولانا بڑی رقم ہے اسکو رکھ لیجئے، لیکن حضرت نے واپس کر دی اور ان سے کہا کہ مدرسہ مال سمیٹنے کے لئے نہیں ہے مدرسہ تو اللہ کی رضا کے لئے ہے، مدرسہ تو لوگوں کو مسئلہ بتانے اور سیدھے راہ دکھانے کیلئے ہے حضرت والا ہمیشہ اس قسم کی مشتبہ رقوم کو واپس کر دیتے۔ بعض لوگ خفا بھی ہوئے لیکن حضرت اسکی پرواہ نہ کرتے فرماتے کہ مدرسہ تو اللہ کی رضا کیلئے ہے اللہ پاک مدرسہ چلانے کیلئے کافی ہے۔

معاملات کی صفائی اور تقوی واحتیاط پر عمل کا واقعہ

مدرسہ جب جامعہ بن گیا اور اساتذہ کی کافی تعداد بڑھ گئی اور رہائش کے لئے مکان کم پڑ گئے تو مدرسہ سے متصل زمین کی ضرورت پڑی جو گاؤں سماج کی تھی، گاؤں کے

سبھی لوگوں نے اجازت دیدی، پردھان بھی راضی تھا تحصیل سے عملدرآمد بھی ہوگیا لیکن حضرت نے پھر بھی ان لوگوں کو معتدل معاوضہ دیا جن کی تحویل میں یہ زمین زمینداری لوٹنے سے پہلے تھی اور فرمایا ان لوگوں کو گورنمنٹ سے زمین کا جو معاوضہ ملا ہے وہ بہت ہی کم تھا ان کی رضا مندی سے تو تھا نہیں ان لوگوں نے مجبور ہوکر کرلیا ہے۔ کاغذ میں سرکاری زمین ہوگئی لیکن حقیقتاً ابھی ان ہی لوگوں کی ہے شرعی بیعنامہ اب ہوا ہے، بیع مبادلہ المال بالمال بالتراضی کا نام ہے یعنی طرفین کی رضا مندی سے مال کا مال سے بدلنے کا نام بیعنامہ ہے۔

(حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا یہ حسن سلوک گاؤں کے مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ بستی کے ہر فرد کے ساتھ آپ کے بے شمار احسانات ہیں حتی کہ عجیب عجیب انداز سے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا ہے واقعات آگے آرہے ہیں)

معتکفین کا جیب خاص سے نظم، تقوی کا نمونہ

رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں ایک صاحب اعتکاف کی غرض سے تشریف لائے تھے، بعد مغرب حضرت نے ان سے فرمایا کہ اس کھانے میں ذرا بھی تکلف وتردد نہ فرمائے، یہ کھانا مدرسہ کا نہیں ہے بلکہ ذاتی ہے، چاول کا انتظام میں نے پہلے ہی سے کرلیا تھا آٹے کا ابھی کیا ہے۔ اور جن برتنوں میں کھانا پکتا ہے وہ مدرسہ کے ہیں لیکن میں ان کا کرایہ دیتا ہوں، اور مدرسہ کا جو کپڑا استعمال ہوتا ہے اسکا بھی کرایہ ادا کرتا ہوں دسترخوان خود کا ہے۔ جو معمول حضرت شیخ کا تھا وہی میں نے بھی اختیار کیا ہے۔

(افادات)

مسجد کا پرانا فرش ٹوٹنے کے وقت حضرت کا اضطراب

مدرسہ کی مسجد کا درمیانی حصہ اصلی قدیم حصہ ہے مغربی اور مشرقی حصہ بعد کا اضافہ ہے جب یہ نیا حصہ تعمیر ہو گیا اور اس کا فرش بھی ذرا خوبصورت اور اچھا بن گیا تو پرانے حصہ کا فرش جو کسی وجہ سے کچھ بیٹھ بھی گیا تھا اور نئے کے مقابلہ میں کچھ بے جوڑ سا لگنے لگا۔ ایک دن ان اساتذہ کے سامنے جو تعمیرات میں دخل بھی رکھتے تھے یہ فرمایا کہ یہ فرش بھی اگر نئے فرش کی طرح ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ بس اتنی سی بات پر ان حضرات نے حضرت کی عدم موجودگی میں نیا فرش بنانے کیلئے اس پرانے فرش کو توڑنا شروع کر دیا، ابھی تھوڑا ہی حصہ توڑا تھا کہ مولانا سفر سے واپس تشریف لے آئے، اس صورتحال کو دیکھ کر بہت غمگین ہو گئے۔ بالآخر حضرت نے یہ کوشش فرمائی کہ فرش کے بڑے بڑے ٹکڑے ہی نکل آئیں جنہیں اور کسی جگہ بطور فرش استعمال کر لیا جائے، جب مزدور اس کو توڑ رہے تھے تو فرمایا کہ "مزدوروں کے ہتھوڑوں کی ایک ایک ضرب میرے دل پر لگ رہی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ (جو بات اوپر آئی اس سے) میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ فرش توڑ دیا جائے۔

عمارت کی تزئین پر حضرت کی کیفیت

اور چندے کے پیسہ میں احتیاط

مدرسہ میں صدر گیٹ کی تعمیر چل رہی تھی گیٹ کے اوپر دو منارے بھی بنائے جا رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی منارے بنا دیئے جائیں بس کافی ہے لیکن ضلع کانپور کے ایک کاریگر صاحب نے اسکو نئے اور انوکھے انداز سے بڑا قیمتی

اور خوبصورت بنانے کی کوشش کی اور ان کی تجویز یہ بھی تھی کہ ایک بڑا سا گنبد بھی اسکے اوپر بنایا جائے۔ حضرت کو جب اسکا علم ہوا تو فرمایا گنبد وغیرہ کچھ نہیں بنے گا اور جس طرز پر گیٹ کے منارے بن رہے تھے جس میں پیسہ بھی کافی خرچ ہو رہا تھا اسکے متعلق حضرت نے فرمایا کہ اسکا پیسہ مدرسہ سے نہیں دیا جائے گا اپنی جیب سے مجھے بھرنا پڑے گا میں خود اسکا پیسہ ادا کروں گا مدرسہ کا پیسہ اسطرح کی عمارت میں کیسے لگایا جاسکتا ہے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ میرے پوچھے بغیر ہو رہا ہے مجھ سے پوچھنا تو چاہئے کہ اس انداز کے منارے تعمیر ہو رہے ہیں، اصل قصور تو میرا ہی ہے دوسروں کو کیا کہوں، مجھ کو خود جا کر دیکھنا چاہئے لیکن مجھے سفر ہی سے چھٹی نہیں ملتی برابر سفر پر رہا اگر کچھ موقع ملا تو فوراً پڑھا کر چل دیا جیسی غلطی کی ہے ایسا بھگتوں گا۔ (یہ اتفاقی امر ہے کہ طویل سفر اور زینہ سے چڑھنا دشوار ہونے کے باعث حضرت اسکا معائنہ نہ فرما سکے اور دوسروں نے اپنی منشاء کے مطابق مزین تعمیر کر ڈالی اور حضرت نے اسکا خرچ ادا کیا ورنہ تعمیری کام کی حتی الامکان پوری نگرانی سارے اسفار و مشاغل کے ساتھ جاری رہتی تھی)

طلبہ پر خرچ کرنے کا سلیقہ

جھانسی سے ایک صاحب اپنی گاڑی سے تشریف لائے اور طلباء کو تقسیم کرنے کیلئے معتد بہ مقدار میں مٹھائی (لڈو) بھی ساتھ لائے، حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ نے اس میں کتنے پیسے خرچ کئے، انہوں نے جواب دیا کہ تین ہزار کے لڈو ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا آپ نے اتنے پیسے خرچ کئے اور نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا کم از کم آپ مجھ سے مشورہ کرتے کہ میں اتنے پیسے خرچ کرنا چاہتا ہوں میں آپ کو صحیح مشورہ دیتا کتنے غریب بچے ہیں سردی میں انکے پاس پہننے اوڑھنے کے گرم کپڑے نہیں میں اسکا انتظام کرتا، کھلانا ہی تھا تو میں گوشت وغیرہ پکوا کر

اچھا کھانا کھلا دیتا اتنے طلبا میں دولڈ ول بھی گئے تو کیا ہوا آدمی پیسہ خرچ کرے تو سلیقہ سے کرے کسی کو کچھ دینا ہو تو پہلے پوچھ لے کہ میں اتنا خرچ کرنا چاہتا ہوں، ضرورت کی چیز دے، ان صاحب نے عرض کیا حضرت جو قسمت کا تھا وہ لڑکوں کو پہونچ گیا۔ میرے پاس دوسری رقم رکھی ہے، اس سے طلباء کے کپڑوں کا انتظام کر دیجئے، حضرت نے فرمایا یہ میرا مطلب نہیں میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ خرچ کرنے سے پہلے مشورہ کر لینا چاہئے، پھر ان ہی صاحب نے تنہائی میں حضرت کو بہت کافی رقم بطور ہدیہ کے دینا چاہی اور بہت اصرار سے خلوص محبت کے ساتھ پیش کی حضرت نے قبول فرمانے سے عذر فرما دیا۔ بہت اصرار کرنے پر ان کی دلجوئی کیلئے اس میں سے پچاس روپئے حضرت نے قبول فرما کر باقی واپس کر دیئے۔ اور یہ پچاس روپیہ قبول کرنا ان کی دلجوئی کی غرض سے تھا فقط۔

(افادات صدیق)

ایک مسلمان بھٹہ والے کی خیانت

ایک بھٹہ والے سے حضرت نے رقم ارسال فرما کر اینٹیں منگوائیں رقم اچھی اینٹ کی دی گئی تھی لیکن اینٹیں خراب درجہ کی آئیں، اور استعمال بھی ہونے لگیں حضرت نے بھٹہ والوں کو اطلاع دی اور فرمایا کہ اچھے اچھے لوگوں کی تسبیح معاملات میں آکر ٹوٹتی ہے صفائی معاملات کو لوگوں نے دین سے خارج سمجھ رکھا ہے۔ اور حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے میری نیند اڑ گئی، مدرسہ کا نقصان مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ (افادات)

باندہ کا سیلاب اور حضرت کا کردار

شہر باندہ کے قریب کین ندی واقع ہے ایک بار پانی کا باندھ ٹوٹ جانے کی وجہ

سے دریائے کین میں سیلاب آ گیا شہر باندہ اور اطراف کے گاؤں متاثر ہو گئے مکانات منہدم، سامان تباہ، جانور مردہ اور آدمی پژمردہ اور دو چار مردہ ہو گئے ۔ بے سروسامانی کی وجہ سے لوگ بھوک سے تباہ ہو رہے تھے، ہر شخص اور ہر خاندان اپنی اپنی جانیں اور عزت آبرو بچاتے ہوئے مختلف جگہوں پر قیام کئے ہوئے تھے حضرت علیہ الرحمہ سفر میں تھے وہیں سے ہدایت فرمائی کہ ان بے چاروں کے لئے کچھ کرنا ہے پھر کیا تھا حضرت کے صاحبزادگان اور مدرسہ کے چند مدرسین ترکاریوں کے پیکٹ اور تندوری روٹیاں تیار کر کے ہر طرح کی سواریوں کے ذریعہ ان مصیبت زدہ تک پہونچانا شروع کیا باہر سے آنے والی امداد کی بھی رہبری کی قصبہ اَترّ اضلع باندہ کے ہندوؤں نے اپنی تھوڑی بہت لائی ہوئی امداد انہیں صاحبزادگان کے حوالہ کر دیا اور ساتھ ہو لئے کہ آپ لوگ اچھا کام کر رہے ہیں، آپ ہی کریں ۔ بلا تفریق ہندو مسلم تک ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر امداد پہونچائی گئی جس کا اثر اچھا رہا۔

اس سے قبل موضع مدن پور ضلع باندہ جو اب جمنا آباد ہے، جمنا میں سیلاب آنے کی وجہ سے تباہ ہو رہا تھا لوگ گھر سے بے گھر ہو رہے تھے لوگوں کا سارا اثاثہ دریا کی نذر ہو رہا تھا اور ہو بھی گیا تھا وہاں بھی جو کچھ ہو سکا بتوفیق الٰہی پہونچانے کی کوشش کی ۔ کئی بار حضرت علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ابن آدم پر رحم نہ کرے وہ آدمی ہی کیا ہے۔

(حقیقت وصداقت :ص:۱۴۰)

شدید بارش سے مدرسہ کے نقصان کا خطرہ اور حضرت کی اضطراری دعاء

مولانا محمد زکریا سنبھلی مدظلہ کا بیان ہے کہ میں وہیں پڑھتا تھا برسات کا زمانہ تھا

کئی دن سے شدید اور مسلسل بارش ہورہی تھی رکنے کا نام نہ لیتی تھی مدرسہ کے قریب نالہ میں طغیانی آئی ہوئی تھی، گاؤں کے لوگوں کے مکانات کا بھی نقصان ہوا تھا، اور کھیتی بھی بہت برباد ہوئی تھی ایسی بارش اور سیلاب برسوں کے بعد آیا تھا حضرت سے لوگ دعاء کی درخواست کررہے تھے، حضرت خود بھی دعاء کررہے تھے نمازوں کے بعد دعاء کا اہتمام مدرسہ کی مسجد میں ہورہا تھا، اسی اثناء دوپہر کے وقت جبکہ بارش بہت شدید تھی مدرسہ کے درمیانی پھاٹک (جسکے اوپر آج کل کتب خانہ کی عمارت ہے) کی مشرقی دیوار کے نیچے سے پانی نکلنا شروع ہوگیا ہم سب یہ سمجھے کہ بارش کی شدت اور سیلاب کی وجہ سے زمین کے اندر کے پانی کی سطح اونچی ہوگئی ہے اور زمین کے نیچے سے یہ چشمہ پھوٹ نکلا ہے اور اس کی وجہ سے اب عمارت کے بیٹھ جانے کا خطرہ ہے۔ میں نے جاکر یہ بات حضرت سے عرض کی، حضرت ہم سب کو لیکر اس جگہ تشریف لائے اور قریب سے مٹی کھود کھود کر دیوار کی جڑ میں ڈالنے لگے اس کام میں حضرت خود بھی لگے ہوئے تھے لیکن پانی کسی طرح قابو میں نہ آیا تو بے قرار ہوکر مسجد کے صحن میں آگئے اور وہیں بارش میں کھڑے کھڑے دعاء شروع کردی، دعاء کے چند جملوں کے بعد بے اختیار چیخ نکلی اور پھر یہ الفاظ بھی'' میرے اللہ گناہوں کی سزا مدرسہ کو نہ دیجئے گا روتے رہے اور بار بار یہی الفاظ دوہراتے رہے ''میرے اللہ میرے گناہوں کی سزا مدرسہ کو نہ دیجئے گا'' الٰہی میری بداعمالیوں کا وبال مدرسہ پر نہ پڑے، اساتذہ اور طلباء کی خاصی تعداد مسجد کے کچے صحن میں کھڑے کھڑے دعاؤں اور گریہ وزاری میں مصروف تھی آخر اللہ پاک نے فضل فرمایا اور بارش کا سلسلہ تھوڑی ہی دیر بعد بند ہوگیا پھر موسم صاف ہی صاف ہوگیا بعد میں پتہ چلا کہ پانی دراصل چھت کے پھٹ جانے کی وجہ سے دیوار کے اندر ہی اندر نیچے تک اتر آیا تھا اور نیچے دیوار کی جڑ سے نکلنا شروع ہوگیا تھا۔

چماروں کا خیال اور ان کے ساتھ حسن سلوک

جامعہ عربیہ ہتھورا کے مسجد کے مغربی جانب چمار آباد تھے جب مسجد کی توسیع کی ضرورت ہوئی تو مغربی جانب کے علاوہ کوئی گنجائش نہ تھی مگر توسیع کے لئے ایک چمار کا مکان حائل تھا اور توسیع مسجد کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا مسجد ایسے ہی رہنے دو کبھی اوپر کی منزل بنادی جائے گی اس سے مکان لینا اچھا نہیں، بیچارہ کہاں رہے گا۔ جب اسکو معلوم ہوا کہ حضرت کی منشاء مسجد بڑھانے کی ہے تو وہ اپنا مکان بعوض دینے پر تیار ہوگیا کیونکہ پہلے ہی پڑوسیوں کے سلوک سے اپنے مکان سے بیزار تھا، بات طے ہوگئی حضرت نے کہا تم کہاں رہوگے، روپیہ لیکر ختم کردوگے اسلئے روپیہ تو لے ہی لو ہم تم کو تمہارے مکان کے بدلے زمین دیتے ہیں جلدی سے اپنا مکان بنالو جب دوسرے چماروں کو پتہ چلا تو اپنے اپنے مکانوں کے بیچنے کا ارادہ کیا آخر کار ہر ایک خوشی خوشی اپنا مکان مدرسہ کے حوالہ کر گیا حضرت علیہ الرحمہ نے ہر ایک کو معاوضہ دیا اور زمین دیں آج جامعہ کی مسجد کا مغربی حصہ انہیں کی زمین میں بنا ہوا ہے، حضرت کا یہ احسان یہ چمار رہتی دنیا تک نہیں بھول سکتے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ڈرائیور کا خیال اور اہل تعلق کی تربیت کا انداز

ایک صاحب جناب منور خاں صاحب تھے اصل وطن تو میرٹھ ضلع تھا لیکن بجلی کے محکمہ میں افسر اعلی ہوکر باندہ پہونچے تھے، انگریزی تعلیم یافتہ تھے لیکن طبعاً بہت ہی شریف وہ بھی اور ان کے بچے بھی باندہ ضلع میں آنے والا ہر افسر حضرت کی محبت واعتقاد کا

اسیر جلد ہی ہو جایا کرتا تھا، منور صاحب نے بھی حضرت کی خدمت میں آمدورفت شروع کردی وہ اپنی گاڑی سے آتے تھے حضرت ان کے لئے چائے کا اہتمام فرماتے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ منور صاحب دسترخوان پر بیٹھے ہوئے چائے کے ناشتہ میں مشغول تھے حضرت نے وہیں سے کچھ سامان کھانے کا اٹھایا اور ایک پیالی چائے لیکر خود ڈرائیور کو دے آئے منور صاحب سمجھ گئے کہ حضرت ڈرائیور کو بھی ساتھ ہی پلانا چاہتے ہیں چنانچہ منور صاحب حضرت کی منشاء کے مطابق ڈرائیور صاحب کو بھی دسترخوان میں شریک رکھنے لگے۔

غیر مسلموں کا خیال اور کسر نفسی،

صدیق کے بجائے تلسی ایکسپریس

حضرت مولانا کی نیکیوں کے ثمرات اور مقبولیت کے اثرات غیر مسلموں اور حکومت کے حضرات تک تھے وہ حضرت سے دعائیں لینے کے لئے بار بار آتے، حضرت مولانا کے احترام کی وجہ سے گورنمنٹ نے ہتھوڑا کے قریب نالہ پر بڑا المبا پل تعمیر کرایا، بجلی کا پاور ہاؤس بنوایا، نومیل سے ہتھوڑا تک پختہ سڑک تعمیر کی سرکاری بعض بسوں کا روٹ ہتھوڑا ہو کر کیا گیا، مولانا کی دعاء لینے کیلئے باندہ سے ایک ایکسپریس گاڑی کو منظوری دی گئی اور مولانا کے نام سے موسوم کرنا چاہا مگر (بقول مولانا محمد حسن باندوی) حضرت نے اس میں دو ترمیموں کے ساتھ منظوری عنایت فرمائی کہ باندہ سے چند بوگیاں لگادی جائیں ضرورت پوری ہو جائے گی باقی ٹرین بجائے باندہ کے الہ آباد سے روانہ ہو تاکہ وہاں سے ممبئی جانے والی جنتا کو بھی سہولت ہو، دوسری ترمیم یہ فرمائی کہ گاڑی کا نام مولانا کے نام کے بجائے ہتھوڑا کے قریب راجاپور واقع ہے وہاں تلسی داس پیدا ہوئے

تھے ان کی مناسبت سے گاڑی کا نام تلسی ایکسپریس رکھا جائے چنانچہ مذکورہ ترمیم کے بعد حضرت مولانا نے گاڑی کا افتتاح فرمایا اور ہری جھنڈی دکھلا کر تلسی ایکسپریس کو ممبئی کے لئے روانہ کیا۔ اتر پردیش اور بعض جگہ اسکے علاوہ بھی سب ہی جگہ ٹرین میں جب حضرت کو سوار ہوتے دیکھا گیا تو ٹی ٹی گارڈ وغیرہ ملاقات کرنے پہونچ جاتے حضرت کے علاوہ رفقاء وغیرہ کیلئے برتھ وغیرہ کا انتظام آناً فاناً ہو جاتا لیکن حضرت اپنے کو چھپاتے لیکن آپ کا خلوص رنگ لایا اللہ تعالی ہی نے آپ کو اُجاگر فرمایا۔ مولانا محمد طلحہ قاسمی خلیفہ ذوالفقار صاحب نے بتایا کہ صدیق کے بجائے ''تلسی'' اور باندہ کے بجائے الہ آباد سے نئی ٹرین چلانے کا حضرت کا مشورہ بڑی دور اندیشی اور مؤمنانہ سیاست اور فراست کی بنا پر تھا کیونکہ مخالفین صدیق نام کو پسند نہ کرنے اور باندہ سے ٹرین کو پوری سواری نہ ملتی چنانچہ بہانہ بنا کر یہ ٹرین چند سالوں میں بند کر دیجاتی اب اسکا اندیشہ نہ رہا۔

تبلیغی اجتماع میں غیر مسلموں کی محنت

وخدمت اور ہندوؤں کی خاطر داری

کل ہند تبلیغی اجتماع جو پہلی بار ہتھورا میں ہونے والا تھا اسکے لئے تیاریاں کافی پہلے سے شروع ہوگئی تھیں مدرسہ کے مشرقی جانب جو مختلف حضرات کے کھیت تھے اور جو کافی ناہموار تھے ان کو ہموار کرنا تھا اس کام میں ہتھورا اور اسکے قرب وجوار کے دیہات کے مسلمانوں کے علاوہ بڑی تعداد میں غیر مسلم حضرات بھی باقاعدہ لگے ہوئے تھے روزانہ صبح کو اپنے گھروں سے آجاتے اور شام تک کام کر کے گھر واپس چلے جاتے یہ کام اور اسکے لئے آمد ورفت کا سلسلہ کئی دن تک چلتا رہا قرب وجوار کے دیہاتوں میں سے ''الھیہ'' کلکٹر پوروہ، اور دوہا کے ہندوؤں نے اس سلسلہ میں ہر طرح کا تعاون کیا تھا

باوجودیکہ یہ لوگ اپنے مذہبی معاملات میں سخت تھے لیکن حضرت کی شخصیت واخلاق کے گرویدہ تھے اسی کا یہ اثر تھا کہ بابری مسجد کی شہادت کے بعد اگرچہ ہندو مسلم تعلقات ہر جگہ متاثر ہوئے تھے اور فرقہ وارانہ طاقتوں کو اس سلسلہ میں ہر جگہ کامیابی ہوئی تھی لیکن ہتھورا کے قرب وجوار کے ہندو دیہاتوں میں وہ کچھ کامیاب نہ ہوسکے تھے۔ ''الیہہ'' نام کا گاؤں جو ہتھورا سے صرف چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور وہاں کی آبادی ہندو ٹھاکروں کی ہے وہاں کے مندر کے پجاری نے باندہ کوتوالی میں جاکر یہ اطلاع دی کہ ہتھورا کے مسلمان ہمارے گاؤں حملہ کرنے کی تیاری کررہے ہیں دوسرے دن الہیہ میں پی اے سی بھیج دی گئی گاؤں والوں کو پی اے سی کی آمد پر تعجب ہوا تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ یہ حرکت مندر کے پجاری کی ہے گاؤں کے ہندوؤں نے اولاتو پجاری کی خبر لی پھر پولیس کے ذمہ داران کو بتایا کہ ہمارے اور ہتھورا کے لوگوں کے تعلقات اس قسم کے ہیں کہ ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے کوئی خطرہ نہیں اور پھر آپ جانتے ہو کہ وہاں مولانا صدیق صاحب بھی تو ہیں بہرحال پی اے سی کو واپس جانا پڑا۔ بہرحال جب ہتھورا کا پہلا اجتماع ہوا تو علاقے کے مسلمانوں میں اس کی جو دعوت چلی وہ تو چلی، غیر مسلموں میں انکے اپنے عقیدہ و عنوان سے بات چلی اور خوب چلی۔ ہتھورا والے بابا کا میلہ لگنے والا ہے، اجتماع کے موقع سے اجتماع کے شرکاء اور مسلمانوں کا جو مجمع تھا اور حضرت کے گرد، ان کا گھومنا تو تھا ہی، اس سے بڑھ کر برادران وطن کا معاملہ تھا۔ ہتھورا کی چہار جانب سے دور دراز سے پیدل چلے آرہے ہیں، کیا ہے؟ بابا کا میلہ لگا ہے درشن کرنا ہے، اب مسلمانوں کو تبلیغ کے بیانات سننے ہیں اور ان کا مقصود ایک نظر صرف ایک نظر اپنے بابا کو دیکھنا ہے اب وہ ہر جگہ حضرت کے متلاشی اور جہاں کا علم ہوا وہیں پہونچ گئے اور بھیڑ لگا کر دیکھ رہے ہیں حضرت اس سے پریشان ہوکر ادھر ادھر چھپنے کی تدبیر فرماتے ہیں لیکن کب تک، سب کچھ آپ ہی کی ذات کی وجہ سے ہورہا تھا، چھپتے اور پھر نکلتے، ان کے تقاضے پر یہ بھی کرنا

پڑا کہ کچھ دیر حضرت علیہ الرحمہ کو ایک بلند جگہ پر کھڑا کیا گیا کہ وہ اطمینان سے دیکھ لیں۔ ایک مرتبہ جامع مسجد میں معتکف تھے، کچھ برادران وطن مرد و عورت آئے اور دروازے کے پاس کھڑے ہوگئے کہ باباصاحب سے کام ہے، حضرت کو اطلاع کی گئی تشریف لائے حضرت کو دیکھا تعظیم کی اور کام دریافت کیا گیا تو کہا کہ بس۔ باباجی کا درشن کرنا تھا۔

مولانا شکیل احمد صاحب سیتاپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ لکھنؤ جارہے تھے باندہ بس پر سوار ہوئے، بس میں حضرت کے قدم رکھتے ہی ہلڑ مچ گئی کنڈکٹر ڈرائیور سب کی زبان پر یہی تھا بابا آگئے بابا آگئے، بہت سے لوگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے کہ یہاں آیئے لیکن آپ نہ بیٹھے فرش پر کپڑا بچھایا اور بیٹھ گئے۔

سادھو نے پیر دھوئے

مولانا خالد مظاہری لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک سادھو کو دیکھا کہ وہ حضرت سے ملنے کے لئے آیا تھا اپنے ساتھ ایک پیتل کی تھالی بھی لایا تھا جب حضرت سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس پر اصرار کیا کہ شریمان آپ اجازت دیں ہم آپ کے پیروں کو دھونا چاہتے ہیں حضرت انکار کرتے رہے لیکن وہ سادھو اسی طرح مصر رہا گویا کہ قسم کھا رکھی ہے یا کوئی نذر مان رکھی ہے جسکو وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال حضرت کو بادل نخواستہ اسکا یہ عمل قبول کرنا پڑا اور فرماتے رہے اللہ تعالی اسے ہدایت سے نوازے۔

مصافحہ کیلئے ٹرین کئی بار رکی

استاذی حضرت مفتی عبیداللہ اسعدی مدظلہ لکھتے ہیں کہ حضرت کا ضلع گنا (ایم پی) کی طرف ایک سفر طے تھا، اس اطراف میں کہیں تبلیغی اجتماع تھا، دور دراز کی جگہ اور کچھ بعض باتیں اور بھی تھیں جن کی وجہ سے یہ بات چل رہی تھی کہ سفر نہ کیا جائے مگر

حضرت تشریف لے گئے، اس زمانہ میں حضرت تنہا ہی سفر زیادہ فرمایا کرتے تھے، واپس آنے پر فرمایا: ''جانا اچھا رہا، بڑا مجمع رہا، لوگوں کی محبت سے دل بہت متاثر رہا، مجبوری تھی ورنہ مزید رکتا، اور پھر لوگوں کی محبت اور عقیدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اجتماع گاہ سے قریب ہی کہیں اسٹیشن تھا، واپسی میں وہیں سے گاڑی پر سوار ہوئے اسٹیشن تک کافی لوگ آئے، گاڑی چلی تو بہت دور تک لوگ گاڑی کے ساتھ دوڑتے رہے اور آتے رہے اور یہ محض مصافحہ کے اشتیاق میں، حتی کہ گارڈ نے دو تین مرتبہ گاڑی رکوائی اور عقیدت مندوں کو مصافحہ کا موقع دیا،

بسا اوقات حضرت کا بعض بستیوں میں پہنچنا کافی رات میں بلکہ نصف شب کے بھی بعد ہوتا مگر حیرت ہوتی تھی کہ لوگ۔ دو چار نہیں بلکہ مجمع کا مجمع جاگتا ہوا، مشتاق و بیتاب ملتا تھا حتی کہ اتنی رات میں بھی آبادی سے کافی دور سے استقبال کرنے والے ملتے تھے۔

حضرت کی حیات میں ہتھورا میں دو بڑے اجتماعات ہوئے دونوں میں مجمع کی ٹوٹ زیادہ تر حضرت کی طرف تھی بالخصوص دوسرے میں حتی کہ جہاں حضرت ہوئے وہاں کافی بھیڑ لگ جاتی، آواز ہوتی تو حضرت مجبور ہو کر باہر نکلتے، اچھا مصافحہ کرلو پھر لائن لگتی اور مصافحہ ہوتا لیکن مجمع بڑھتا جاتا تو گھبرا کر پھر اندر چلے جاتے اور ادھر ادھر، پھر باہر وسامنے آتے یہ سلسلہ برابر چلتا رہا۔

الیکشن میں ایم پی اور ایم ایل اے، ہر سیٹ کے امیدوار دعا کے لئے حاضر ہوتے، حلقے والے بھی اور دوسرے بھی اور یہ حاضری ان کی ضرورت بھی تھی اور اس سے بڑھ کر حسن عقیدت تھی کہ باباصاحب کا ہاتھ سر پر ہو اور دعاء تو بیڑا پار ہے۔ اس لئے اگر کسی محبؔ نے حضرت کو بالفاظ ذیل خراج عقیدت پیش کی تو بیجا نہیں کیا اور نہ کہا:

''ان کے خلوص انکی بے پناہ محبت نے جادو بھر دیا تھا، پھر ہر طبقے کے اکابر کے احترام اور عزت افزائی نے دلوں کو انکی محبت سے معمور کر دیا تھا، وہ جدھر گئے سر وآنکھوں

پر بٹھائے گئے، جس مٹی کو چھو دیا سونا بنا دیا، جس سمندر میں کود پڑے پایاب ہوگیا، جدھر سے گذر گئے زمین و آسمان جھکنے لگے، علماء نے سر پر اٹھالیا، تاجروں نے مال و دولت نچھاور کر دی، لوگوں نے قدم چوم لئے، عوام نے دل کھول کر اس میں مجسمے نصب کر لئے، اس لئے جب وہ چلے گئے تو بوڑھے اور جوان رو پڑے، عورتیں اور بچے سر پیٹ کر رہ گئے علم وعمل دوہائیاں دینے لگے ملک بھر سے لوگ انکی قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے بڑی بیتابی سے اٹھ کر گئے۔ (فکر اسلامی صدیق نمبر تذکرۃ الصدیق، ص:۵۶۵)

بے نفسی اور دوسروں کی رعایت کا حیرت انگیز واقعہ

مولانا مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوری مدظلہ اپنا چشم دید واقعہ بتاتے ہیں کہ

دار العلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کی فراہمی سرمایہ کیلئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناچیز اور مفتی ظفیر الدین صاحب (مرتب فتاویٰ دار العلوم) کو ۹ےء میں حضرت باندوی کی خدمت میں بھیجا اور ایک مکتوب عنایت فرمایا جس میں حضرت باندوی سے استدعاء کی گئی تھی کہ لکھنؤ میں اپنے متعلقین کو اس جانب متوجہ فرمادیں، حضرت باندوی بلا تکلف اس کام کے لئے ہتھوڑا سے لکھنؤ کیلئے ہم خدام کے ہمراہ روانہ ہوگئے، جبکہ حضرت ؒ نے کبھی بھی اپنے ادارہ کیلئے اس طرح کی تحریک نہیں کی، اس باب میں حضرت بہت محتاط اور حساس واقع ہوئے تھے، ہم لوگ باندہ میں روڈویز بس پر سوار ہوئے جو لکھنؤ جارہی تھی بس میں صرف ایک سیٹ خالی تھی بس میں جب حضرت نے قدم رکھا تو پوری بس میں ہلچل پڑگئی کنڈیکٹر، ڈرائیور، اور سواریاں کہنے لگیں بابا آگئے بابا آگئے (علاقہ بھر میں حضرت کو غیر مسلم بابا کے نام سے یاد کرتے تھے ان کے یہاں اس لفظ کے معنیٰ ہیں خدا رسیدہ اور زاہد مرتاض شخصیت) بہت سے لوگ اپنی سیٹوں سے اٹھ گئے کہ بابا یہاں تشریف لائیں، یہاں بیٹھئے لیکن حضرت کو صرف ہم

دونوں کی فکر تھی چنانچہ خالی سیٹ پر ہم دونوں کو باصرار بیٹھا دیا گیا اور کنڈ یکٹر نے ایک سواری کو اسکی سیٹ سے اٹھا کر حضرت کیلئے سیٹ خالی کروائی جب حضرت سے اس سیٹ پر بیٹھنے کی درخواست کی گئی تو حضرت نے اس پر بیٹھنے سے سختی سے انکار کیا اور فرمایا کہ اس سیٹ پر اس شخص کو بیٹھنے کا حق ہے جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے یہ کہتے ہوئے حضرت نے اسٹینڈ نگ میں اپنی چادر بچھادی اور نیچے بیٹھ گئے یہ منظر دیکھ کر ڈرائیور نے جو غیر مسلم تھا گاڑی روک دی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا بابا مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ آپ نیچے بیٹھے ہوں اور میں سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی چلاؤں، بابا نے فرمایا میں بس سے اتر تو سکتا ہوں لیکن کسی کو اٹھا کر اسکی سیٹ پر نہیں بیٹھ سکتا، جب ڈرائیور اور کنڈ کٹر ہر طرح کے اصرار اور خوشامد میں ناکام ہو گئے تو انہیں مجبوراً گاڑی چلانا پڑی بس کوئی آدھ گھنٹہ چلی ہوگی کہ راستہ میں آرٹی او نے چیکنگ کیلئے بس روکی کنڈ کٹر نے آرٹی او سے چپکے سے کہا کہ بس میں بابا بیٹھے ہوئے ہیں ذرا جلدی چیک کر لیجئے آرٹی او نے کہا بہتر ہے بابا کو دیر نہ ہونی چاہئے بس اسٹارٹ کرو ہم بس میں بیٹھ کر چلتے چلتے چیک کر لیں گے اور اگلے اسٹیشن پر اتر جائیں گے آرٹی او جب بس میں سوار ہوا اور کنڈ کٹر نے اپنی سیٹ پر اس کو بٹھایا تو اس نے پوچھا کہ بابا کہاں بیٹھے ہیں جب اس نے دیکھا کہ حضرت اسٹینڈ نگ میں نیچے بیٹھے ہوئے ہیں تو اس نے کنڈ یکٹر کو ڈانٹنا شروع کیا کہ تو نے بابا کو نیچے بیٹھا رکھا ہے پھر بڑی لجاجت سے عرض کیا کہ بابا سیٹ پر بیٹھ جایئے ورنہ میں سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا، حضرت نے فرمایا "میں یہی چاہتا ہوں کہ کسی کو اٹھا کر نہ میں بیٹھوں نہ آپ بیٹھیں، بالآخر آرٹی او نے کھڑے کھڑے چیکنگ کی اور اگلے اسٹیشن پر اتر گیا وہاں دوسری سواریاں بھی اتریں اور سیٹیں خالی ہوئیں اس وقت حضرت سیٹ پر تشریف فرما ہوئے یہ ذراسی بات تھی لیکن اسکا اتنا اثر ہوا کہ راستہ بھر سواریوں میں یہ باتیں ہوتی رہیں کہ انصاف اسکو کہتے ہیں اور اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔فقط۔

ان بیچاروں کی تو بن گئی لیکن میرا کیا ہوگا؟

حضرت باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنام ایک بزرگ تھے قاری صدیق صاحب لکھنوی، حضرتؒ ان کے بڑے احسان مند تھے اور برابر ان کا تذکرہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

''قاری صاحب لکھنؤ سے میری دعوت پر تشریف لاتے، اور پورے علاقے کا بیل گاڑی پر سفر فرماتے، ایک ایک ہفتہ کا سفر ہوتا تھا باندہ کے اطراف میں مختلف علاقوں کا سفر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ شدید بخار تھا، اسی حال میں لکھنؤ سے تشریف لائے اور آنے کے بعد فرمایا:

''میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اس بیچارے (یعنی حضرت علیہ الرحمہ) نے لوگوں سے وعدہ کر رکھا ہوگا، اس کا کیا ہوگا''۔

بڑے مخلص تھے انکے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں، ایک مرتبہ برولی تشریف لے گئے تو وہاں اعزاز میں بیسیوں قسم کے کھانے دسترخوان پر آئے، یہ دیکھ کر قاری صاحب آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا۔

''ان بیچاروں کی تو بن گئی، مجھ کو نیک سمجھ کر کچھ خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارا کیا ہوگا۔؟''

حضرت علیہ الرحمہ نے قاری صاحب کی اس بات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''میں بھی اپنے متعلق سوچتا ہوں کہ بلانے والے بیچارے تو بہت خرچ کرتے ہیں وہ تو مجھے نیک سمجھتے ہیں، ان کے ایثار و قربانی اور خلوص میں شبہ نہیں، لیکن میرا کیا ہوگا''۔ (تذکرۃ الصدیق)

☆☆☆

قیامت میں کہیں مجھ سے پوچھ نہ ہو جائے

حضرت گورکھپور تشریف لے گئے تھے۔ صبح کو آگے کا نظام تھا اتفاق سے ”آنول“ قصبہ کے لوگ پہونچ گئے تھے، انہوں نے تقاضا کیا، حضرت بعد فجر تشریف لے گئے اور بیان کیا تو بیان کو ان الفاظ سے شروع فرمایا:

”انول والے حضرات اس سے پہلے بھی مجھ سے کہہ چکے تھے مگر اس وقت موقع نہیں مل سکا تھا، اب پھر انہوں نے کہا تو باوجود اس سے کہ وقت میں گنجائش نہ تھی، ابھی ”بڑہل گنج“ جانا ہے، پھر وہاں سے کوپا گنج وغیرہ مگر میں نے اس وجہ سے منظور کرلیا کہ ”اگر آئندہ مجھ کو یہاں آنے کا موقع نہیں مل سکا، تو کہیں قیامت میں مجھ سے پوچھ نہ ہو جائے کہ آنول کے لوگوں نے دین کی بات سنانے کو کہا تھا تم نے کیوں نہیں سنائی، وہاں کے لوگ فرمائش کررہے تھے اور تم نے پہلوتہی کیوں کی بس میں اس خیال کی وجہ سے یہاں چلا آیا تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ آخر تم لوگ بھی کچھ کروگے یا نہیں؟؟

انوکھے سفر

حضرت والا کی جس طرح عمر بڑھتی گئی شہرت اور اسفار کی بے پناہ کثرت ہوگئی حضرت والا قاری صاحبؒ کے اسفار کے لئے باضابطہ اصول نہ تھا پیدل۔ سائیکل، بیل گاڑی، موٹر سائیکل ٹرک بس اور ٹرین سے ہر طرح سفر فرماتے تھے کاموں کے ہجوم کی وجہ سے کہیں قیام نہیں فرماتے جس نے جس طرح پروگرام مانگا اسی طرح وقت دے دیا۔ کبھی کبھی بے ترتیب سفر کی وجہ سے سفر بھی بہت زیادہ طویل ہوجایا کرتا تھا کئی روز تک سونے اور آرام کرنے کیلئے کوئی وقت میسر نہیں آتا تھا جس کے نتیجہ میں صاحب فراش مریض کی طرح نڈھال ہوجاتے تھے، مگر پھر بھی آرام نہیں فرماتے تھے حضرت والا کے

قریب قریب تمام ہی اسفار میں ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی ایک جگہ کا پروگرام ہے تو راستہ میں اثناء سفر کئی کئی ضمنی پروگرام ہو جایا کرتے تھے محض دوسروں کے آرام اور ان کے دینی فوائد کے پیش نظر آپ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے بعض تو بہت ہی خودغرض ہوتے تھے انکا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ حضرت تشریف لے آئیں خواہ حضرت پر کچھ بھی گذر جائے کسی قسم کی راحت رسانی کا اہتمام نہیں بار ہا ایسے سفر کا اتفاق حضرت کو ہوتا رہتا تھا لیکن ساری مصیبتوں اور صعوبتوں کے باوجود کبھی حضرتؒ کی زبان پر شکایت کا ایک لفظ بھی نہ آتا تھا بہت سے اللہ کے بندے تو واجبی کرایہ تک نہ دیتے تھے کئی بار ایسا ہوا کہ لوگ دور دراز دیہات میں لے گئے اور واپسی کا کوئی نظم نہیں کیا، حضرت کو خود نظم کر کے واپس آنا پڑا جب تک جان میں جان رہی کسی کی دل شکنی نہیں کی۔ حضرت والا کے ساتھ رفیق سفر بننا آسان نہ تھا اکثر وہ بے آرامی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا بعض دفعہ کھانے کو تو خوب میسر ہو جاتا لیکن سونے کو بالکل نہیں ملتا مسلسل سفر ہی سفر اول سفر آخر سفر قیام کا نام نہیں اس لئے حضرت اپنے ساتھ مستقل کوئی رفیق سفر نہ رکھتے تھے البتہ ہر جگہ ہر ایک حضرت کے ساتھ وقت لگانے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا اس لئے جہاں کہیں حضرت تشریف لے جاتے تو راستہ میں کوئی نہ کوئی ساتھ مل جاتا اس لئے روانگی سے واپسی تک مستقل رفیق سفر یا خادم بہت ہی کم ہوا کرتا تھا کہیں کوئی ساتھ ہو لیا کہیں کوئی۔

حضرت والا اسفار میں کرایہ کے علاوہ نذرانہ ہرگز نہ لیتے تھے جو باتوفیق بندے کرایہ پیش کرتے تھے تو اولاً حضرت اسکو بھی انکار فرماتے اور اگر وہ اصرار کرتے تو صرف بقدر ضرورت ہی کرایہ لیتے، کار سے سفر ہوتا تو اس میں صرف تیل ڈالنے کی اجازت ہوتی تھی مگر افسوس یہ ہے کہ بعض بعض لمبے سفر میں بھی لوگ تیل بھی نہیں ڈالتے تھے۔ حضرت والا کی زندگی نہایت مسکنت اور غربت کی تھی ایسی حالت میں اپنی جیب سے تیل ڈالنا ہوتا اور اپنے پیسے سے کرایہ اور ٹکٹ فراہم کرنا ہوتا تھا جبکہ حضرت والا کرایہ بھی صرف معمولی

درجہ کا ہی لیتے باقی زائد رقم کوئی دینا چاہتا تو ہرگز قبول نہ کرتے حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت ایک صاحب کے یہاں میری معرفت سے تشریف لے گئے۔ حضرت کی خدمت میں فرسٹ کلاس کے کرایہ کے حساب سے رقم پیش کی گئی حضرت نے فرمایا یہ رقم تو بہت زیادہ ہے انہوں نے کہا میں اپنی ذاتی رقم میں سے پیش کر رہا ہوں مدرسہ کے پیسے نہیں ہیں میری درخواست ہے کہ آپ فرسٹ کلاس سے تشریف لے جائیں۔ یہ سنکر فرمانے لگے مسلمانوں کے پیسے اس کام کے لئے ہیں؟ میں ساری رات اسٹیشن پر پڑا رہوں گا لیکن فرسٹ کلاس سے نہ جاؤں گا، مولانا زکریا صاحب ہی فرماتے ہیں کہ مولانا کے اسفار میں سے بعض اسفار ایسے ہوتے تھے جو ہم لوگوں کی نظر میں بالکل غیر ضروری ہوتے تھے لیکن حضرت کی دوررس نگاہ میں اسکے بہت سے دینی فائدے ہوتے تھے ایک بار دوپہر کو اسباق سے فارغ ہوکر سائیکل کے ڈنڈے پر سوار ہوکر ایک جگہ جارہے تھے میں نے مقصد سفر معلوم کیا۔ کافی کریدنے کے بعد بتلایا فلاں گاؤں میں ایک بچے کی ختنہ ہے مجھے واقعی حضرت کا یہ سفر بہت ناگوار ہوا۔ میں نے عرض بھی کردیا کہ یہ بھی کوئی وجہ سفر ہے حضرت مولاناؒ نے فرمایا مولانا! ان کی ہگنی مُتنی میں شریک ہوکر میں نے ان کو دین کی بات پہونچائی ہے۔ یہ مولانا ہی کے الفاظ تھے۔ کافی دنوں کے بعد سمجھ میں آیا کہ اس طرح کی تقریبات میں شرکت کرنے سے دین کے کام کے لئے کیسے راستے ہموار کئے ہیں؟

حضرت مولانا سید احمد ہاشمیؒ ریلوے کے بڑے افسر تھے انہوں نے حضرت والا کے لمبے لمبے اسفار کی مشقتوں کو دیکھ کر ریلوے کا پاس بنوادیا تھا۔ جس سے اے سی اور فرسٹ کلاس میں بلا ٹکٹ سفر کرسکتے تھے۔ مگر حضرت والا اس سے سفر کو تقویٰ کے خلاف سمجھتے تھے اور اس سے احتیاط کرتے تھے اسکو جیب میں رکھتے ہوئے ٹکٹ لیکر سفر فرماتے تھے۔

ایک مرتد خاندان پر ایمانی نظر

حضرت مولانا انتظام صاحب رقمطراز ہیں کہ

ضلع باندہ میں ''چلی'' نام کا غیر مسلموں کا ایک گاؤں ہے جس میں پنڈت برادری رہتی ہے صرف ایک گھر نام کیلئے مسلمان کا ہے جو ''نٹوں'' کی برادری سے تعلق رکھتا ہے ''ارا'' کالج میں فن موسیقی کا استاذ ہے اپنی برادری میں کافی پڑھا لکھا ہے اس بیچارے کو گاؤں کے لوگوں نے سمجھایا کہ تم اصلاً ہندو ہو کیونکہ تمہارے سر پر چوٹی اور بدن پر دھوتی ہے اور زبان بھی تمہاری ہندی اور سنسکرت ہے اور تمہارا نام بابو شرما ہے تم ہم سے اس قدر روپیہ لے لو اور دوسرے بھائیوں کو اس طرف لانے کی کوشش کرو چنانچہ اس کی یہ ناپاک کوشش جاری ہوگئی۔ جب حضرت کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو بے چین ہوگئے باندہ میں تبلیغی جوڑ تھا پہونچے بااثر لوگوں کے ذریعہ اس برادری کے لوگوں کو مختلف گاؤں سے خفیتاً بلوایا سمجھایا، سہولتیں فراہم فرمائیں الحمدللہ وہ لوگ تائب ہوئے اور اسلام پر جمے رہنے اور مرنے کا وعدہ کیا پھر حضرت نے اس برادری کے بچے بلوائے پوری کفالت فرما کر باقاعدہ تعلیم و تربیت انتظام کیا ظہور احمد کو ان کا نگراں مقرر کیا۔ مگر ان کا سردار ہاتھ نہ آیا لوگ اسکو اپنے تیرتھ گاہوں کی سیر کرا رہے تھے کچھ دنوں بعد اسکی والدہ کا انتقال ہوا۔ تیسرے روز ہم لوگوں کو پتہ چلا کہ اسکے برادری کے لوگ بسلسلۂ رسم تیجہ آچکے ہیں اس لئے ہتھورا سے ہم لوگوں کو وہاں جانیکے لئے آمادہ کیا گیا چنانچہ ہم لوگ اپنی سواری سے وہاں پہنچے مولانا قاری حبیب احمد صاحب (حضرت والا کے فرزند اکبر نے کافی مقدار میں بتاشے ساتھ لیئے اور ہمارے ساتھ ہوگئے وہاں لوگ موجود تھے کھانا پک رہا تھا مجلس میلاد منعقد کی گئی اور رسم تیجہ ادا کر کے ایصال ثواب کیا پھر اس سے اور اسکی بیوی سے ملاقات کی اور سمجھایا، بیوی ذرا سمجھدار تھی اس نے وہاں سے منتقل (ہجرت) ہونے کے لئے وعدہ کیا اور اس شخص نے

کہا کہ اب میں سمجھا ہوں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں۔ (حقیقت وصداقت، ص:۱۶)

شدت کی بیماری میں بھی خدمت خلق اور مہمانوں کی فکر

مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی فرماتے ہیں کہ ایک بار سخت سردی کے موسم میں رات کو دس بجے ایک طالب علم نے میرے مکان پر جو مدرسہ ہی میں تھا آکر یہ اطلاع دی کہ حضرت کو بخار ہے اور سخت سردی سے کپکپی چڑھی ہوئی ہے مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں زور زور سے کراہ رہے ہیں، یہ مجھے معلوم تھا کہ کچھ دیر پہلے عشاء کی نماز کے بعد کہیں سفر سے واپسی ہوئی ہے اور میری ملاقات ابھی نہ ہوسکی تھی، میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس وقت کیا کیا جائے، مجھے یقین تھا کہ حضرت بھوکے بھی ہوں گے، اس لئے وقتی طور پر انڈے کا حلوہ اور اچھی سی چائے بنا کر گرم گرم ہی لیکر حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا سلام کیا حضرت نے لحاف کے اندر ہی سے سلام کا جواب دیا، حالت اب بھی وہی تھی جو طالب علم نے بیان کی تھی، سردی کی وجہ سے بولنا بھی مشکل تھا بخار خاصا تیز تھا، میں نے عرض کیا حضرت چائے پی لیجئے سردی میں کچھ کمی ہوجائے گی فرمانے لگے میرے ساتھ کانپور کے فلاں مہمان آئے ہیں کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں انکو پلا دیجئے میں نے کہا ان کو بھی پلا دونگا آپ تو پی لیجئے بمشکل تمام تھوڑی سی چائے اور حلوہ کھایا۔

ڈاکٹر غوث احمد صاحب اپنے مضمون میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر جب حضرت کی کمر میں شدید درد تھا نرسنگ ہوم میں ہم لوگوں نے اس خیال سے رکنے پر راضی کرلیا تھا کہ چند روز آرام اور علاج سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ کوشش کی گئی کہ زیادہ سے زیادہ آرام کا موقع دیا جائے اور چند روز حضرت کو عوام کی بھیڑ و بھاڑ سے الگ رکھا جائے یہ بات کہی نہیں گئی لیکن حضرت کو احساس ہوگیا اور ایک روز جب کسی کو منع کیا جا رہا تھا تو سن لیا اور مجھے بلا کر فرمایا ڈاکٹر صاحب! کسی کو منع نہ کیجئے جیسے میں تکلیف میں ہوں اسی

طرح دوسرے بھی تکلیف میں ہوسکتے ہیں اللہ تعالی سب کی پریشانیاں دور فرمائے، میرے پاس لوگ آتے ہیں یہ بھی اللہ کی مصلحت ہے آنے دیں ممکن ہے آنے والوں اور دعاء کرانے والوں کی برکت سے مجھے فائدہ پہونچے۔

اسباق کی پابندی کا عجیب حال

مفتی شبیر احمد صاحب (شاہی مراد آباد) فرماتے ہیں کہ ۱۴۰۱ھ میں حضرت والا کی خدمت میں ایک سال رہنا نصیب ہوا، اس سال حضرت والا سے متعلق حسب ذیل کتابیں تھیں (۱) شرح جامی (۲) شرح تہذیب (۳) قطبی (۴) مختصر المعانی (۵) جلالین شریف (٦) ہدایہ رابع (۷) مقامات حریری (۸) شرح وقایہ (۹) نور الانوار (کبھی کبھی) (۱۰) الفیہ بن مالک۔ اس زمانہ میں وہاں دورہ نہ تھا ان میں شرح جامی اور شرح تہذیب اور قطبی کا سبق پورا سال تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر سے قبل ہوتا تھا۔ سب لڑکے اذان فجر سے تقریبا دو گھنٹہ قبل اٹھ کر دو چار رکعتیں نفل پڑھ کر درس میں حاضر ہوتے تھے، سب سے پہلے شرح جامی کا سبق ہوتا تھا، اسکے بعد شرح تہذیب پھر قطبی کا سبق ہوتا تھا۔ اسی اثناء میں فجر کی اذان ہوجاتی تھی۔ اور جماعت سے دس پندرہ منٹ قبل سبق بند فرمادیتے تھے پھر فجر کی نماز کے بعد متصلاً دوبارہ سبق کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا۔ سب سے پہلے مختصر المعانی اسکے بعد جلالین شریف کا سبق ہوتا تھا پھر کچھ دیر کے لئے وقفہ فرماتے تھے اسکے بعد مدرسہ کا باضابطہ تعلیمی وقت شروع ہوجاتا تھا، یہ معمول صرف حضرت والا ہی کا تھا اور جو وقت وقفہ کیا جاتا تھا اس میں مہمانوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی ان میں اکثر تعویذ کے لئے ہوتے تھے نماز اشراق کے بعد ان سب کا کام کردیتے تھے، اسی طرح دوپہر کو سبق کے بعد پھر عصر کے بعد تعویذ والوں کی بھیڑ لگ جایا کرتی تھی ان اوقات میں سب کا کام کردیا کرتے تھے۔ اسکے بعد بقیہ اسباق مدرسہ کے ضابطہ کے

مطابق مقررہ گھنٹوں میں ہوتے تھے پورے سال علاوہ سفر کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، جب سفر میں جانا ہوتا تو اپنے تمام اسباق پڑھا کرہی روانہ ہوتے تھے، پھر سفر سے جب واپس تشریف لاتے تو ایک دم درسگاہ پہنچ جاتے اور مائک میں اعلان ہوجاتا کہ حضرت تشریف لے آئے ہیں فلاں جماعت والے درسگاہ پہنچ جائیں بعض دفعہ اگر رات کے ایک دو بجے تشریف لاتے تو بھی اس وقت اعلان ہوجاتا تھا اور سب طلباء فوراً بھاگے بھاگے بستر چھوڑ کر کتابیں ہاتھ میں لیکر درسگاہ پہنچ جایا کرتے تھے، یہ خاکسار بھی حضرت والاؒ کے تمام اسباق میں شریک رہتا تھا، نیز جب کوئی استاذ بیمار ہوجاتا یا سفر میں چلا جاتا تو اسکے متعلق جتنی کتابیں ہوتی تھیں وہ سب بھی پڑھایا کرتے تھے۔ پورے سال کھانا درسگاہ میں آیا کرتا تھا، طلبہ عبارت پڑھتے اسی اثناء میں جلدی جلدی کھانا تناول فرمالیا کرتے تھے اور جوں ہی عبارت ختم ہوتی، کھانا بند فرمادیتے پھر دوبارہ نہیں کھاتے تھے۔ ہوشیار طالب علم بتکلف آہستہ آہستہ عبارت پڑھتے تھے تاکہ کچھ کھالیں اور کبھی مرغن کھانا نہیں آتا تھا، اکثر باسی روٹی اور اچار آتا تھا کبھی کبھی سادی دال یا چٹنی یا معمولی سبزی آپ کی مرغوب غذا تھی۔ کبھی بے آرامی کی وجہ سے سر میں چکر اور متلی آتی تھی اور ایسا بھی بہت دفعہ ہوا کہ آپ طلبہ سے فرماتے کہ تم لوگ عبارت پڑھو میں ذرا قے کرآؤں یہ کہتے ہی فوراً جلدی سے درسگاہ کے سامنے نالی پر قے کرلیتے تھے۔ اور اسی حالت میں سبق کی تقریر چلتی تھی، نیز جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اکثر فاقہ سے تشریف لاتے تھے جب طلبہ کو درسگاہ میں آنے کیلئے اعلان کیا جاتا تو آواز گھر میں بھی سنائی دیتی تھی۔ طلباء کے جمع ہوتے ہوتے گھر سے باسی روٹی چٹنی یا اچار آجایا کرتا تھا پھر وہی بات کہ طلباء عبارت پڑھتے تھے اور اسی اثناء میں جو کچھ کھایا کرتے تھے اسی پر اکتفاء فرمالیا کرتے تھے اور پوری زندگی مدرسہ کی خدمت میں گذاری مگر کبھی مشاہرہ نہیں لیا تاحیات حسبۃً للہ کام کیا۔

وقت کی قیمت کا احساس

وقت کی جتنی قدر دانی حضرت کے یہاں دیکھنے کو ملی اس دور میں کہیں اسکی نظیر نہیں۔ مولانا کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سکینڈ بہت قیمتی انتہائی مصروف اور دینی خدمت میں مشغول تھا، وہ جن کاموں میں اپنے اوقات کو صرف کرتے تھے، ان کو دین سمجھ کر ہی اپنا وقت لگاتے تھے، مدرسہ میں بڑی بڑی اور مشکل کتابوں کے پڑھانے اور حل کرنے کے ساتھ ساتھ تعمیرات کا انتظام، بلکہ عملاً اس میں مزدوروں کی طرح خود جٹ جانا، پھر طلباء کی خبر گیری ان کے علاج ومعالجہ اور کھانے کی فکر مدرسہ کے مطبخ پر نظر بہت سے واردین وصادرین سے ملاقاتیں، مہمانوں کی میزبانی اور مہمانوں کی حیثیت کے اعتبار سے انکا خیال بلکہ ان کی حیثیت سے کہیں زیادہ ان کا اکرام اور راحت رسانی کی فکر اور روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں تعویذوں کا لکھنا اور دیگر حاجتمندوں کے کام آنا اور پھر ان سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ تصنیف وتالیف وعظ ونصیحت کا یومیہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تھا، یہی سب معمولات قیام کے علاوہ اسفار میں ساتھ لگے رہتے سفر میں جہاں کچھ وقت فارغ ہوا تلاوت کا عمل جاری ہوجاتا بعض دفعہ لمبے سفر میں کئی کئی قرآن کی تلاوت ہوجاتی حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی فرماتے ہیں کہ میں ایک بار ممبئی کے سفر میں ساتھ تھا، لکھنؤ سے یہ سفر ہوا تھا، کانپور میں کچھ حضرات ملنے کیلئے آئے پھر جھانسی میں بھی کچھ لوگوں نے ملاقات کی۔ ضرورتمندوں کو بھی حضرت کا پروگرام معلوم رہتا تھا، جھانسی سے رات کے دو بجے کے قریب گاڑی چلی تھی مجھے تو دوبارہ نیند آگئی۔ لیکن حضرت تہجد میں مشغول ہوگئے، ۳ بجے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نماز سے فراغت کے بعد دعاء ومناجات میں مشغول ہیں ممبئی کا یہ سفر ہوا پھر ممبئی کے بعد بھٹکل کرناٹک تک تھا، بھٹکل کے قریب انتہائی حسین وجمیل قدرتی مناظر ہیں، سفر کے دوران ان کو دیکھنے لگا اور ایک دوبار حضرت

کو بھی متوجہ کیا، حضرت ایک لمحہ کیلئے نگاہ ڈالتے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتے، میں نے ایک بار مزید عرض کر دیا کہ حضرت دیکھئے تو کتنا حسین منظر ہے، حضرت نے قدرے بیزاری کے ساتھ فرمایا کہ ان کا کیا دیکھنا، اور اپنے کام میں یعنی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

دوران سفر ہی آپ نے بہت سے نعتیہ کلام اور نظمیں کہیں ہیں کیونکہ سفر میں ہی حضرت کو کچھ کہیں یکسوئی میسر ہو جاتی تھی اور آپ کا ذہن نعت رسول میں محو ہوتا تھا۔

کانپور کے اطراف میں ایک مرتبہ جلسہ میں تشریف لائے بھیڑ تو ہر جگہ امنڈ پڑتی تھی آپ نے وہیں کنارے اپنا جھولا منگایا اور شرح جامی کی کاپی قلم نکال کر شرح لکھنا شروع کر دی۔ سلم العلوم شرح تہذیب جیسی دقیق کتابوں کی شرح اکثر اسٹیشنوں پر لکھنے بیٹھ جاتے اور جہاں موقع ملتا اور چند منٹ بھی مل جاتے وہاں وقت غنیمت جان کر اس وقت کو وصول کرتے۔ ایک سکینڈ آپ کا خالی بیکار نہ گذرتا۔

سفر میں بھی کتابوں کے ادب واحترام کا لحاظ

فرمایا جب میں سفر میں جاتا ہوں اور کوئی دینی کتاب جھولے (تھیلے) میں رکھی ہوئی ہوتی ہے اور بھیڑ کی وجہ سے تھیلا کبھی سیٹ کے نیچے رکھنا پڑتا ہے اور سیٹ کے اوپر بیٹھنا ہوتا ہے تو ضرورت اور حاجت کی وجہ سے اس کی گنجائش ہے، لیکن پھر بھی طبیعت گوارہ نہیں کرتی، اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کتاب نیچے ہو اور ہم سیٹ پر بیٹھے ہوں اس لئے تھوڑی دیر تو میری کتاب جھولے میں رہتی ہے اور جب اطمینان سے بیٹھ جاتا ہوں تو کتاب نکال کر رومال میں لپیٹ کر اسے اوپر رکھ لیتا ہوں۔ حضرت اقدسؒ الاشباہ والنظائر کا درس دے رہے تھے جس میں ایک عبارت آئی اذا توسد الکتاب فان قصد الحفظ لایکرہ والا یکرہ، (الاشباہ، بحوالہ تاتارخانیہ ص۵۵)

اگر حفاظت کی غرض سے کتاب پر ٹیک لگالے تو گنجائش ہے مکروہ بھی نہیں ورنہ مکروہ ہے حضرت نے فرمایا جب میں سفر میں جاتا ہوں کوئی دینی کتاب جھولے میں رکھی ہوتی اور جھولا کبھی سیٹ کے نیچے رکھ کر سیٹ کے اوپر بیٹھنا پڑتا ہے، مذکورہ عبارت سے اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے جب اس بکس کے اوپر بیٹھنا جائز ہے، جس میں کتابیں یا قرآن پاک رکھے ہوں تو یہ تو بدرجہ اولی جائز ہوگا، لیکن پھر طبیعت گوارہ نہیں کرتی اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کتاب نیچے ہو اور اوپر سیٹ پر بیٹھے ہوں اس لئے میں تو عموماً یہ کرتا ہوں کہ جھولے سے کتاب نکال کر رومال وغیرہ میں لپیٹ کر اوپر رکھ لیتا ہوں، اگرچہ گنجائش ہے لیکن دل میں کھٹک سی معلوم ہوتی ہے، و الا ثم ما حاک فی صدرک.

(مجالس صدیق، ص:۹۵)

شدید بیماری میں مطالعہ، درس اور طلباء کی فکر کا واقعہ

مولانا احمد عبیداللہ طیب مدظلہ (خلیفہ حضرت والا) فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت کی طبیعت ناساز ہوگئی، کئی دن ہوگئے افاقہ نہیں ہورہا تھا مہمانوں کی آمدورفت کی وجہ سے قطعاً آرام کرنے کو نہیں ملتا ہم لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت ایک دو دن گھر آرام کرلیں تو جلدی افاقہ ہوجائے گا، پہلے تو انکار کرتے رہے، بہت اصرار کے بعد گھر چلنے کیلئے تیار ہوگئے، بعد نماز عشاء چند طلباء کے سہارے گھر تشریف لے گئے، خود سے چلنا بھی مشکل تھا، پھر ہم سب سو گئے صبح ۳ بجے، میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت کے کمرہ کی بتی جل رہی ہے، قدیم گیٹ کے اوپر والے کمرہ میں میرا قیام تھا وہاں سے فوراً نیچے آیا، دیکھتا کیا ہوں حضرت بیٹھے، نہ جانے کب آگئے، کیسے آگئے، ہاتھ میں شرح جامی ہے، سامنے تپائی پر کئی شروحات ہیں، مطالعہ میں مصروف میں نے کہا حضرت آپ کب آئے؟ کیسے آئے؟ طبیعت تو رات میں کافی خراب تھی ایک آدھ دن گھر پر آرام ہی کرلیتے تو

حضرت فرمانے لگے کہ صبح سبق پڑھانا ہے، کیا بغیر مطالعہ کے سبق پڑھادوں یہ تو خیانت ہوگی یہ تو خیانت ہوگی۔

پھر دوسرے سال بھی ایک مرتبہ طبیعت کافی خراب ہوگئی، تھوڑی تھوڑی دیر سے بے ہوشی کی سی کیفیت ہوجاتی تھی، ایسی حالت میں بھی اصرار ہے کہ کتابیں لاؤ سبق پڑھاؤں گا، ہم طلباء نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت ویسے تو آپ کبھی ناغہ نہیں فرماتے حتی کہ جمعہ کے دن بھی آپ اپنے اسباق پڑھاتے ہیں، آج ہم طلباء کی گذارش ہے کہ اسباق نہ پڑھائیں کہنے لگے کہ نہیں، سبق پڑھاؤں گا، چند اساتذہ کرام سے کہلوایا کہ چھٹی کرالیں وہ حضرات گئے طلباء کی خواہش عرض کی ناکام ونامراد واپس آئے چارناچار کتابیں لیکر حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ گئے، حضرت لیٹے تھے، جب طلباء بیٹھ گئے زاروقطار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے جیسے ایک بچہ روتا ہے اور کہنے لگے بھائی میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے پڑھاتے پڑھاتے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی میں کیسے کسی کی ریس کرسکتا ہوں۔ آپ لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں علم حاصل کرنے کیلئے آئے ہیں میرے پاس امانت ہیں، اگر اس وقت میرا سفر ہوجائے (موت) تو امانت میں خیانت کر کے خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا کافی دیر تک روتے رہے پھر کہنے لگے اللہ مجھ سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ آپ لوگوں کے لئے کیا اور کیسے کھانے کا نظم کیا ہے اور کیسی رہائش مہیا کی ہے ہاں تعلیم وتربیت میں مجھ سے کوتاہی ہوگی تو ضرور ہی اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی اس حالت میں لیٹے لیٹے چھ سات کتابوں کا سبق پڑھایا۔ اللہ اکبر کیا استحضار کا عالم کیا عجیب شان تھی حضرت کی۔

اسباق کے ناغہ سے بچنے کیلئے زحمتیں اٹھانا

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے یہاں کثرت اسفار کے باوجود درس کی پابندی کا

لحاظ بہت ہوتا تھا اس کے لئے اسفار سے پہلے ہی اسباق نمٹا دیتے تھے اور سفر کے دوران بھی فکرمند رہتے اور جلد از جلد واپس آنا چاہتے تھے تا کہ مدرسہ پہونچ کر اسباق پڑھا دیں اور اسکی خاطر سفر میں ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے اس طرح کے واقعات رات دن ہوتے رہتے تھے ایک مرتبہ جبکہ احقر جلالین شریف میں تھا حضرت اسباق پڑھا کر آگرہ سفر میں تشریف لے گئے اور دوسرے دن تشریف لائے اور سارے اسباق پڑھائے اسباق سے فارغ ہو کر پھر آگرہ تشریف لے گئے سبق کے دوران فرمایا کہ صرف اسباق پڑھانے کی نیت سے واپسی ہوئی ہے پھر وہیں کسی پروگرام میں جانا ہے۔ مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی کے تحریر فرمودہ دو واقعات اور پڑھ لیجئے! ایک بار فتحپور ضلع میں عالم گنج نام کے ایک گاؤں میں تقریر کرنے کے لئے گئے تقریر سے فارغ ہو کر رات کو ایک دو بجے کے قریب وہاں کے لوگوں سے فرمایا کہ ہمیں کوئی صاحب موٹر سائیکل سے جمنا کے کنارے تک پہنچادیں (وہاں عارضی پل بنا ہوا تھا) ہم کسی ٹرک سے باندہ چلے جائیں گے اور صبح لڑکوں کو پڑھا لیں گے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور مولانا جمنا کے کنارے جہاں بالکل آبادی نہیں ہے، ٹرک کے انتظار میں تنہا ساری رات گذار دی رات کو ٹرک نہیں ملا صبح کو ملا، مدرسہ آ کر مجھ سے بہت ہی افسوس کے ساتھ فرمانے لگے کہ ساری رات جمنا کے بالو پر پڑا رہا نہ سویا نہ کوئی سواری ملی نیند بھی گئی اور اسباق کا ناغہ بھی ہوا۔ ایسے ہی کسی سفر سے واپس آ کر رات کو باندہ شہر کی عیدگاہ میں لیٹ گئے کہ ادھر سے رات میں ٹرک گذرتے ہیں، کسی ٹرک سے نو میل تک چلے جائیں گے اور صبح فجر سے پہلے یا فجر کے بعد سبق پڑھائیں گے لیکن اس بار بھی کوئی سواری نہ مل سکی، مدرسہ آ کر فرمانے لگے کہ ساری رات عیدگاہ میں مچھروں سے کٹواتے رہے لیکن کوئی سواری نہ مل سکی اور اسباق کا ناغہ بھی ہو گیا۔

بیماری میں چپکے سے سبق کا اہتمام

اخیر عمر میں بیماریوں اور شدت عوارض کے باعث یہ نوبت بھی آئی کے ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق حرکت کرنا اور بولنا بھی منع کر دیا جاتا کہ بس آرام کریں صاحبزادگان اور احباب بھی اصرار کرتے کہ اب حضرت اسباق بالکل نہ پڑھائیں تو حضرت خاموشی سے یہ کرتے کہ جماعت کے ایک طالب علم کو بلاتے اور فرماتے کہ ایک ایک کر کے خاموشی سے آجاؤ، کسی کو پتہ نہ چلے اور بس سبق پڑھانے میں لگ جاتے پھر کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ حضرت کو درمیان میں روک سکے۔ (تذکرۃ الصدیق)

مدرسہ کی نہیں گھر کی اینٹ لاؤ

حضرت کی آخری بیماری میں جب کمر میں پٹا باندھنے کیلئے اینٹ کی ضرورت پڑی تو فرمایا "مدرسہ کی نہیں گھر کی اینٹ لاؤ" اللہ اکبر کس قدر مدرسہ کی مالیات میں احتیاط تھی۔

اہلیہ کے انتقال کا واقعہ

حضرت کی طرح حضرت والا کی اہلیہ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں ہتھورا کی مستورات کے علاوہ دیگر خواتین جنہوں نے ان کو دیکھا سنا ہے وہ انکی بزرگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں حضرت والا خود فرماتے ہیں کہ انہوں نے مدرسہ کی خاطر بہت قربانیاں دیں ہیں اپنے سارے حقوق بھول کر وہ بھی مدرسہ کو ترجیح دیتی تھیں، حضرت والا کی اہلیہ بھی حضرت کی طرح آخر میں اکثر بیمار رہتی۔ جب وہ مرض الوفات میں تھیں تو حضرت مدرسہ میں سبق پڑھا رہے تھے گھر سے اطلاع آئی کہ حالت زیادہ

خراب ہے حضرت دیکھنے تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر دوبارہ پڑھانا شروع کر دیا (بعض حضرات سے سنا کہ اہلیہ نے ملاقات پر کہا کہ کہا سنا معاف کرنا) حضرت والا بخاری کے درس میں مشغول تھے کہ پھر اطلاع آئی کہ حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے حضرت نے درس کی بات پوری کر کے جانے کا ارادہ کیا تھا کہ اسی اثناء اطلاع آئی کہ انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سبق بند کر کے گھر تشریف لے گئے تھوڑی دیر میں اسی صدمہ کے ساتھ پھر واپس آ کر سبق پڑھانا شروع کر دیا اور فرمایا کہ ہمیشہ وہ خیر کا ذریعہ بنتی تھیں ان کی وفات سے کوئی خیر کا سلسلہ (درس وغیرہ) موقوف کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا چنانچہ حسب معمول حضرت نے سارے اسباق پڑھائے یہ عجیب منجانب اللہ حسن اتفاق تھا کہ بخاری شریف میں ’کتاب الجنائز‘ کے ابواب چل رہے تھے جب طبیعت زیادہ خراب ہونے کی اطلاع آئی تو قریب المرگ کے مسائل تھے جب انتقال کی اطلاع آئی تو اس وقت ہدایہ میں غسل وکفن کے مسائل چل رہے تھے جس وقت جنازہ لایا گیا مشکوۃ میں نماز جنازہ کے مسائل سے پڑھا کر فارغ ہورہے تھے اور مزید اتفاق جلالین شریف میں میراث کی آیات کی تفسیر زیر درس تھی۔ یہ منجانب اللہ گویا تسلی اور حب لقاء اللہ کی علامت تھی۔ اہلیہ مرحومہ کے جنازہ میں مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے چارپائی میں مزید لمبا بانس لگانے کی لوگوں نے تجویز رکھی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرلیں حضرت نے انکار فرمایا اور فرمایا کہ ”سنت سے تو یہ ثابت نہیں اور نہ ہی شریعت میں اسکی کوئی اصل ہے معلوم نہیں کب سے یہ طریقہ چل پڑا کسی نے بعض اکابر کے لئے اسکے اہتمام کا تذکرہ کیا تو فرمایا ہاں اس سے پہلے سے یہ طریقہ چلا آیا ہے لیکن اسکی کوئی اصل تو ہے نہیں کسی بزرگ کا عمل حجت نہیں، جن لوگوں نے کیا وہ ان کا عمل ہے، شریعت میں اسکی کوئی اصل ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ سے اسکا ثبوت ہو تو ٹھیک ہے۔

اہلیہ کے انتقال سے حضرت پر گہرا اثر تھا اور فطری غم عیاں تھا، اور پھران کی مغفرت کیلئے بہت متفکر تھے اتفاق سے حضرت والا کو خواب میں اہلیہ کی زیارت ہوئی دیکھا بہت اچھے عیش کے نقشہ میں ہیں اور بہترین صاف وشفاف محل میں دو مسہریاں سجی دھجی ہیں اہلیہ مرحومہ بالکل عروس بنی ہوئی ہیں دوسری مسہری کی طرف اشارہ کرکے فرماتی ہیں کہ آپ کی سیٹ آپ کی منتظر ہے۔سچ ہے **من احب لقاء الله احب الله لقاء ہ**

(ترمذی)

کانٹے کا واقعہ، حضرت کی کرامت

مفتی محمد زید صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ

اطہر نامی طالب علم کا واقعہ ہے، جسکو خود صاحب واقعہ نے احقر سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت کے ساتھ لکڑی کاٹنے جمعہ کے دن گیا، میں درخت کے اوپر چڑھ گیا، لکڑیاں کاٹ کر نیچے گراتا جاتا تھا، اور حضرت اقدس لکڑیوں کے کانٹے علیحدہ کرکے گٹھر بناتے جاتے تھے، لکڑی کاٹتے ہوئے نہ معلوم میں کس طرح درخت پر سے نیچے گر گیا، درخت کے نیچے کانٹے پڑے ہوئے تھے پورے وزن کے ساتھ جو کانٹوں پر میرا پیر پڑا ہے تو پیر کے نیچے سے کانٹا چبھ کر اوپر تک نکل آیا، مجھے سخت تکلیف ہوئی اور حضرت بھی بہت پریشان ہوگئے، حضرت اقدس نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کانٹے کو نکالنا چاہا لیکن ایک مرتبہ نہ معلوم کس طرح اوپر کی جانب نکلے ہوئے کانٹے کا حصہ ٹوٹ گیا اور باقی کانٹا پیر کے اندر ہی رہ گیا، درد بہت شدید تھا، تکلیف ناقابل برداشت تھی، حضرت نے اپنے سر پر دونوں گٹھر لادے اور ہاتھ سے سہارا دیئے ہوئے مجھ کو کسی طرح بمشکل مدرسہ لائے، مدرسہ پہنچ کر میں تو باہر ہی چبوترہ پر لیٹ گیا، ہر ممکن تدبیر کی گئی لیکن کانٹا اندر سے نہ نکلا، کسی صاحب نے گڑ پڑھ کر دیا اسکو بھی باندھا گیا پھر بھی کانٹا نہ نکلا، میری

تکلیف حضرت سے دیکھی نہ جاتی تھی، اس وقت حضرت نے کوئی دعاء پڑھ کر اپنے دست خاص سے لعاب دہن کانٹے کی جگہ پر لگادیا اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں انشاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا۔ چنانچہ درد تو بالکل ٹھیک ہوگیا اگرچہ کانٹا اندر موجود تھا، اور مجھ کو اسکا خیال تک بھی نہ رہا کہ کبھی پیر میں کانٹا بھی لگا تھا، البتہ کانٹا لگنے کی جگہ ایک نشان اور ابھرا ہوا دھبہ سا پڑ گیا تھا، لیکن درد بالکل نہ تھا، ایک مدت کے بعد جب کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کبڈی کھیل رہا تھا، اچکتے پھاندتے ساتھی نے ٹانگ پکڑ کر جو مجھے گھسیٹنا چاہا تو میں نے چھلانگ لگا کر نکلنے کی کوشش کی لیکن پیر کا پنجہ ساتھی نے زور سے پکڑا اور کانٹے کی جگہ پر جوان کے ہاتھ کا جھٹکا لگا، ان کی گرفت اور جھٹکے سے وہ دھبہ مردہ کھال معہ لمبے کانٹے کے خارج ہوکر ان کے ہاتھ میں رہ گیا اور میں کود کر آگے نکل گیا، اس وقت دیکھا کہ کتنا لمبا کانٹا تھا اور اتنے عرصہ تک پیر کے اندر بنا رہا نہ درد اور تکلیف کا احساس نہ زخم نہ ورم اور بغیر دوا و آپریشن کے بالکل آرام، یہ صرف اللہ کا فضل و کرم اور حضرت کی کھلی کرامت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح کے حضرت کے بے شمار واقعات ہیں۔

(حیات صدیق، ص:۱۸۳)

ایک گستاخ طالب علم کا عبرتناک انجام

حضرت والا نور اللہ مرقدہ نے خود اپنا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک طالب علم یہاں رہتا تھا، اس نے مجھے بہت زیادہ پریشان کیا، مجھے بالکل تنگ کردیا تھا میں عاجز ہوگیا اور صبر کرتا رہا بلکہ اسکے ساتھ ہمیشہ اچھا ہی سلوک کیا، میں نے کبھی اسکے لئے یہ بددعا نہیں کی، لیکن اللہ تعالی نے اسکو عذاب میں مبتلا کردیا وہ کوڑھی ہوگیا بالکل معذور ہوگیا، اب بھی اس سے ملاقات ہوتی ہے بلکہ میں خود اس سے ملاقات کرنے جاتا ہوں، اور اچھی طرح اسکے ساتھ پیش آتا ہوں، حسن سلوک کرتا ہوں،

اسی قسم کا ایک واقعہ مفتی محمد زید صاحب نے حضرت والا کا بیان فرمایا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں ہمارے سامنے زیر تعلیم تھا، جو حضرت اقدس کی شان میں بڑی گستاخی کرتا تھا، حضرت کی ڈانٹ وتنبیہ کا تمسخر کرتا تھا مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ احقر نے خود دیکھا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ پاگل ہوگیا اور پاگلوں کی طرح پھرتا رہتا ہے کسی اللہ کے نیک بندے کو پریشان کرنے سے اللہ پاک خود بعض دفعہ انتقام لے لیتے ہیں اللھم احفظنامنه. (افادات صدیق)

اندرا گاندھی کے انجام کا پیشگی تذکرہ

ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی جس کے بعض اسلام مخالف کارناموں کی وجہ سے مسلمانوں کو تکلیف تھی خدا کی مشیت اسکے محافظ (باڈی گاڈ) سکھوں نے ہی اسکو گولیوں سے بھون ڈالا جس دن یہ حادثہ رونما ہوا اسکے صبح ہی حضرت نے ایک خواب دیکھا تھا جسکی یہی تعبیر تھی حضرت نے اپنا خواب یہ بیان کیا تھا کہ جنگل کی طرح سون سان کوئی علاقہ ہے وہاں اندرا گاندھی تن تنہا بڑی پریشان حال نظر آرہی ہے اس نے حضرت کو دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر فریاد کی حضرت نے اسکو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تو اسی لائق ہے۔تو نے اقلیتوں پر بڑے ظلم وستم ڈھائے ہیں الخ: بالآخر دوپہر کو اس خواب کی تصدیق مذکورہ بالا صورت میں سامنے آگئی۔قلندر ہر چہ می گوید دیدہ گوید۔

سرسید احمد خاں کے خلاف مضمون نگاری پر حضرت کا تبصرہ

ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک رسالہ پیش کیا اور عرض کیا کہ اس میں فلاں عالم کا مضمون سرسید احمد خاں سے متعلق بہت اہم ہے یہ خاص طور سے ان لوگوں کے لئے لکھا گیا ہے جو بہت زیادہ ان کی تعریف کرتے ہیں اس میں انہوں نے تاریخی

حیثیت سے ثابت کیا ہے کہ وہ کیسے آدمی تھے اور حکومت سے ان کا کیا تعلق تھا، حضرت نے فرمایا: اس طرح کے مضامین لکھنے سے کیا فائدہ، پھر جو لوگ اس دنیا سے جا چکے ہیں ان پر تبصرہ کرنے کی کیا ضرورت، اس سے کچھ فائدہ تو ہوتا نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے: احسنو ذکر موتاکم. اپنے مردوں کی اچھائیاں اور خوبیاں بیان کیا کرو۔ البتہ اگر کسی کی ذات سے لوگ گمراہ ہو رہے ہوں تو گمراہی سے بچانے کیلئے حقیقت کو واضح کر دینا چاہئے خواہ مخواہ اسکو مقصود نہیں بنانا چاہئے۔ اگر کسی کو مضامین ہی لکھنا ہے تو دوسرے اور بھی بہت سے موضوع ہیں مثلاً اصلاح معاشرہ سے متعلق لکھے اسکی بہت ضرورت ہے فلاں صاحب سے میرا اسلام کہہ دینا اور میری طرف سے کہہ دینا ایسے مضامین نہ لکھا کریں ایسے مضامین لکھا کریں جس سے قوم کی اصلاح ہو۔ (افادات)

ایمرجنسی کا زمانہ اور حضرت کا جوش ایمانی

حضرت باندوی علیہ الرحمہ کی دینی غیرت وحمیت اور عزیمت کا سب سے اہم واقعہ ایمرجنسی کے زمانے کا ہے جبکہ نسبندی کی بابت جگہ جگہ کے علماء سے الگ الگ جواز کا فتوی حاصل کرنے کی سعی کی جارہی تھی اور کی گئی اور کامیابی بھی حاصل ہوتی رہی، اسکی تفصیل میں جائے بغیر حضرت کی بات ذکر کرنی ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ صرف باندہ ہی نہیں بلکہ بندیل کھنڈ میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے اور علاقائی حکام اپنے اوپر کے حکام کی خوشنودی کیلئے اپنے علاقے کے علماء کو شکار بنا رہے تھے، اتفاق سے ان دنوں باندہ کا کلکٹر شیعہ تھا، اس نے حضرت کو استعمال کرنا چاہا، چنانچہ اپنے ارادے کے پیچھے اس نے انتہائی کوشش لگا دی، اس کے ساتھ یوپی کے ایک وزیر صاحب بھی لگ گئے تھے اور قوی امکان ہے کہ اس میں پس پشت کافی دور سے یہ نظم بنایا گیا ہو، بہر حال رمضان کا زمانہ تھا اور پہلا عشرہ تھا، حضرت معمول کے

مطابق جامع مسجد باندہ میں قرآن مجید سنا رہے تھے اور معتکف تھے۔

حضرت سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا، اور ایک سے زائد ملاقاتیں ان لوگوں نے کیں، اتفاق سے باندہ کے دوسرے طبقہ کے علماء سے انہوں نے کچھ تائیدی بیان حاصل کر لیا تھا۔ حضرت سے گفتگو کی نوبت آئی تو حضرت نے نرمی سے بات کی اور ٹالنا چاہا اور فرمایا: کہ ہم تو اپنے بڑوں کے پابند ہیں، انہیں کے کہنے پر چلتے ہیں، ہمارے بڑے دیوبند و سہارنپور اور لکھنؤ میں موجود ہیں، آپ حضرات ان سے رابطہ کریں۔ لیکن ان کا مقصد کچھ اور تھا، وہ مصر رہے جس کے نتیجے میں سخت گفتگو کی نوبت بھی آئی اور صورتحال خراب ہوگئی کلکٹر صاحب نے کہیں یہ کہہ دیا کہ بہت سے لوگ جائز کہہ رہے ہیں تو حضرت نے کلکٹر سے فرمایا: بہت سے لوگ تو متعہ کو بھی جائز کہتے ہیں تو اس کو کیا کیا جائے، کلکٹر صاحب نے یہ بھی کہہ دیا آپ اس کی فکر نہ فرمائیں کہ آپ کے خلاف کوئی کچھ کہے گا، کوئی شخص آپ کے خلاف ایک لفظ زبان سے نہیں نکال سکتا، حضرت کو اس پر بہت غصہ آیا اور سخت لہجہ میں فرمایا:

''کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں جائز اور ناجائز کا فتویٰ لوگوں کی ناراضی اور رضامندی کو سوچ کر، ان کے خوف اور بے خوفی کی بنیاد پر دوں گا؟ اس پر کلکٹر کے رفقاء میں کسی نے کہا: مولانا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں؟ حضرت نے اسی لہجہ میں فرمایا جی ہاں میں جانتا ہوں یہ کلکٹر صاحب ہیں اور یہ وزیر، اور فرمایا: آپ حضرات جو کر سکتے ہوں کر لیں، میں نسبندی کے جواز کا فتویٰ نہیں دوں گا۔

ظاہر ہے کہ اس وقت ملک میں اور بالخصوص اس مسئلہ میں مطلق العنانی اور بدعنوانی کا دور تھا، اس سخت گفتگو کے بعد صورتحال تشویشناک ہوگئی تھی اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ حضرت کی گرفتاری یقینی ہے، چنانچہ اس خیال کے تحت حضرت نے بھی خود کو سنت یوسفی کی ادائیگی کے لئے آمادہ کر لیا تھا اور بڑے حوصلے کے ساتھ اپنے بعض

معتمد شاگردوں کو کہلایا کہ ایسا مسئلہ ہے تم آجاؤ جیل میں ساتھ رہنا ہے پڑھیں پڑھائیں گے کچھ کتابیں لے لو۔ اور یہ گرفتاری کا معاملہ صرف اندیشہ کی حد تک نہیں تھا، نظام بھی بن گیا تھا، حاکم صاحب نے کچھ ایسا ہی ارادہ کرلیا تھا، مگر شہر کے ایس پی صاحب نے ساتھ نہیں دیا نیز اس گفتگو اور صورتحال کی خبر جب شہر میں عام ہوئی اور عوام وخواص تک پہونچی تو شہر کے ذمہ دار غیر مسلم حضرات حرکت میں آگئے اور انہوں نے جاکر حکام سے کہا کہ حضرت کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کی جائے ورنہ شہر کے مسلمان تو پیچھے ہوں گے اور ہم آگے رہیں گے۔ آخر حکام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور معذرت پر مجبور ہوئے۔

اور یہی نہیں ہوا کہ حضرت نے اس موضوع پر کلکٹر سے گفتگو کرکے بات ختم فرمادی بلکہ ان دنوں حضرت کے خطابات میں یہ موضوع برابر شامل رہا جیسے بعض دیگر مواقع میں آپ نے حکومت پر سخت تبصرے کئے اس موقع سے بھی فرماتے رہے اور اس قسم کے جملے فرماتے میری بات لکھ لے جس کو لکھنا ہے ایسے لوگ کیا حکومت کرپائیں گے۔ جاؤ کہہ دو کہ ایک پھٹیچر یہ کہتا ہے اور یہ شعر برابر پڑھتے ؎

گربہ میرو سگ وزیر وموش رادیواں کنند
ایں چنیں ارباب دولت ملک راویراں کنند

یہ تھی حضرت کی غیرت ایمانی اور جرأت ایمانی۔

آئین جو انمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

اور کہا جاسکتا ہے کہ اس واقعہ کے واسطے سے حضرت نے **افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر** سب سے بہتر جہاد یہ ہے کہ ظالم حکمراں کے سامنے حق وانصاف کی بات کہی جائے) کی سعادت وشرف کو بھی حاصل کیا۔

(تذکرۃ الصدیق: ص: ۵۰۷)

ایمرجنسی کے زمانہ میں ایک نکتہ اور کرامت

ملک میں ایمرجنسی کا دور تھا، جبری نسبندی کے عنوان پر مسلمانوں میں مظالم ڈھائے جارہے تھے، حکومتی سطح پر تائید میں نام نہاد مسلمانوں کے بیانات شائع کئے جارہے تھے اور کوشش یہ کی جارہی تھی کہ جائز یا ناجائز تخویف وترغیب کے ذریعہ ہر عالم یا ذی حیثیت مسلمان سے تائید حاصل کی جائے موقع ومفاد پرست لوگ بڑھ چڑھ کر تائیدی بیانات جاری کرنے میں حصہ لے رہے تھے اس وقت کے صدر جمہوریہ فخر الدین علی احمد بھی کسی سے کم نہ تھے ان حالات کا حضرت پر بہت اثر تھا، مولانا احمد عبداللہ طیب مدظلہ فرماتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حسب معمول بعد نماز فجر شرح جامی پڑھارہے تھے ہمزۂ استفہام کا بیان آگیا کہ وہ صدارت کلام کو چاہتا ہے بس حضرت کا ذہن صدارت کی کرسی کی طرف منتقل ہوگیا عجیب سی کیفیت ہوگئی، فرمانے لگے لوگ صدارت کی کرسی کیلئے کیسی کیسی حرکتیں کرتے ہیں، حتی کہ دین وایمان تک بیچ دیتے ہیں اسکے بعد حضرت کے زبان سے نکلا کہ اللہ انہیں غارت کرے، بس وہی لمحہ ہے کہ صدر جمہوریہ پر دورۂ قلب پڑا اور ختم ہوگئے اسکی اطلاع اسی دن ظہر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے وقت باندہ سے آئے ایک صاحب نے دی اور بتایا کہ صبح ان کا فلاں وقت اچانک انتقال ہوگیا۔ سنکر حضرت مسکرانے لگے مجھ سے (مولانا عبداللہ طیب) کہا عبداللہ! ایک کی تو چھٹی ہوگئی چند ہی قدم چلے ہونگے کہ حضرت کا چہرہ ایک دم متغیر ہوگیا افسوس کے آثار نمایاں تھے فرمایا کہ کچھ بھی ہو وہ مسلمان تھا دعاء مغفرت کرو۔

دار العلوم کی شوریٰ کی رکنیت اور استعفیٰ کا واقعہ

حضرت والاؒ دار العلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامع العلوم کانپور کی شوریٰ کے

رکن رکین اور سینکڑوں مدارس کے بانی یا سرپرست تھے ۵/رجب المرجب ۱۴۰۱ھ میں حضرت والا کو دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کا رکن مقرر کیا گیا تھا اور پہلی بار شوال المکرّم ۱۴۰۱ھ میں شوری میں شرکت فرمائی۔ یہ کیمپ سے پہلے کا سال ہے پھر کیمپ کے بعد تقریبا چار سال تک رکنیت باقی رہی اور اسی اثناء میں متعدد مجلسوں میں شرکت فرمائی اور دارالعلوم میں ہوئے ہنگاموں واختلافات کو ختم کرنے کی دلسوزی سے کوششیں فرمائیں اس سلسلہ میں آپ کی ندوہ میں ہوئی علماء واساتذہ واکابرین کے مجمع سے ایک مخلصانہ تقریر بنام ''گذارشات'' طبع بھی ہوئی تھی لیکن اختلافات کے سیلاب کا پانی سر سے اونچا ہوچکا تھا حضرت نے محسوس کیا کہ اب مصالحت متوقع نہیں رہی ادھر حضرت شوریٰ کا رکن رہنا پسند بھی نہیں فرماتے تھے کہ اس طرح کی چیزوں سے اجتناب ہی فرماتے تھے آپ نے اپنے حالات واعذار ومشاغل شوری کے اہم رکن مولانا منظور نعمانیؒ کو زبانی بتا کر ۱۴۰۵ھ میں شعبان کی شوریٰ میں استعفیٰ دیدیا۔ حضرت مولانا منظور نعمانی نے حضرت کی منشاء کے مطابق استعفیٰ کی منظوری کی سفارش فرمائی چنانچہ استعفیٰ قبول ہوگیا۔ استعفیٰ نامہ بھی عجیب نمونہ ہے ملاحظہ ہو۔

باسمہ سبحانہ وتعالی

مکرم بندہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب۔ مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند دام کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے خیریت سے ہوں، احقر کے ذاتی اور مقامی حالات ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے شوری کی رکنیت کو برقرار رکھنا بہت مشکل ہے، اسلئے گذارش ہے کہ احقر کو اس سے سبکدوش فرمادیں، جس میں دارالعلوم کے نظام اور شوریٰ سے کسی قسم کے اختلاف کو ہرگز دخل نہیں، دارالعلوم کی ہر خدمت اپنے لئے سرمایہ نجات ہے، اور انشاء اللہ ہمیشہ اس کیلئے احقر تیار رہے گا، جب بھی ضرورت ہو مطلع فرمادیا کریں، اپنے حالات کی تفصیل

اپنے بعض اکابر کے سامنے پیش کردی ہے جو شوریٰ کے اہم ارکان میں سے ہیں۔

احقر صدیق احمد خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

۵/رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

حضرت والا نے خود تو استعفیٰ دینا پسند کیا لیکن دار العلوم کے مفاد کے پیش نظر دار العلوم کے انقلاب کے روح رواں بعض اہم شخصیات کو استعفیٰ دینے سے سختی سے منع فرمایا کہ ان کے استعفیٰ سے ترقی میں خلل پڑے گا۔ چنانچہ پیغام محمود" رسالہ کے مدیر مولانا طیب صدیقی نے خود یہ واقعہ بیان کیا کہ ممبئی میں حضرت والا نے ملاقات کرنے پر فرمایا کہ "مولوی طیب دیوبند پہنچ کر مولانا وحید الزماں صاحب سے کہنا کہ صدیق نے سلام کہا ہے اور کہا کہ معاون مہتمم دار العلوم کے عہدہ سے استعفی نہ دیں، تو برجستہ میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت والا ہم لوگوں کو منع فرما رہے ہیں اور آپ سرپرستی سے مستعفی ہو چکے ہیں حضرت نے فرمایا مولوی طیب! ٹھہرو تم سے اب مجلس کے بعد گفتگو ہوگی اختتام مجلس کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے شب میں حضرت نے بلوایا اور فرمایا مجلس میں وہ گفتگو مناسب نہیں تھی اصل بات یہ ہے کہ میرے استعفیٰ دینے سے دار العلوم کا کوئی نقصان نہیں ہے اور مولانا وحید الزماں کے دار العلوم چھوڑ دینے سے دار العلوم کا بہت نقصان ہے اس کے بعد رکنیت شوریٰ سے مستعفی ہونے کا سبب یوں ذکر فرمایا جب سے میں مجلس شوریٰ کی مجلسوں میں برابر شریک ہوا ہوں تو اندازہ ہوا کہ اہل تعلق میں سے ایک طبقہ مجھ سے کٹنے لگا ہے اور مجھے ان میں کام کرنے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے۔ یہ مجھ جیسے کیلئے مناسب نہ تھا دوسری طرف مجلس شوریٰ میں بھی بڑے بڑے لوگ موجود ہیں اور اس میں میری ضرورت نہیں اسکے علاوہ میری رائے بھی کوئی ان سے مختلف نہیں ہوتی اور اگر کبھی کوئی رائے میں نظریاتی اختلاف پیدا ہوا اور میں نے اس میں کوئی رائے بھی دی تو مؤثر نہ ہوئی اور جب آخری مجالس میں متواتر ایسا دیکھا تو میں نے اپنے بڑوں سے

مشورہ کیا اور اسکے بعد استعفیٰ دیدیا لیکن مولانا وحید الزماں جیسے مخلص فعال کا وہاں رہنا ضروری ہے ان کی موجودگی میں دارلعلوم کو زیادہ ترقی ہوئی ہے اس لئے ان کو میری یہ بات پہونچا دینا کہ صدیق نے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ وہ معاون مہتمم کے عہدہ سے استعفیٰ نہ دیں۔

ممبر شوریٰ کی حیثیت سے کرایہ لینے سے انکار

بعض ممبران شوریٰ کے متعلق فرمایا کہ اہل شوری کا بھی عجیب حال ہے سفر کسی درجہ میں کیا ہو لیکن کرایہ لیں گے فرسٹ کلاس کا، رفیق سفر کا کرایہ الگ، سفر خرچ الگ، چائے پان تک کے پیسے وصول کرتے ہیں، کتنی شرم کی بات ہے، دارالعلوم دیوبند میں جب شوریٰ ہوئی تھی میں بھی گیا تھا میرے پاس ملازم آیا اور کاغذ دیا کہ اپنا اور اپنے خادم رفیق سفر کا خرچ لکھ دیجئے میں نے کہا دارالعلوم ہمارا ادارہ ہے ہمارے اکابر نے اس کو قائم کیا ہے، دینی مرکز ہے کیا ہمارے اوپر اس کا اتنا بھی حق نہیں کہ اپنے کرایہ سے سال میں ایک دوبار اس کے کام آسکیں، ارے اور کچھ نہیں کرتے، چندہ نہیں دیتے کم از کم اتنا ہی کرلیں کہ خود حاضر ہو جایا کریں، ادارہ کے ہم پر کتنے احسانات ہیں، مجبوری ہو، تنگی ہو، گنجائش نہ ہو تو دوسری بات ہے۔

میں ناجائز تو نہیں کہتا ہر شخص کے حالات ہوتے ہیں لیکن الحمدللہ میں جہاں کہیں شوریٰ میں جاتا ہوں، فتح پور، گونڈہ سب جگہ اپنے ہی کرایہ سے جاتا ہوں دارالعلوم دیوبند بھی اپنے کرایہ سے گیا، وہ ملازم میرے پاس بار بار کاغذ لے کر آیا میں نے معذرت کردی اور کہہ دیا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں کرایہ نہیں لیا کرتا پھر کیوں میرے پاس آتے ہو، پھر نہیں آیا۔

(مجالس صدیق ص:۹۳)

ہم عصر علماء کا احترام شاگردوں کے درمیان

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مدرسہ ریاض العلوم گرینی حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ تشریف لائے، طلباء وعوام میں آپ کی بزرگی برتری کا شہرہ لیکن یہ عجیب ماجرا لوگوں نے دیکھا کہ بعد نماز عصر حضرت قاری صاحب نے تمام طلباء کے سامنے ہی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کا پیر پکڑ کر دبانا شروع کر دیا۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے فرمایا کہ طلباء سب دیکھ رہے ہیں آپ پیر نہ دبائیں لیکن آپ کا ارشاد یہ تھا کہ جب خدا دیکھ رہا ہے تو اسکی مخلوق سے کیا پرواہ اور برابر اصرار کے بعد دباتے رہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ دار العلوم دیوبند تشریف لائے راقم الحروف زیر تعلیم تھا، دیوبند میں حضرت والا سبھی سے ملاقات کرتے تھے، مختصر وقت میں بھی عجیب طرح ملاقات کی ترتیب نکال لیتے، رات تہجد کے وقت حضرت نے احقر سے فرمایا کہ اس وقت کس کس سے ملاقات ہوسکتی ہے۔ احقر نے مولانا حسین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب وحضرت مولانا ارشد مدنی صاحب وغیرہ کے اسمائے گرامی کی نشاندہی کی۔ احقر حضرت کے ہمراہ تھا حضرت سب کے قیام گاہوں پر تشریف لے گئے احقر نے دیکھا کہ علامہ بہاری سے ملاقات کرتے ہی حضرت نے پیر دبانا شروع کر دیا علامہ بہاریؒ منع کرتے ہوئے بہت کچھ آپ کے درجات وبلند کلمات کے بارے میں کہتے رہے اور وہ خود دعاؤں کے لئے درخواست کرتے رہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ جب ہتورا تشریف لاتے تو آپ حضرت سے سبق وغیرہ پڑھانے کا اہتمام کرتے اور خود شاگردوں کی صف میں بیٹھ جاتے اور بعض دفعہ خود عبارت پڑھنے لگتے ایک مرتبہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ ہتھورا تشریف

لائے بعد عصر حضرت والا ہردوئی کی مجلس منعقد ہوئی حضرت والا ہردوئی تخت نشین تھے طلباء واساتذۂ مدرسہ فرش پر متمکن تھے حضرت اقدس باندویؒ بالکل آہستہ سے طلباء میں آبیٹھے بالکل محتاج وطالب کی طرح محوِ مجلس ہوگئے، حضرت کی نگاہ پڑی اوپر بیٹھنے کیلئے کہا لیکن آپ نے اپنے کو کمتر سمجھ کر اسکو پسند نہ کیا بالآخر حضرت ناظم صاحب ہردوئی نے کہا کہ عزیز طلباء! یہ نہ سمجھنا میں اوپر بیٹھا ہوں تو میں افضل ہوں اور مولانا کا مرتبہ کم ہوگیا نہیں بھائی قاعدہ یہ ہے کہ بھاری پلڑا جھک جاتا ہے ہلکا غیر وزنی پلڑا اوپر اٹھا ہوتا ہے ہماری ان کی مثال ایسے ہی ہے اس لئے آپ لوگ کچھ خیال نہ کریں۔

اسی طرح حکیم اختر صاحب پاکستان سے ہتورا تشریف لائے حضرت ان کی خدمت واحترام اور ادب میں ایسے منہمک رہے جیسے وہ حضرت کے شیخ یا استاد ہوں، کبھی سر دباتے دیکھے جاتے کبھی استفادہ کیلئے طلباء کی صف میں بیٹھے نظر آتے حکیم اختر صاحب کا چھنیرا (ہتھورا کے قریب بستی ہے) میں بیان تھا ان کی آمد سے پہلے دیگر علماء کا بیان چل رہا تھا حضرت والا اسٹیج پر تشریف فرما تھے حکیم اختر صاحب اسٹیج پر آئے حضرت اسٹیج سے اتر کر سامعین کے صف میں بیٹھ گئے اور اپنے کو کچھ نہ سمجھا یہی تواضع خدا کو پسند آئی اللہ پاک نے حضرت کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ سبحان اللہ

مولانا عبدالعلی صاحب فاروقی نے اس سلسلہ کا اپنا مشاہدہ لکھا ہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم نے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحلیم فاروقی صاحبؒ کو باندہ کی ایک قریبی بستی میں وعظ کہنے کیلئے مدعو کیا۔ اور میں اس سفر میں والد مرحوم کا رفیق سفر ہوا۔ اس وقت لکھنؤ سے باندہ کیلئے جانے والی اکلوتی ٹرین صبح ۴ بجے لکھنؤ سے روانہ ہوکر ساڑھے دس بجے دن میں باندہ پہونچا کرتی تھی اس دن ٹرین کچھ لیٹ ہوکر ۱۱ بجے باندہ پہونچی شدید گرمی کا موسم تھا اور لو کے تھپیڑے جسم کو جھلسائے دے رہے تھے میرے لئے حیرت کا پہلا موقع تو اس وقت آیا جب میں نے دیکھا کہ حضرت قاری صاحب اپنے

متعدد رفقاء کے ساتھ استقبال کیلئے باندہ کے پلیٹ فارم پر موجود ہیں۔ ہم لوگوں کے ٹرین سے اترتے ہی سب سے پہلے قاری صاحب نے آگے بڑھ کر اپنے مخصوص انداز میں والد مرحوم سے زحمت سفر اٹھانے پر معذرت کی اور اسکے بعد اپنے کاندھے سے رومال اتار کر یہ کہتے ہوئے والد صاحب کی طرف بڑھایا کہ حضرت اسے کانوں میں لپیٹ لیجئے ہوا بہت گرم ہے، والد مرحوم نے اس طرح وہ رومال لپیٹنے میں تامل کیا کہ خود حضرت قاری صاحب کے کان کھلے رہیں، اس پر ساتھیوں میں سے ایک صاحب نے دوسرا رومال بڑھایا جسے حضرت قاری صاحب نے لے لیا اور حضرت والا کا رومال والد مرحوم نے کانوں پر لپیٹ لیا۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر حضرت قاری صاحب نے بتایا کہ موسم کی شدت کے پیش نظر نظام یہ رکھا ہے کہ نماز عصر تک یہیں جامع مسجد میں قیام رہے گا پھر عصر کے بعد مقام جلسہ کے لئے روانگی ہوگی۔ چنانچہ اسی نظام کے مطابق ہم لوگ جامع مسجد آگئے جامع مسجد کے ایک ٹھنڈے اور آرام دہ کمرہ میں دو چار پائیاں مع بستر موجود تھیں جہاں دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کے لئے ہم دونوں پہنچا دیئے گئے ابھی میری آنکھ لگی ہی تھی کہ والد مرحوم کی ارے ارے یہ آپ کیا کر رہے ہیں کی آواز پر آنکھ کھل گئی اور پھر جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا اسے حضرت قاری صاحب مرحوم کی خود فراموشی اور فنائیت کے سوا کیا تعبیر دوں؟ دیکھا کہ قاری صاحب والد ماجد کے پیر دبانا چاہتے ہیں اور والد ماجد اس پر کسی طرح راضی نہیں ہیں پھر جب یوں بات نہ بنی تو قاری صاحب تیل کی شیشی لیکر آگے بڑھے اور فرمایا اچھا حضرت کم سے کم سر پر تیل لگانے کی اجازت تو دیدیجئے اسکے جواب میں والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے کیوں شرمندہ کر رہے ہیں آپ جائیے تاکہ میں کچھ دیر آرام کرسکوں تب قاری صاحب نے فرمایا حضرت اس میں کیا حرج ہے میں گونڈہ والا صدیق احمد ہی تو ہوں، مگر والد ماجد کے شدت کیساتھ انکار کی وجہ سے بالآخر قاری صاحب واپس چلے گئے۔ اسکے بعد میں لیٹا لیکن پھر نیند نہ آسکی میں

سوچتا ہی رہ گیا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اور پھر آج تک مجھ کندۂ ناتراش کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ عظمتوں کے حامل یہ لوگ خود فراموشی اختیار کر کے فنائیت کے اس مقام پر کیونکر رہ لیتے ہیں۔

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

بعد میں میں نے والد ماجد سے دریافت کیا کہ حضرت قاری صاحب نے کیا کہا تھا کہ میں گونڈہ والا صدیق احمد ہی تو ہوں؟ اس پر والد ماجد نے بتایا کہ یہ عمر میں مجھ سے کافی چھوٹے ہیں میں گونڈہ کے مدرسہ فرقانیہ کے جلسوں میں شرکت کے لئے جاتا تھا وہاں ان سے بھی ملاقات ہوتی تھی ممکن ہے کہ اس زمانہ میں انہوں نے میری کوئی خدمت کی ہو مگر یہ تو اس وقت کی بات ہے۔ (ماہنامہ ''البدر'' لکھنؤ)

اختلافات کی آگ ٹھنڈی ہوگئی

ایک واقعہ اور سنئے جس کا تذکرہ بھائی انیس احمد انیس الہ آبادی پور خاصوی (شاعر) نے کیا ہے: علاقے کے ایک صاحب نے اپنے بیٹے کا رشتہ خاندان کی ایک لڑکی سے طے کیا تھا مگر کچھ عرصہ بعد کسی وجہ سے انکار کر دیا اور گاؤں کے اندر ہی دوسرے گھر میں رشتہ طے کر کے نکاح کی تاریخ طے کر لی، اس پر لڑکی والے اتنے برہم ہوئے کہ انہوں نے طے کر لیا کہ یہ نکاح کسی طرح نہ ہونے دیں گے اور عین نکاح کے موقع سے دونوں طرف سے بندوقوں کے نکلنے کی بات آ گئی۔

ان حالات میں بعض سنجیدہ لوگوں کے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ اگر اس موقع سے حضرت تشریف لے آئیں اور نکاح پڑھا دیں تو بہتر ہو۔ بہر حال حضرت سے درخواست کی گئی تو منظور فرما لیا۔ حالانکہ صورتحال کی نزاکت وشدت کا احساس کر کے

لوگوں نے منع بھی کیا بلکہ انیس صاحب کہتے ہیں کہ راستے میں، میں نے خود نظر ثانی کو کہا۔ مگر حضرت نے فرمایا:

''آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ دیکھئے گا وہاں کیا ہوتا ہے اگر میں نہ جاؤں گا تو میرے مسلمان بھائیوں کو خدا جانے کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑے، اگر گولیاں چل گئیں تو نہ جانے کتنے لوگوں کا خون ہوجائے گا، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ سب ٹھیک ہوجائے گا''۔

بہرحال حضرت کی سواری شادی گاہ کے قریب پہونچی تو دیکھا گیا کہ تمام لوگوں میں خوف و ہراس اور غم و غصہ سب موجود ہے پچاسوں بندوقیں موجود ہیں اس سے حضرت کے رفقاء کو بڑی گھبراہٹ ہوئی مگر حضرت اطمینان سے اترے اور حضرت کے اترتے ہی سب لپکے، حضرت سیدھے مسجد تشریف لے گئے بظاہر معمول کے مطابق دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ ادا فرمائی۔ ایسے مواقع میں حضرت اس کا اہتمام فرماتے تھے، اس کے بعد کسی مکان میں تشریف لے گئے، کافی دیر ہوگئی حضرت کا کچھ پتہ نہ تھا، آخر کافی دیر سے آئے اور شادی گاہ میں تشریف لے گئے اور مختصر وعظ کے ساتھ نکاح پڑھادیا۔

اس سلسلے کا ایک واقعہ خود حضرت نے بیان فرمایا اس کو بھی سن لیجئے اور غور کیجئے کہ حضرت اس کام کیلئے کس طرح موقع کی فکر میں رہتے اور جہاں صورت بنتی فوراً حضرت باہمی اصلاح کی بات رکھ دیتے، فرمایا: ''ایک گاؤں میں میری آمد و رفت تھی، دھیرے دھیرے لوگ کافی مانوس ہوگئے تھے ان میں آپسی شدید اختلاف تھا، آمد و رفت اور سلام و کلام سب بند تھا حالانکہ سب ایک خاندان کے تھے، ایک مرتبہ میرا جانا ہوا تو ان لوگوں نے کھانے کا نظم کیا اور اس میں کچھ اہتمام بھی کیا تو میں نے ان سے کہا: ''میں تو اجنبی آدمی ہوں آپ کا رشتہ دار نہیں ہوں، آپ نے میرے لئے تو یہ اہتمام کیا اور مجھ کو پوچھ رہے ہیں اور یہ آپ کے خاندان کے اور بھائی بند ہیں، ان کو نہیں پوچھتے، تو میں بھی

نہیں کھاؤں گا، اس پر ان لوگوں نے کہا مولانا ہم کو تو آپ کو کھلانا ہے، اگر ایسی ہی بات ہے تو ہم ان کو بھی بلاتے ہیں، چونکہ وہ لوگ ضد کی وجہ سے ایک دوسرے کے گھر نہیں جاتے تھے اور اس میں توہین محسوس کرتے تھے اس لئے میں نے ان کو گھروں سے الگ ایک جگہ جمع کیا اور سب کو سمجھایا تو سب شرمندہ ہوئے، آخر اختلاف ختم کر کے مل جل کر کھایا اور پھر خوشی خوشی گھر گئے"۔

چھوٹوں سے استفادہ اور ان کی حوصلہ افزائی

حضرت مولانا انتظام صاحب مرحوم حضرت کے شاگرد و جامعہ کے قدیم استاذ فرماتے ہیں: کہ جب حضرت کو دوران مطالعہ یا کسی موقع پر مسائل میں کوئی بات حل نہ ہوتی تو اپنے چھوٹوں سے رجوع کرتے اور پھر خود ہی سمجھ جاتے کئی بار اس ناچیز کو بعض فقہی حسابی مسائل کے سلسلہ میں بلایا، میرے دل میں خیال آیا کہ آج میرا امتحان ہے عبارت دیکھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا پھر دوبارہ دیکھا تو حضرت علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اب میری سمجھ میں آ گیا حضرت کا یہ جملہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ میری سمجھ میں بھی آ گیا، حضرت نے فرمایا تمہاری برکت سے میری سمجھ میں آ گیا میں نے عرض کیا حضرت آپ تو پہلے سمجھے ہیں اس لئے آپ کی برکت سے مجھے سمجھ میں آیا ہے۔

حضرت باندوی اور حضرت مولانا علی میاںؒ

مدرسہ کے ابتدائی زمانہ میں مدرسہ میں ایک جلسہ طے ہوا حضرت باندوی علیہ الرحمہ نے مولانا علی میاں ندویؒ کو دعوت دی تھی اور حضرت مولانا علی میاںؒ کے لئے اپنے ہاتھ سے اینٹوں کا بیت الخلاء بنایا تھا۔ (کیونکہ وہاں بستی کے سب لوگ باہر جنگل میں پاخانہ کرنے جاتے تھے) لیکن مولانا علی میاںؒ نے فرمایا کہ میں بھی جنگل ہی جاؤں گا

عیدگاہ کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہاں آکر تو مجھ کو اپنا تکیہ رائے بریلی یاد آ گیا وہاں بھی حضرت جنگل ہی میں قضاء حاجت کیلئے جایا کرتے تھے اگرچہ گھر میں بیت الخلاء موجود تھے لیکن چونکہ مہمانوں کے لئے اس وقت بیت الخلاء کا انتظام نہ تھا اور وہ باہر جاتے تھے اس لئے حضرت مولانا علی میاں بھی باہر فراغت کے لئے باہر جاتے تھے وہاں بھی حضرت کے گھر اور مسجد کے قریب ایک ندی ہے یہاں (ہتھورا میں) بھی نالہ ہے۔ بہر حال مولانا علی میاں نے اس جگہ کو بہت پسند فرمایا۔ پھر رات میں حضرت مولانا کا بیان ہوا بیان کے بعد مولانا علی میاں نے حضرت سے فرمایا کہ میری عادت تو نہیں ہے لیکن اگر تم کہو تو میں تمہارے مدرسہ کے لئے کچھ لکھ دوں اور کوشش کر دوں تا کہ کچھ پیسوں کا انتظام ہو جائے۔ حضرت باندوی علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ حضرت نہ میں نے اس لئے بلایا ہے اور نہ میں یہ چاہتا ہوں حضرت مولانا علی میاں نے پھر اصرار کیا لیکن آپ انکار ہی فرماتے رہے۔ (حضرت کا ارشاد ہے کہ آدمی کام کرے تو ہمت کرے اور اللہ پر بھروسہ رکھے اور اللہ ہی سے مدد چاہے)

حضرت نے حاضرین سے ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کا استغناء دیکھو چاہتے تو دولت و اسباب سے گھر بھر لیتے اتنی کثرت سے عرب و یورپ ممالکِ جاتے ہیں اور مقبولیت بھی خوب حاصل ہے لیکن جب بھی ان کے سامنے دولت پیش کی گئی اسکو ٹھکرا دیا، کتنا عرصہ گذر گیا گھر میں ایک ٹیپ ریکارڈ تک نہیں لائے، کھانا بھی وہی سادا موٹا جھوٹا، لباس بالکل سادا صرف دو تین جوڑے۔ یہی باتیں تو ہیں جو انسان کو نا معلوم کہاں سے کہاں پہونچا دیتی ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت باندوی کہیں سے سفر کر کے عشاء بعد مولانا علی میاںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملاقات کا معمول بھی تھا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب علیہ الرحمہ اگر رائے بریلی یا لکھنؤ میں ہوں تو آتے جاتے ضرور حاضر ہوں اور

ملیں اگر چہ یہ حاضری چند ہی منٹ کی ہو، بہر حال ملاقات کی تو مولانا ندوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس وقت آپ کو اجازت نہیں، آرام کیجئے اور صبح سفر فرمایئے۔ حضرت نے سر جھکا دیا اور حسب ہدایت آرام کے لئے دوسرے کمرے میں لیٹ گئے، اب جتنی دیر لیٹے ہوں، بہر حال کچھ دیر بعد اٹھے اور مولانا علی میاں صاحب کے پاس پہونچے، وہ بھی آرام فرمارہے تھے ان کے پیر دبانے لگے مولانا نے آنکھ کھولی دیکھا تو عرض کیا حضرت صبح تک پہونچنا بہت ضروری ہے اجازت دیدیں"۔ ظاہر ہے اب اس صورتحال میں مولانا علی میاں صاحب کیا فرماتے، حضرت کی اس ادا کے سامنے سب مجبور ہو جاتے۔

حضرت اپنے اس جذبۂ عمل کی وجہ سے دل میں یہ داعیہ رکھتے تھے کہ موت دیر سے آئے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حق تعالی سے مہلت لی ہے، اور مہلت لیتا رہتا ہوں، ایک زمانے تک یہی حال تھا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی علیہ الرحمہ لکھنؤ میں قیام پذیر تھے، ہمارے حضرت بھی لکھنؤ تشریف لے گئے ۔قیام بھی رہا، واپسی کے موقع سے ملنے تشریف لے گئے اس موقع سے حضرت پرتاپ گڑھی علیہ الرحمہ نے اس قسم کی بات فرمائی:

"بزرگوں کے بھی الگ الگ حالات ہوتے ہیں بعض تو لقاء خداوندی کے شوق و اشتیاق میں جلدی موت کی تمنا کرتے ہیں اور بعض مہلت مانگتے ہیں کہ کچھ اور کام کرلیں"۔

ہمارے حضرت علیہ الرحمہ نے اس پر فرمایا

"حضرت کو کشف ہوگیا۔ اس وقت میرے دل میں کچھ ایسی ہی بات تھی"۔

(تذکرۃ الصدیق وغیرہ)

حکیم الاسلام قاری طیب صاحب کی پہلی بار ہتھورا آمد اور حضرت کا حال

حضرت مولانا انتظام صاحب فرماتے ہیں کہ

جب پہلی بار قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند شہر باندہ کے لئے آئے اس وقت تک ہتھوڑا ابھی نہیں آئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سب ان سے ملنے کیلئے باندہ گئے ملاقات کے بعد حضرت علیہ الرحمہ نے مہتمم صاحب سے کہا کہ میں شام کو حاضر ہوجاؤں گا ابھی اجازت دیدیجئے بچوں کو سبق دینا ہے، حضرت قاری صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے فرمایا میں آپ کا مدرسہ دیکھنا چاہتا ہوں، حضرت نے کہا کہ حضرت وہ مدرسہ ہی کیا ہے چند بچے ہیں راستہ بھی بڑی دشواری کا ہے، آپ کو تکلیف ہوگی، حالانکہ اس وقت تقریبا تین سو بچے تھے مہتمم صاحب بار بار جانے کو کہہ رہے تھے ادھر حضرت علیہ الرحمہ نہ جانے کا سماں بنا رہے تھے، پھر حضرت علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ اتنے بڑے لوگوں کو اتنی چھوٹی جگہ لے جانے سے کیا فائدہ کہیں تکلیف نہ پہنچ جائے، بہر حال ہم لوگ مدرسہ واپس لوٹ آئے ادھر قاری صاحب کا منشا پاکر لوگوں نے انکو مدرسہ پہونچا ہی دیا، مولانا علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے خوب خاطر مدارات کی چند گھنٹے رہ کر واپس ہونے لگے تو میں ایک رجسٹر میں معائنہ لکھوانے چلا حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے مجھے منع کیا یہ مدرسہ ہی کیا ہے جو معائنہ لکھائیں ایسے حضرات کو معائنہ کیلئے نہیں بلوایا جاتا، بہر حال قاری صاحب نے دیوبند پہنچ کر باقاعدہ از خود (ایک معائنہ لکھ کر حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ فرمایا)

(حقیقت وصداقت ص:۴۱)

قاری طیب صاحب رحؒ کی آمد پر اہل بدعت کی ناکام سازش

باندہ کے بدعتیوں کو جب علم ہوا کہ قاری محمد طیب صاحب تشریف لا رہے ہیں تو انہوں نے بڑا شور برپا کیا کہ وہابیوں کا امام آرہا ہے پورا زور لگا دیا کہ باندہ کی سرزمین پر قاری صاحب تشریف نہ لاسکیں، کوتوالی میں جاکر اطلاع کردی کہ ان کے آنے سے فتنہ کا خطرہ ہے، دیگر افسران سے مل کر پابندی لگانا چاہی تھی لیکن شمیم محسن کے والد صاحب خود مجسٹریٹ تھے، بڑے افسران سے ان کے گہرے روابط تھے، اس لئے مخالفین کی کچھ نہ چلی، بدعتیوں نے بڑا زور لگایا اور بہت شور و غل مچایا بڑے بڑے لوگوں کے پاس جاکر کہا کہ ان کو ہرگز نہ آنا چاہئے، پولیس داروغہ سب سے ملے، جب زیادہ تدبیریں کیں تو شمیم محسن صاحب نے ایک تدبیر اختیار کی کہ سب کی دعوت کردی مخیّر آدمی تھے، اللہ نے خوب دیا تھا چنانچہ عمومی پیمانہ پر باندہ کے تمام بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کردی اور اس طرح سب کا منھ بند کردیا، جب ہر طرف سے مخالفین ناکام ہوئے تو ایک تدبیر اور اختیار کی کہ اطراف اور دیہاتیوں میں جا جا کر پروپیگنڈہ کیا کہ ایک وہابی کافر آرہا ہے کوئی اس سے ملنے نہ جائے اس کی تقریر نہ سنی جائے پورا علاقہ میں ہلچل مچ گئی اور ان لوگوں نے پورا زور لگا دیا کہ ایک آدمی بھی جلسہ میں شریک نہ ہونے پائے، منو بھائی کو جب اس کا علم ہوا تو اپنی تمام گاڑیاں بالکل فری کردیں اس وقت ان کی بارہ گاڑیاں چلتی تھیں چاروں طرف بسیں پھیلا دیں جس کو آنا ہے آئے کوئی کرایہ نہیں، پھر کیا تھا کھچا کھچ بھرے ہوئے آدمی گاڑیوں سے آنے لگے اطراف اور دیہات سے کافی لوگ جمع ہو گئے۔

ان کم بختوں نے ایک شرارت اور کی عین وقت میں جب کہ مجمع کافی ہو چکا تھا جامع مسجد کا سارا پانی جو ٹینکوں اور ڈراموں میں بھرا ہوا تھا سارا پانی چپکے سے بہا دیا۔ اب پینے کے لئے پانی نہیں، بڑی سخت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہئے فوراً کچھ لوگوں نے

یہ تدبیر اختیار کی شہر سے گھروں گھروں سے رسی بالٹی مانگ لائے اور کنویں سے پانی کھینچنا شروع کیا، دیہات کے لوگ تو تھے ہی تھوڑی دیر میں دیکھا کہ پوری ٹنکی اور خالی ڈرم سب بھر گئے، اس طرح پانی کا انتظام ہوگیا، اس کے بعد قاری صاحب کا بیان ہوا ہے واقعی وہ بیان تھا، اور قاری صاحب کا تو ہر بیان عجیب وغریب ہوتا تھا،

راقم جامع ملفوظ (مفتی محمد زید) عرض کرتا ہے یہ اللہ کی کھلی نصرت وحمایت تھی حضرت اقدس دامت برکاتہم تو اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت آپ کو قاری صاحب کی تشریف آوری کی اطلاع ملی، اعتکاف کی حالت میں حضرت نے اللہ سے دعاء مانگی گریہ وزاری کی اللہ نے غیب سے کس طرح انتظام فرمایا اور مخالفین کی سازشوں کو کس طرح ناکام کیا، واقعۃً دعاء اور اخلاص میں بڑی طاقت ہے سچ ہے ’من کان للہ کان اللہ لہ، جو اللہ کا ہوجاتا ہے اور جس کا ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے اللہ اسکا ہوجاتا ہے۔

(مجالس صدیق،ص:۱۳۹)

حکیم الامتؒ سے ملاقات کا دلچسپ واقعہ

حضرت اقدس باندویؒ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے متعدد بار ملاقات کی لیکن حضرت تھانویؒ کا آخری زمانہ تھا ’’تھانہ بھون‘‘ حاضری کا ایک قصہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تھانہ بھون حاضری کے موقع پر میرے رفیق درس مولانا وجیہ الدین صاحب بھی تشریف لے گئے جو مولانا نبیہ صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی) کے صاحبزادے تھے اس لئے میں ان کا بہت لحاظ کرتا تھا، درجہ میں عبارت پڑھنے میں جب تنافس ہوتا، سبقت لے جانے کی بازی لگتی تو میں نے ہمیشہ ان کو ترجیح دی، وہ ہمیشہ عبارت پڑھنے اور ہر معاملہ میں پیش قدمی کی کوشش کرتے، میں کبھی ان کے مقابلے میں نہیں آیا بلکہ ان ہی کو آگے پڑھنے دیا محض اس بنا پر کہ بزرگ زادہ ہیں، تھانہ

بھون حاضری کے موقع پر بھی اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی انہوں نے پیش قدمی کی اور حضرت تھانویؒ کی خدمت میں سب سے پہلے جا پہنچے حضرت تھانوی کی عادت تھی کہ آنے والے سے دریافت کرتے تھے کہ کہاں سے آئے، کس کام سے آئے، کتنا وقت لے کر آئے، اسی قسم کے سوالات ان حضرت سے بھی حضرت تھانویؒ نے کئے رعب کی وجہ سے وہ کسی کی بات کا جواب نہ دے سکے، ایک مرتبہ دومرتبہ پوچھا لیکن پھر بھی خاموشی، جواب نہ ملنے پر حضرت تھانویؒ ناراض ہو گئے، اور فرمایا نکالو اس شخص کو، اسکو اتنی بھی تمیز نہیں، میرا وقت ضائع کیا۔ اسکے بعد میرا نمبر تھا، میں بہت ڈر رہا تھا، کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، زمانۂ طالب علمی میں ہمیشہ میری عادت رہی ہے کہ پنسل اور کاغذ ہر وقت جیب میں میرے ساتھ رہتا، کوئی اہم بات، علمی نکتہ، معلوم ہوتا فوراً لکھ لیتا، اتفاق سے اس وقت بھی چھوٹی ڈائری میرے پاس موجود تھی میں نے فوراً ایک کاغذ میں لکھا کہ صدیق احمد میرا نام ہے ضلع باندہ کا رہنے والا ہوں، مظاہر علوم میں پڑھتا ہوں، حضرت سے ملاقات کے لئے حاضری ہوئی ہے، فلاں وقت واپس جانا ہے اور حضرت کی خدمت میں یہ کاغذ پیش کردیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا، دونوں ایک ہی مدرسہ کے طالب علم ہیں ایک وہ ہیں اور ایک یہ ہیں، لیکن یہ حضرت تھانوی کا بالکل آخری دور تھا، جس وقت حضرت نے لوگوں کو بیعت کرنا بند فرما دیا تھا، اس لئے حضرت والا حکیم الامتؒ حضرت تھانویؒ سے بیعت نہیں ہو سکے۔

(حیات صدیق، ص:۱۳۴)

شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں حضرت کی حاضری

فرمایا معلوم نہیں بزرگان دین مشائخ پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ کیوں نہیں رکھتے، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ درسی کتابیں مرقاۃ وغیرہ سب پڑھایا کرتے تھے، اور

اخیر عمر تک پڑھاتے رہے، ایک مرتبہ میں حاضر ہوا تو مرقاۃ کا سبق پڑھا رہے تھے، میں کثرت سے حضرت کے پاس جایا کرتا تھا، اس زمانہ میں باندہ سے الہ آباد ٹرک بہت چلا کرتے تھے، باندہ میں اس وقت غلہ بہت ہوتا تھا، ملک کے مختلف حصوں میں یہاں سے غلہ جاتا تھا، الہ آباد بھی جاتا تھا اس لئے الہ آباد ٹرک بہت چلتے تھے، منو بھائی (باندہ کے صاحب ثروت مشہور آدمی) کی بسیں بھی بہت چلتی تھیں، جس میں میرا کرایہ نہ لگتا تھا اس لئے الہ آباد کثرت سے حاضری ہوتی رہتی تھی، اگر ٹرک سے جاتا تو گھاٹ پر اتر جاتا، پل پر ایک کنارہ پڑا سوتا رہتا اور صبح رکشہ سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتا، ایک مرتبہ حاضر ہوا تو شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے پوچھا کہ اتنی جلدی صبح کیسے آگئے، احقر نے عرض کیا رات ہی آگیا تھا پل پر گھاٹ پر سوتا رہا، حضرت بہت ہنسے اور فرمایا صدیق کو دیکھو رات میں آیا اور گھاٹ پر وہیں سوتا رہا مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا تھا صدیق تم واقعی صدیق ہو۔ (مجالس صدیق: ص: ۱۷)

یہیں جامعہ ازہر بناؤ

حضرت مولانا نفیس اکبر صاحبؒ صدر مدرس جامعہ عربیہ ہتھورا اپنا واقعہ بتاتے ہیں کہ احقر کا جب دیوبند سے فراغت کا سال تھا اور اسی دورۂ حدیث کی تکمیل کے زمانہ میں حکومت مصر نے (جس کے صدر جمال عبد الناصر تھے) جامعہ ازہر سے دو عظیم استاذ الشیخ عبد المنعم اور شیخ عبد العالی عقبادی کو دار العلوم دیوبند میں عربی زبان پڑھانے کے لئے بھیج دیا تھا تو میں ان دونوں کے بہت قریب ہو گیا اور ان دونوں نے مجھے اس پر آمادہ کرلیا کہ وہ مجھے جامعہ ازہر میں بھیج کر کلیۃ الشرعیہ میں داخل کرادیں گے اور میں بخوشی تیار ہو گیا میں اسکی تیاری کے سلسلہ میں اپنے گھر آگیا اتفاق سے ان ہی دنوں میں کانپور مسلم حلیم کالج میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع تھا احقر بھی اجتماع میں گیا تھا وہاں حضرت مولانا

رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور بڑے پیار سے فرمایا کہ کیا کررہے ہو میں نے تفصیل عرض کی تو فرمایا ہمارے یہاں چلے آؤ وہیں جامعہ ازہر بنانا ہے۔ حضرت کے اس جملہ پر بڑا تعجب ہوا میں نے کبھی باندہ اور ہتھورا نہیں دیکھا تھا، لیکن حضرت کے اس ارشاد نے میرے تمام عزائم پر پانی پھیر دیا اور میں نے قصداً باندہ کا سفر کیا، ہتھوڑا پہنچ کر جو منظر دیکھا وہ اب بھی یاد ہے گاؤں میں ایک چھوٹی سی پرانی مسجد میں حضرت اور طلباء پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں، مسجد کے اطراف میں کچھ کچے کھپریل پوش مکان، جن کے چوپالوں میں طلباء نہایت پریشانی کے ساتھ رہائش پذیر، پورے گاؤں میں پختہ مکان نایاب، طلباء جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر مشقت کے ساتھ یہاں لاتے اور قریب کے گاؤں چھنیرا سے آٹا پسوا کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے روٹی پکاتے، سل پر نمک مرچ پیس کر چٹنی بنالیتے اور ایک سل کے اطراف سب بیٹھ کر روٹی ایسے مزے لے کر کھاتے جیسے لذیذ کھانا اڑا رہے ہوں، مسجد میں تعلیم صبح سے شروع ہو کر بعد نماز عشاء ختم ہوتی اور عشاء کی نماز ساڑھے دس بجے رات میں ہوئی، حضرت نے بڑی محنت شاقہ کے بعد طلباء کی ایک جماعت تیار کی تھی جو متوسط درجات تک پہونچی تھی اس وقت مجھے حضرت نے جلالین شریف، ہدایہ اولین، نورالانوار، مقامات پڑھانے کیلئے مقرر کردیا ایسے ماحول میں جہاں دہقانیت غالب، سہولیات ناپید، انتہائی جفاکشی کی زندگی، اس ماحول میں صرف ایک ذات کی کشش اساتذہ کو اور طلباء کو قیام پر آمادہ کرسکتی تھی تو وہ تھے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب نوراللہ مرقدہ۔

پندرہ روزہ قیام کے بعد میں نے وطن جانے کی رخصت چاہی تھی، حضرت نے جاتے وقت فرمایا آپ یہاں پھر آجایئے گا، کچھ ایسے دلکش انداز سے بات کہی کہ وہ میرے پیروں کیلئے زنجیر بن گئی، نہ چاہنے کے باوجود یہاں پھر واپس آگیا اور حضرت نے اپنی محبت میں گرفتار کرلیا اور چالیس سال تک اپنی شفقتوں اور پیار سے کہیں جانے نہ

دیا۔ مجاہدات اور مشقتیں رنگ لائیں اور مدرسہ اسلامیہ ہتھورا جو نہایت عسرت اور تنگدستی سے ۱۹۵۳ء میں قائم ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ ایک عظیم مرکزی بین الاقوامی ادارہ بن کر ابھرا اور جامعہ عربیہ ہتھورا کے نام سے دنیائے علم وفن کا مرکز توجہ بن گیا۔

اصلاح بین الناس کی کامیاب کوشش

حضرت والا کو اصلاح بین الناس کی بڑی فکر رہتی تھی وہ لوگ جو دیندار کہے جاتے ہیں یا کسی دینی جماعت یا ادارہ سے وابستہ ہیں جن کا اختلاف نہ صرف دو شخصیتوں یا دو گروہوں کا اختلاف ہوتا ہے، بلکہ اسکے نتائج بڑے دوررس اور بڑے مضر ہوسکتے ہیں، ایسے لوگوں کے اختلافات کو دور کرنے کیلئے حضرت بڑی کوشش فرماتے اور جو کچھ بن پڑتا، اس سے گریز نہ کرتے، ایک مدرسہ کے دو استادوں میں کچھ اختلاف ہوگیا اور بات کچھ حد سے متجاوز ہوگئی حضرت نے ان دونوں کے درمیان صلح کرنی چاہی ان میں سے ایک تو راضی ہوگئے، لیکن دوسرے جن پر کچھ زیادتی ہوگئی تھی کسی طرح راضی ہونے اور دوسرے کے معافی مانگنے پر بھی معاف کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ جب وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو حضرت نے اپنی ٹوپی اتاری اور ان کے قدموں پر ڈال دی، ہم لوگوں پر تو جیسے بجلی گر گئی اور مجلس میں ایک سکتہ سا سب کو ہوگیا، لیکن حضرت کے اس عمل نے اپنا کام کردیا اور آخر ان کا دل بھی نرم پڑ گیا اور انہوں نے بھی حضرت کے ارشاد کے مطابق مصالحت کرلی۔

اسی طرح کا واقعہ لکھنؤ کے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح وصفائی کرنے کے سلسلے میں بھی پیش آیا اور جب کچھ پرجوش نوجوانوں کو مصالحت کے لئے حضرت کسی طرح تیار نہ کرسکے تو آخر میں روتے ہوئے اپنی ٹوپی اتار کر ان کی قدموں پر ڈال دی اور نتیجہ یہاں بھی اچھا برآمد ہوگیا اور الحمد للہ ایک خطرناک قسم کا خون خرابہ ٹل گیا۔ اس قسم

کے واقعات حضرت کی زندگی میں بار بار پیش آئے ہیں اوران کی کوششوں نے کتنے ہی مسلمان خاندانوں اور دینی اداروں اور آپسی گروپوں کو ہلاکت و بربادی سے بچالیا۔

آخری سفر جو سفر آخرت کا پیش خیمہ ثابت ہوااس سے چند دن پہلے بھی حضرتؒ اس حال میں کہ ٹانگ کے درد کی وجہ سے قدم زمین پر رکھنا مشکل تھا ایک مدرسہ میں پیدا شدہ باہمی نزاع کو دور کرنے کیلئے باندہ سے سینکڑوں میل کا سفر کر کے ایک جگہ تشریف لے گئے تھے اور واپسی میں لکھنؤ تشریف لائے تھے میرے عرض کرنے پر کہ اس حال میں بھی آپ سفر سے باز نہیں آرہے فرمایا کہ بہت مجبوری اور اہم کام کی وجہ سے یہ سفر کیا ہے اور بہت ضرورت اسکی تھی اور یہ مذکورہ بالا بات بتائی اور فرمایا الحمدللہ سفر مفید رہا اہل مدرسہ اختلافات ختم کرنے پر راضی ہو گئے۔ (حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی)

اسلام کے وقار اور مسلمانوں کے اتحاد کیلئے حکمت عملی کا نمونہ

ایک بار ہتھورا میں عید کا چاند **معتکفین** حضرات نے اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا اعتکاف ختم کر کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے حضرت علیہ الرحمہ کو قصبہ ہنسور ضلع فیض آباد جانا تھا وہاں کے لوگوں نے بعد نماز عید جلسہ منعقد کر رکھا تھا۔ جب حضرت باندہ پہونچے تو وہاں رویت ہلال کی شہادت، اختلاف مسلک کی وجہ سے غیر مقبول تھی ہی کافی رات گذرنے کے بعد جب رویت کا کوئی اعلان نہ ہوا تو حضرت نے اپنے حلقہ کے لوگوں سے کہا اگر وہ لوگ کل عید نہ کریں تو آپ لوگ تو روزہ نہ رکھیں کیونکہ چاند دیکھا گیا ہے اور نماز عید بھی نہ پڑھیں دوسرے دن پڑھ لینا۔ تا کہ غیر مسلموں کی نظر میں ہم مسلمان الگ الگ نظر نہ آئیں ورنہ اسلام کی قوت پامال ہو جائے

گی۔ یہ ہے اسلام کی پاسداری اور دینی اتحاد کی اہمیت۔

اسی طرح کا ایک واقعہ اور یاد آیا موضع ''الہیہ'' ہتھورا بستی سے تقریباً چار کلومیٹر پر ہندوانی بستی ہے، کچھ مسلمان بھی رہتے ہیں ان مسلمانوں نے بتوفیق الٰہی اپنی زمین پر مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ مدرسہ آکر حضرت علیہ الرحمہ سے اپنے خیالات کا بار بار اظہار کرتے رہے، بنیاد کی ایک تاریخ مقرر ہوگئی۔ حضرت تو نہیں جا سکے مدرسہ سے حضرت کے صاحبزادے اور بعض لوگ بنیاد رکھنے گئے تو وہاں کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہاں مسجد کیسے بنے گی ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں گے، اس لئے ہم مسجد نہ بنانے دیں گے ان معترضین میں بعض وہ لوگ بھی تھے جنکے اوپر حضرت کے بڑے احسانات تھے ادھر زمین اپنی تھی، سرکاری کوئی رکاوٹ نہیں تھی عدالت کو ہموار کیا جا سکتا تھا، اگر چاہتے تو مسجد بن جاتی وہ کچھ نہ کر پاتے لیکن حضرت نے ہم لوگوں کو واپس کرالیا اور کہلا بھیجا بھائی تم لوگ نہ چاہو گے تو مسجد نہ بنے گی۔ سب کام تمہارے منشاء سے ہوگا نماز پڑھنے والے کہیں پڑھ لیں گے۔ حضرت کا یہ طرز صلح حدیبیہ سے ماخوذ تھا اس وقت ان کا یہ جوش ختم ہو گیا آپسی تعلقات ہموار رہے ہمکو مدرسہ میں رہ کر اطمینان سے کام کرنے کا موقع ملا، ورنہ کل یہ لوگ ہندو دنیا میں ہمارے خلاف نہ جانے کیا کیا پروپیگنڈہ کرتے، فضاء خراب ہو جاتی کام رک جاتا، کیا خوب دور اندیشی تھی (بہر حال اس وقت تو مسجد کی تعمیر کا کام نہ ہو سکا لیکن معلوم ہوا کہ بعد میں غیر مسلم نرم ہوئے اور مسجد کی تعمیر کی شکل نکل آئی اور غالباً اب مسجد موجود ہے۔) (حقیقت وصداقت ص:۱۷)

انسانی ہمدردی اور خدمت خلق

ایک ضعیف مسکین شخص باندہ وغیرہ کسی علاقہ کا تھا اسکا کوئی پرسان حال نہ تھا، حضرت علیہ الرحمہ اسکو اپنے یہاں لے آئے وہ بیمار تھا اسکا علاج کرایا اسکے موافق کھانے

خودلاتے تھے وہ بستر پر پیشاب پاخانہ کرتا حضرت خود بستر بدلتے اوراسکے ناپاک پاخانہ وغیرہ کے کپڑے خود دھوتے احقر اوراحقر کے ساتھی بہت اصرار کرتے کہ ہم لوگ یہ خدمت انجام دیں حضرت حتی الامکان خود ہی یہ خدمات انجام دیتے دوسروں کوموقع نہ دیتے اس بیچارہ کی دینی حالت بھی اچھی نہ تھی بالآخر جب اسکا آخری وقت تھا احقر راقم الحروف اور کچھ ساتھی عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تھے حضرت نے فرمایاتم لوگ نماز بعد میں پڑھنا اسکے سرہانہ اور چاروں طرف آہستہ ہلکی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے رہو۔ ہم لوگ مسلسل کلمہ پڑھتے رہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بھی کلمہ طیبہ واضح طور پر پڑھا اوراسکی روح پرواز کرگئی۔ یہ تھی بے لوث خدمت کہ اسکوانجام خیر تک پہنچادیا، اسکا اجر حضرت کو اللہ پاک ہی عطافرمائے گا۔

راقم الحروف ایک مرتبہ بیمار پڑا پیٹ میں تکلیف تھی مرض کی تشخیص نہیں ہو پارہی تھی تکلیف برقرار تھی حضرت خوداپنے ہمراہ باندہ لیکر گئے ڈاکٹر رفیق سے بات کی مرض اپینڈس تھا آپریشن کی ضرورت تھی حضرت نے کرایہ وغیرہ کانظم کرکے ایک صاحب کے ساتھ وطن بھیج دیااورڈاکٹرنعیم صاحب کے یہاں آپریشن کی بات کرائی۔

ہتھوراسے چارکلومیٹر پر موضع الھیہ کا ایک متعصب ٹھاکر رامیشور سخت بیمار ہوا غالباً کینسر کا مریض ہوا حضرت اپنے ساتھ باقاعدہ سفرکرکے بغرض علاج اسکوممبئی لے گئے۔

ہمارے کئی ساتھی تھے جنہیں حضرت والا پابندی سے کچھ رقم دیتے تھے گاؤں واطراف کی بیواؤں اور ناداروں کوکچھ نہ کچھ دیتے رہتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنکو ماہانہ شکر دلواتے تھے اور پیسے خودادا کرتے تھے۔ بہت سے گاؤں کے چمار حضرت سے کچھ لے جاتے تھے۔محتاجوں کی فہرست حضرت کے یہاں بنی تھی اسکے علاوہ بلاتفریق ہندو مسلم سینکڑوں کوکسی نہ کسی طرح اچھی اچھی ملازمت دلوائی ہیں وی پی سنگھ، جعفر

شریف، ملائم سنگھ، وغیرہ حضرات کے پاس متعدد حضرات کو اپنے پرچے لیکر بھیجا ہے۔ اور سب کے کام محض انسانی ہمدردی میں انجام دئے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرشید صاحب ڈھاکہ محلّہ ڈونگری ممبئی سے حضرت کے اچھے تعلقات تھے ان کے پاس متعدد مریضوں کو خط دیکر بھیجا ہے جسکی وجہ سے ان کا علاج بہت سستا ہو جاتا تھا۔

حضرت سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کے سامنے اس قسم کے صدہا واقعات پیش آتے رہتے تھے اور یہ ہی حضرت کا طرہ امتیاز تھا۔

سمجھدار دین دار لوگوں کو بھی سحر و آسیب کا وہم

ایک صاحب حضرت سے تعویذ لینے آئے اور عرض کیا کہ حضرت ایسا لگتا ہے کہ کوئی ہمارے پیچھے لگا ہے، کسی نے کچھ کرادیا ہے، حضرت نے فرمایا عجیب بات ہے، آج کل جس کو دیکھو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ سحر و آسیب کا اثر ہے، جہاں ذرا کوئی پریشانی یا بیماری آئی فوراً زبان پر یہی آتا ہے کہ کسی نے کچھ کرادیا، سحر کا یا آسیب کا اثر ہے، اس میں اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگ بلکہ بڑے بڑے علماء تک مبتلا ہیں، بیماری ہو تو بھی سحر ہے، پریشانی ہو تو کسی نے کچھ کردیا، کوئی نقصان ہو تو بھی کوئی پیچھے پڑا ہے، تعجب ہے کہ اچھے اچھے موحد ہیں اور توحید کا سبق سکھانے والے تبلیغ کرنے والے وہ بھی اس میں مبتلا ہیں اور یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ صاحب کسی نے کچھ کردیا، اللہ رحم کرے اس وہم کی وجہ سے ایسی ایسی بدگمانیاں قائم کی جاتی ہیں کہ فلاں رشتہ دار نے یا فلاں شخص نے کچھ کرادیا، اس کو ایسا حق اور یقینی سمجھتے ہیں جیسے آسمان سے وحی نازل ہوگئی ہے کہ واقعی فلاں ہی کے کرنے سے یہ ہوگیا ہے، اسی نے کچھ کردیا ہے۔

ارے جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے سحر بھی

اگر ہوا اور اسکا اثر ہوا تو بھی اللہ ہی کے کرنے سے ہوا، اللہ کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ جب اللہ ہی سب کچھ کرنے والا ہے تو اللہ کی طرف کیوں نہیں متوجہ ہوتے، اس سے دعاء کیوں نہیں کرتے یا نعوذ باللہ شیاطین اور خبیث اللہ کی حکومت میں ایسے دخیل بن گئے کہ اللہ پر بھی نعوذ باللہ غالب آ گئے، اور اللہ تعالی ان کے سامنے کچھ نہیں کرسکتا، جنات بھی اگر کچھ کرتے ہیں تو اگرچہ کرتے ہیں جنات لیکن اللہ کی مشیت سے کرتے ہیں تو پھر اللہ کے سامنے کیوں نہیں جھکتے، توجہ الی اللہ، دعاء اور انابت الی اللہ اصل علاج ہے اس کو کوئی نہیں کرتا، تعویذ تعویذ چلاّیا کرتے ہیں، میرے گھر میں بھی جنات رہتے ہیں، کئی مرتبہ اس کے آثار بھی نظر آئے لیکن کبھی کچھ شرارت نہیں کی، ارے جنات خود کیا کرے گا جو کرے گا اللہ کے حکم اور اسکی مشیت سے کرے گا، میرے گھر میں بھی لوگ بیمار رہتے ہیں ہر وقت کوئی نہ کوئی پڑا رہتا ہے، چارپائی خالی نہیں رہتی کوئی نہ کوئی بیمار ہی رہتا ہے تو میں بھی کہوں کہ کسی نے کچھ کرادیا ہے، کسی نے جادو کردیا ہے، کوئی پیچھے پڑا ہے، میں تو کبھی نہیں کہتا، بیماری وشفا سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے کسی کے کرنے سے کیا ہوتا ہے، ایک مسلمان کو اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیئے، میرے اوپر بھی سحر کیا گیا اور اس کا اثر بھی ہے لیکن آدمی اللہ پر توکل کرے اسی سے تعلق جوڑے جو کہنا ہو اسی سے کہے، اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔ (مجالس صدیق: ۱۴۴)

نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر بھوت اور شیطان سوار رہے گا

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں تعویذ کی غرض سے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری عجیب حالت ہے، دل میں طرح طرح کے گندے خیالات اور وساوس آتے رہتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، کبھی خودکشی کرلینے کو جی چاہتا ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا اور کسی کام میں مستقل مزاجی نہیں، احساس کمتری کا شکار ہوں،

ایسا لگتا ہے کہ ہر وقت شیطان سوار ہے، حضرت نے ان صاحب سے پوچھا کہ نماز پڑھتے ہو؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ نہیں پڑھتا، حضرت نے فرمایا: جو اصل علاج ہے، اس کو تو کرتے نہیں، ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہو، کرایہ خرچ کرتے ہو ہزاروں روپیہ برباد کرتے ہو، ادھر ادھر کے علاج میں نہ معلوم اب تک کتنا پیسہ خرچ کیا ہوگا، اگر ابھی میں کہہ دوں کہ فلاں جگہ چلے جاؤ فلاں ڈاکٹر اچھا ہے اس سے علاج کراؤ فائدہ ہوگا تو ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالو گے لیکن اصل علاج جو بتلاتا ہوں اس کو کرتے نہیں، اس کے کرنے میں جان نکلتی ہے، جب تم نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر شیطان نہیں سوار ہوگا تو اور کیا سوار ہوگا، اور جب شیطان ہر وقت مسلط رہے گا تو گندے خیالات اور وساوس نہ آئیں گے تو کیا اچھے خیالات آئیں گے، میں سچ کہتا ہوں اگر آج ہی سے تم نماز کا اہتمام شروع کر دو، صفائی کا اور پاکی کا اہتمام رکھو، پانچوں وقت وضو کرو اور وضو کر کے سورہ 'انا انزلنا' پڑھو، اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے پیو دیکھو نہ فائدہ ہوا تو کہنا یہ ہے اصل علاج، یعنی اللہ کی طرف انابت، توبہ، استغفار، دعاء، نماز کی پابندی، اس سے دل کو سکون ملتا ہے یہ تو کرتے نہیں محض تعویذ سے کام چلانا چاہتے ہیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ بے نمازی کے لئے اگر غوث قطب بھی دعاء کریں تو اس کے حق میں ان کی دعاء قبول نہیں ہوتی، تعویذ بے چارہ کیا کرے گا۔ (مجالس صدیق:۱۳۵)

بیماری یا وہم

کانپور میں ایک صاحب کے یہاں (حضرت پر شدید بیماری کا حملہ ہوا تھا، دل کا دورہ پڑا تھا جس سے لوگوں کی امیدیں ختم ہو چکی تھیں، شہر کانپور کے تمام بڑے ڈاکٹر حضرت کے علاج کی طرف پورے طور پر متوجہ تھے الحمد للہ حضرت کو شفاء ہوئی اس کی خوشی میں میزبان نے کانپور کے تمام بڑے ڈاکٹروں اور معزز حضرات و محبین کی دعوت کی تھی

حضرت بھی اس میں تشریف فرما تھے) ناشتہ کی دعوت تھی جس میں بہت سے بڑے ڈاکٹر بھی مدعو تھے، جو حضرت اقدس سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے، ڈاکٹروں کے درمیان دسترخوان پر حضرت اقدس جلوہ افروز تھے، مختلف تذکرے چل رہے تھے ایک ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ کثرت سے مریض ایسے آتے ہیں کہ بیماری تو ان کو کچھ نہیں ہوتی خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں سینکڑوں روپیہ برباد کرتے ہیں مجبوراً نفسیاتی طور پر ان کا علاج کرنا پڑتا ہے اور اسی سے ان کو شفاء ہوتی ہے۔

ایک صاحب کی بیماری کا تذکرہ ہوا کہ اتنے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے جانچ کرڈالی لیکن مرض کی تشخیص نہیں ہوسکی، کتنی جانچیں کروالیں مرض کا سراغ نہ لگ سکا بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ نہیں انکو صرف ملیریا بخار ہے، ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ اتنا عام مرض ملیریا، لیکن بڑے بڑے ڈاکٹر سب پریشان تھے اور مرض کی تشخیص نہیں کرسکے۔ (مجالس صدیق)

استغناء اور مخلوق سے بے نیازی کے واقعات

حضرت کے خلیفہ مولانا احمد عبداللہ طیب کا بیان ہے:

ایک مرتبہ حضرت کو کانپور رکتے ہوئے لکھنؤ جانا تھا بطور خادم احقر بھی ساتھ تھا نماز فجر سے قبل پسنجر ٹرین سے سفر شروع ہوا۔ قریب گیارہ بجے کانپور پہونچے، تب تک ناشتہ چائے کی نوبت نہیں آئی۔ لوگ آتے گئے، ملاقات کا سلسلہ چلتا رہا، کسی نے خواہش کی حضرت ہمارے گھر چلیں، ناشتہ کرلیں، حضرت انکار فرماتے کسی نے کہا کہ حضرت ناشتہ ہم یہیں لے آئیں، حضرت انکار فرماتے، میں بھوک سے بے تاب ہورہا ہوں، کچھ کہنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی، کانپور اسٹیشن سے قریب مسجد شتر خانہ ہے وہاں حضرت پہنچ گئے، لوگوں کا ہجوم واصرار بڑھتا رہا، حضرت نے لوگوں سے کہا کہ مجھے کچھ آرام کرنا

ہے، آپ لوگ چلے جائیں دو گھنٹہ بعد آئیں، لوگ چلے گئے، اوپر امام صاحب کے حجرہ میں گئے، اس وقت امام صاحب نہیں تھے صرف مؤذن صاحب مسجد میں تھے پانچ دس منٹ حضرت لیٹ گئے پھر اٹھے مؤذن صاحب سے کہا آپ اپنا ناشتہ دان دے دیں، جیب سے پانچ روپئے نکالے اور مجھ سے کہا یہ ناشتہ دان لو ادھر بھی راستہ ہے اس سے باہر چلے جانا، تندوری روٹی، پاؤ بھر ٹماٹر اور دو پیاز کی ڈلی لے آنا، قریب ہی دو کانیں تھیں، تھوڑی دیر میں لیکر حاضر ہو گیا، کہا چٹنی بناؤ، بنائی گئی پھر روٹی کھائی گئی، تب سکون ہوا۔ پھر کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے جب وقت ہوا دروازہ کھولا گیا لوگ آئے اور خواہش کرتے کہ کھانا ہمارے یہاں کھائیں ہمارے یہاں کھائیں، حضرت فرماتے کہ ہم کھانے سے فارغ ہو گئے، اب خواہش نہیں ہے، اللہ اکبر میں سوچتا رہ گیا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے، یہاں ایک نہیں سینکڑوں چاہنے والے ہیں پھر یہ استغناء کا عالم، اس میں ایک پہلو تو اس نالائق کی تربیت کا تھا، دوسرا پہلو یہ کہ کسی چاہنے والے کی دل شکنی نہ ہو حضرت اس کا بطور خاص ہر معاملہ میں خیال رکھتے تھے، چونکہ یہ سفر کسی کی دعوت پر نہیں تھا اب کسی ایک کی دعوت قبول کر لیتے تو دوسرے کی دل شکنی ہو سکتی تھی واللہ اعلم۔

الفقر فخری کی شان: ایک مرتبہ کچھ متمول عقیدتمندوں نے پیش کش کی کہ حضرت کی تمام سہولتوں سے آراستہ ایک سیلون نما موٹر کار فراہم کر دی جائے، مگر حضرت نے اپنی فقیرانہ شان بے نیازی کے ساتھ یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ اس سے میری عادت خراب ہو جائے گی اللہ اللہ اس دور فراخی میں جب کہ چھوٹے چھوٹے اداروں اور غیر اہم شخصیتوں کے پاس بیش قیمت گاڑیاں ہیں حضرت کا یہ جواب الفقر فخری کا کیسا لاجواب نمونہ ہے۔ (مولانا شاہین جمالی)

استاذی حضرت مفتی عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عجیب قصہ ہوا ممبئی کے ایک تاجر نے حضرت سے بے تکلف ایک صاحب کو جن کا اپنا بھی ایک جگہ ادارہ

تھا اس پر تیار کیا کہ میں حضرت کو ایر کنڈیشنڈ گاڑی دینا چاہتا ہوں تم منظور کرادو، تو تمہارے مدرسہ کو بھی میں ایک بڑی رقم دوں گا۔ وہ حضرت کے ساتھ لگ گئے، حضرت نے تو پہلے ان سے فرمایا یہ بتاؤ کہ تمہاری کتنی رشوت طے ہوئی ہے؟ یہ سن کر وہ صاحب بالکل سوکھ گئے مگر بات کو گھمایا اور اصرار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ایک نعمت ہے اس کو نہ ٹھکرائیں تو فرمایا:

''چھوڑ و یار نہ جانے کیسا مال ہو''

وہ صاحب کہتے تھے کہ حضرت کے اس جملے نے حضرت کے لئے بات دل سے نکال ہی دی، میری دل میں اپنے مدرسہ کے لئے جو خیال تھا وہ بھی اس کی وجہ سے نکل گیا۔

اور حضرت کے اس جواب سے یہ بات سامنے آئی کہ حضرت کے سامنے ان معاملات میں اس قسم کے پہلو بھی رہتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا سامنے رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ آج کل لوگ محبت وعقیدت میں ہدایا وغیرہ کی پیشکش کر کے اپنی خرافات میں بڑوں کو بھی شریک کرلیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا:
''بعض لوگ انتقال کے بعد میت کے ترکہ سے اس کی بعض چیزیں خصوصا مصلی ولوٹا وچوکی وغیرہ کسی مدرسہ میں دیدیتے ہیں اور اسکو بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سراسر ناجائز ہے۔

اور پھر اس ضمن میں اپنا معمول بھی سنایا اور قصہ بھی کہ ایک مرتبہ ایک صاحب میرے پاس اس قسم کی ایک بڑی رقم لے کر آئے میں نے مسئلہ بتا کر رقم واپس کردی، تو وہ صاحب کہنے لگے، مولانا بڑی رقم ہے اس کو رکھ لیجئے، میں نے واپس کردیا اور میرا ہمیشہ سے معمول ہے کہ میں اس قسم کے سامان اور اس نوع کی رقم کو واپس کردیتا ہوں۔

پکاّ مکان قبول نہیں

محترم مولانا نظر محمد صاحب بہرا ئچی فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت کا مکان کچا تھا اور اخیر تک کچا ہی رہا، اور مکان کے جس حصے میں آخری دنوں میں خصوصیت سے حضرت کا رہنا و آرام کرنا ہوتا وہ آج بھی کچا ہے، ایک صاحب ایک مرتبہ آئے، دیکھ کر متاثر ہوئے تو مولانا نظر صاحب کو آمادہ کیا کہ چلو حضرت کو مکان کے لئے ایک لاکھ روپئے پیش کرتے ہیں، آئے عرض کیا، بہت اصرار کیا، مولانا نے بھی سفارش کی مگر حضرت نے قبول نہ کیا بلکہ مولانا سے فرمایا تم ہی لے لو تو مولانا قصہ سنا کر کہتے ہیں کہ ہم تو بہت خوش تھے کہ ہمارے حضرت کا مکان پختہ بن جائے گا لیکن حضرت کے زہد و استغناء نے اسکی اجازت نہ دی۔

استغناء کے کچھ اور واقعات

استاذی حضرت مولانا انتظام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شان بے نیازی اور استغناء کے متعدد واقعات ذکر فرمائے ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ مدرسہ میں قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند وغیرہ کی آمد ہوئی تھی جو باقاعدہ جلسہ کی شکل پیدا ہوگئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور یہ ناچیز حضرت مہتمم صاحب کے ٹھہرانے کے لئے باندہ شہر گئے وہاں حاجی محمد محسن عرف نھومیاں رئیس گوئرانے پہلے ہی مہتمم صاحب کے ٹھہرنے کا انتظام کرلیا تھا دوپہر کا کھانا کھا کر شام کو مہتمم صاحب کو ہتھورا آنا تھا اس لئے حضرت علیہ الرحمہ انتظامی سلسلہ میں مدرسہ واپس ہونے لگے تو نھو میاں نے کہا کہ ہتھورا مدرسہ میں جلسہ ہوگا اور لوگ آئیں گے اندازاً کیا خرچ ہوگا میں کچھ دیدوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ جواب کے بجائے دوسری باتیں کرنے لگے، نھومیاں کے

مکرر اصرار پر فرمایا وہاں انتظام ہو ہی رہا ہے اللہ پورا فرمائیں گے یہ کہہ کر رخصت ہوئے میں نے راستہ میں عرض کیا کہ آپ اندازہ سے کچھ بتا دیتے تو مدرسہ کا کافی کام چل جاتا، فرمانے لگے اگر میں خرچ سے کم بتاتا تو مدرسہ کا ہونے والا فائدہ نہ ہوتا اور اگر زیادہ بتاتا تو ان پر بار پڑتا شاید ان کا ارادہ کم دینے کا ہو بھائی جتنا کوئی دے گا ہم خرچ کر دیں گے نہ دیگا دوسرا راستہ نکل آئے گا۔

(۲) حضرت کی وفات سے دو سال قبل کی بات ہے کہ گولڈن شو اسٹور کلکتہ کے مالک بابو بھائی مولانا عتیق الرحمٰن صاحب غازی پوری کے ساتھ مدرسہ آئے اور پچاس ہزار کی رقم میرے واسطے سے حضرت کو حوض وغیرہ بنانے کیلئے پیش کی چونکہ پہلے سے کوئی معرفت نہ تھی اور ان کے حالات کا اندازہ نہ تھا اور نہ معلوم کس وجہ سے یہ رقم لینے سے انکار فرمایا اور کہا آپ سفر میں ہیں پتہ نہیں کیا حالات پیش آئیں پھر دیکھا جائے گا وہ رقم ان کو واپس لیجانا پڑا پھر آخر انہوں نے دوسرے سال بڑے حکمت سے مدرسہ پہونچا دیئے حضرت نے فرمایا اچھا اب رسید کاٹ دو۔

(۳) کھنڈوا شہر سے ایک صاحب نے پچاس ہزار کی رقم مدرسہ کیلئے حضرت علیہ الرحمہ کو دی تو فرمایا کہ اتنی بڑی رقم تو وہیں خرچ کرو لوگوں نے کہا کہ یہاں کوئی ایسا مدرسہ نہیں ہے جس میں رقم خرچ کی جاسکے، فرمایا اچھا مدرسہ بناؤ میں سفر سے واپس ہو کر فلاں دن آرہا ہوں تم لوگ مدرسہ کے لئے کوئی جگہ ڈھونڈھ کر رکھو، چنانچہ لوگوں کا ایمانی جوش ابھرا اور ادھر دوڑ پڑے زمین منتخب ہوئی حضرت نے پسند فرمایا اور بنیا د رکھ دی اور باقاعدہ مدرسہ وجود میں آگیا حضرت مرحوم نے دو مختتی جفاکش، فہیم وسلیقہ مند معلم بھیج دئے ماشاءاللہ آج وہ مکتب اچھا مدرسہ ہے بلکہ مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جسکا نام مدرسہ خیر العلوم بور گاؤں خورد کھنڈوہ ہے۔ حضرت عموماً بہت سے حضرات کی رقم یہ کہہ کر واپس کر دیتے کہ اس کو اپنے یہاں مکتب میں ہی خرچ کریں مکتب کی بنیاد ڈالیں یا مکتب کو

باضابطہ فروغ دیں۔

(۴) حضرت کے مدرسہ میں چندہ کرنا مدرسین کے لئے لازم نہیں ہے لیکن اکثر مدرسین دینی اخلاقی فریضہ سمجھ کر محتاط طریقہ پر صوم وصلوۃ کے ساتھ مختلف علاقوں سے چندہ کی خدمات انجام دیتے ہیں ایک مرتبہ احقر نے حضرت سے کہا کہ امسال کچھ میرے حالات باہر جانیکی اجازت نہیں دیتے ہوسکتا ہے کہ وصولی کیلئے نہ جاسکوں دوسرے کسی کا انتظام کردیجئے فرمایا نہ جایئے! دوسرے کس سے کہیں؟ چھوڑیئے جوملنا ہوگا مل جائے گا۔ اچھی خاصی رقم وصول ہوتی تھی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اللہ پر توکل کر کے بے نیاز ہوگئے۔ خدا کی مرضی میرا بھی عذر ختم ہوگیا اور اپنے کام میں لگ گیا پہلے سے زیادہ وصول ہوا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے کبھی محصلین کی واپسی پر نہیں پوچھا کتنا وصول ہوا اور کیا ملا البتہ یہ پوچھ لیتے کہ فلاں فلاں کا کیا حال ہے۔ سارا حساب دفتر میں ہوجاتا ایک ایک پیسہ کی جانچ وتحقیق ہوجاتی حضرت سے اس سے کوئی سروکار نہ ہوتا۔ مدرسہ میں ایک وقت وہ بھی آیا ہے کہ مہینہ ختم ہونے لگا ادھر اساتذہ کیلئے تنخواہ اور طلباء کیلئے راشن نہیں تھا ہم لوگوں سے فرمایا مجھے آپ لوگوں کے تنخواہ کی فکر ہے کیسے ادا کروں ہم لوگوں نے عرض کیا حضرت دیر سویر ہوجاتی ہے۔ آئندہ کبھی لے لیں گے بہت خوش ہوئے۔ چہرے میں عجیب مسکراہٹ تھی دوسرے دن دوپہر کو فرمایا آیئے اپنے اپنے پیسے لیجئے۔ باقر علی بھائی نے میرے پاس رات رقم امانت کے طور پر رکھی ہے میں نے ان سے اجازت لے لی ہے کہ خرچ کردوں گا پھر دونگا انہوں نے کہا کہ مجھے سال بھر کے بعد چاہئے۔

(یہ باقر علی ہتھورا ہی کے رہنے والے ہیں کتھے کے ٹھیکیدار کے ملازم تھے)

(۵) راقم الحروف نے اپنے مدرسہ مظہر العلوم کانپور کے لئے مالی دشواری کے حل کیلئے حالات بتائے مالداروں سے ملنے پر جو ناکامی اور ناروا سلوک پیش آجاتے ہیں وہ بھی ذکر کئے حضرت نے استغناء کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ جتنا مالداروں کے پاس

جاتے ہیں اتنا اللہ سے مانگ کر دیکھو۔ایک مرتبہ فرمایا کہ اپنی ذات کے لئے سوال منع ہے اور السؤال ذل فرمایا گیا ہے دین کے لئے سوال کا یہ حکم نہیں ہے البتہ جس مالدار کے یہاں دین کی اہمیت نہیں ہے اور اسکو وہ برا جانتا ہے اسکے یہاں نہیں جانا چاہئے۔اور پھر وہ کام کرے جو بس میں ہو باقی اللہ پاک خود انتظام کردے گا۔

وزیر اعلیٰ کی امداد قبول کرنے سے انکار

وی پی سنگھ الہ آباد کے باشندے ایک راجہ کے بیٹے ہیں جو فتح پور سے الیکشن میں کھڑے ہوتے، حضرت سے ملاقات رکھتے اور دعاء لیتے رہتے آخر میں وہ وزیر اعلی بن گئے (اور پھر وہ وزیر اعظم بھی بنے) اپنے وزارتِ اعلیٰ کے زمانہ میں حضرت سے ملاقات کے لئے پروگرام کے تحت ہتھورا ہیلی کاپٹر سے تشریف لائے، حضرت نے اسلامی اخلاق کے مطابق ان کی شایان شان اکرام فرمایا، مدرسہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور مدرسہ کی کچھ امداد بھی کرنا چاہی لیکن حضرت نے حسب معمول مدرسہ کیلئے رقم لینے سے انکار فرمادیا کیونکہ اپنے اکابر کا یہی اصول رہا حضرت نے ایسا انداز اختیار فرمایا جس سے ان کی دل شکنی بھی نہو۔حضرت نے فرمایا کہ باندہ فتحپور تو آپ کا علاقہ ہے آپ یہیں سے جیتتے ہیں الہ آباد میں آپ سے ملاقات ہوتی رہتی ہے مدرسہ میں تو ابھی ضرورت نہیں ہے؟ آپ تو ملک وقوم کی ترقی اور راحت رسانی کیلئے بڑے کام کرتے رہتے ہیں ایسے کام کریئے جو ہمیشہ کے لئے آپ کی یادگار رہوں اور پوری قوم کو اس سے فائدہ پہنچے اسکے بعد ہتھورا میں بڑے پل کی ضرورت بیان کی گئی۔وی پی سنگھ نے فوراً اسی وقت منظوری دیدی اور اپنے پی اے کو حکم دیا کہ ضروری یادداشت میں لکھ لے، آرڈر بھی ہو گیا لیکن ابھی کام شروع نہ ہوا تھا، ایک عرصہ کے بعد پھر وی پی سنگھ کا باندہ آنا ہوا اور اس وقت ہتھورا آنے کی بھی خواہش ظاہر کی لیکن معلوم ہوا کہ اب تک پل نہیں بنا ہے وی پی سنگھ نے ہتھورا آنے کا ارادہ ترک

کر دیا اور کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کیا منھ دکھاؤں، جب تک پل نہیں بن جائے گا اس وقت تک میں نہیں جاسکتا۔ چنانچہ اسکے بعد فوراً تیزی سے کام شروع ہوا اور بہت جلدی بڑا پل بن کر تیار ہو گیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی دلوں پر حکومت اور فقیری میں بادشاہی کی مثال۔

ارجن سنگھ کی آمد پر حضرت کی استقبالیہ تقریر

سابق مرکزی وزیر ارجن سنگھ کی ہتھورا آمد ہوئی تو اعزاز میں مختصر سا پروگرام بھی ہوا حضرت نے خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا: (واضح رہے کہ اس وقت وہ صوبہ کی وزارت علیا کے منصب سے ہٹا دیئے گئے تھے) آنے والے آتے جاتے رہتے ہیں مگر آپ کی آمد پر ایسی ہی خوشی ہوئی جیسے وی پی سنگھ کی آمد پر ہوئی تھی (اس لئے کہ انہوں نے کہا تھا کہ آدمی بہت سی جگہ جاتا ہے، بلانے سے اور نظام بنانے کی بنا پر۔ کوئی جگہ ایسی بھی ہو جہاں کہ آدمی خود جائے، یہاں میں آیا ہوں۔ خود سے آیا ہوں، صرف بلانے کی بنا پر آنا نہیں ہوا۔)

آپ کی آمد سے اسی نسبت سے خوشی ہوئی کہ جہاں لوگ آنا اور جن سے ملنا پسند نہیں کرتے، آپ جیسے شخص آئے۔ مبارکباد و شکریہ۔

آپ کی تعریف و حالات سنتا رہا ہوں، مخالف ہر ایک کے ہوتے ہیں آپ کے بھی ہونگے۔ لیکن میں (ایم پی کے علاقوں میں) جہاں گیا، تعریف سنی، خوشی ہوئی کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ اب بھی ہیں، ایسے ہی لوگوں سے کام اور ترقی ہوتی ہے۔ عہدہ نہیں رہ گیا تو کیا ہے، یہ سب تو فانی ہے، اصل تو کام ہے، بعض مرتبہ یہ سب چیزیں لے لی جاتیں ہیں مگر کام کرنے والا کام کرتا رہتا ہے یہ ملک رشیوں منیوں اور اولیاء کا رہا ہے، ہماری دعاء ہے کہ آپ سے کام لیا جائے، ترقی صرف یہ نہیں کہ بجلی و سڑک کا کام کیا جائے، بلکہ اصل ترقی انسان بنانا ہے، ہم لوگ یہی کام کرتے ہیں، خطاب میں حضرت

نے علاقہ کی قدیم تاریخ کا بھی تذکرہ فرمایا اور نواب صاحب و نیز ہتورا سے ربط کا، اور یہ بھی فرمایا:

''ہم اسی ملک کے ہیں، یہاں کے نمک خوار ہیں اور خیر خواہ ہیں یہاں کے نفع و نقصان کا احساس رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے ہمارے دل متاثر ہوتے ہیں اور ہم ان کے لئے دل سے دعاء کرتے ہیں۔''

جیسے کہ ان کی آمد سے پہلے حضرت نے انتظامیہ کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ ہم ان کے لئے اہتمام کر رہے ہیں حالانکہ اب عہدہ نہیں رہ گیا، تو آدمی کی بھی تو بات ہوتی ہے، یہ کیا کہ بس عہدہ کی وجہ سے اکرام ہو۔ ارجن سنگھ نے بھی جوابی تقریر میں اپنی مسرت و شکریہ کے اظہار کے ساتھ کہا کہ واقعی اصل بات تو کام کرنا ہے اور اصل کام انسان بنانا ہے۔ (تذکرۃ الصدیق، ص:۳۸۵)

بابری مسجد کے انہدام پر حضرت کا حکیمانہ خطاب

تاریخ ہند کا ایک اہم موقع دسمبر ۱۹۹۲ء کا ہے جب بابری مسجد کا سانحہ پیش آیا۔ ظاہر ہے کہ ملک کے چپہ چپہ کا مسلمان عام ہو یا خاص۔ کچھ عجیب تاثر اور رنج و غم کے ساتھ، جوش میں تھا، بالخصوص عوام و جوان، اس کی وجہ سے پورے ملک میں نہ جانے کیا کیا ہوا۔ باندہ میں بھی فضا گرم تھی، مسلم جوانوں اور عوام میں بڑا اشتعال تھا، قوی اندیشہ تھا کہ کیا کر بیٹھیں یا کیا ہو جائے، تو حکام نے حضرت سے گذارش ہی نہیں التجا کی۔ کہ شہر تشریف لائیں اور ہم شہر کے مسلمانوں کو جامع مسجد میں جمع کرتے ہیں آپ ان کو سمجھا کر قابو کریں۔ بہر حال حضرت نے حالات اور اپنے مزاج کے تحت منظور فرمایا۔ اور خطاب فرمایا۔ حق تعالیٰ نے بڑی اچھی باتیں کہلائیں۔ یہ خطاب حضرت کا فوری طور پر ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ پہلی اشاعت تو ہتورا سے ہوئی، اس کے بعد دیوبند

ودہلی کئی جگہ سے اس کی اشاعت ہوئی بلکہ ہوتی رہی اور رسالوں وغیرہ میں بھی شائع کیا۔
یہ خطاب ۷/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بعد ظہر جامع مسجد باندہ میں ہوا۔

اس موقع سے پورے خطاب کے بجائے اس کا ابتدائی حصہ جو حاصل خطاب ہے نقل کیا جارہا ہے، اصل خطاب کے لئے۔ پمفلٹ حاصل کیا جائے، خطاب کے اس ابتدائی حصے میں فی الجملہ وہ ساری بات آگئی ہے جو پیچھے ملک کی بہی خواہی کی بابت حضرت سے متعلق ذکر کی گئی ہے۔

"اس وقت مجھے جو کچھ آپ کے سامنے عرض کرنا ہے خدا کو حاضر اور ناظر جان کراور اس عقیدہ کو سامنے رکھ کر عرض کرنا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالی کے فرشتے میری ہر بات کو لکھ رہے ہیں، حشر میں خدا کے سامنے پیش ہوگی، اگر میں نے اپنے بھائیوں کو غلط راستہ بتایا، غلط مشورہ دیا تو دنیا میں بھی اس کی سزا ملے گی اور آخرت میں بھی، اس لئے آپ پورے اطمینان کے ساتھ سنئے جو کچھ کہا جارہا ہے قرآن اور حدیث کی روشنی میں، دین کے دائرے میں کہا جارہا ہے۔

جو حادثہ پیش آیا جس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو انتہائی دکھ پہنچا ہے، مومن ہی نہیں بلکہ کسی غیر مسلم کے اندر کچھ بھی شرافت ہوگی اور برائی سے نفرت کا جذبہ ہوگا اس کو بھی یہ حرکت ناپسند ہوگی، برے کام کو کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا، ہر ملک میں رہنے والا اپنے مذہب کے اعتبار سے آزاد ہوتا ہے، اس کی جان و مال، عزت وآبرو اور اس کے معابد (عبادت گاہوں) کی حفاظت ہر ملک کے فرمانروا کے لئے ضروری ہے، بلکہ ہر باشندے پر ایک دوسرے کی رعایت ضروری ہے، ہر ایک کا احترام ضروری ہے جو حکومت ملک میں رہنے والوں کی حفاظت نہ کرسکے ان کے شعائر کی حفاظت نہ کرسکے اس کو حکومت کرنے کا حق نہیں۔

اس وقت انتہائی صدمہ اور رنج ہے، مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے، لیکن

خدا کے گھر کی بے حرمتی برداشت نہیں کرسکتا، لیکن اس کے باوجود مسلمان ہر حال میں اپنی اسلامی تعلیمات سے الگ نہیں ہوتا۔ وہ اپنی خواہش اور جذبات پر عمل نہیں کرتا، بلکہ جو کچھ کرتا ہے قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں کرتا ہے وہ ہر غم اور خوشی میں اپنے پیغمبر کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔

اس وقت آپ کے جذبات ہیں اور کچھ کرنے کا ارادہ کررہے ہیں، ہمارا مذہب ایسے کام کی اجازت نہیں دیتا اور نہ عقلمندی کا تقاضہ ہے جنہوں نے ہم سے کوئی اعتراض نہیں کیا، اور نہ مقابلے میں آئے ان کی جان و مال کو نقصان پہنچانا جائز نہیں، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی، اس میں مذہب کی بدنامی ہے اگر آپ نے ایسا اقدام کیا تو اس کا انجام آپ جانتے ہیں کیا ہوگا جس جگہ مسلمان کمزور ہیں ان کے جان و مال عزت و آبرو کا کیا ہوگا؟

آپ حضرات ایسے حالات میں اسلامی تعلیمات کا نمونہ پیش کریں اور جو کچھ کریں شریعت کے حدود کے اندر رہ کر کریں اسلامی اخلاق کے ذریعہ بڑے سے بڑے دشمن کو ختم کرسکتے ہیں۔ اسکے بعد حضرت نے اسلامی اخلاق کی تاثیر کے بعض واقعات، انبیاء کے کچھ حالات سنائے اور دعاء و انابت کی بات فرمائی اور یہ شعر پڑھا ؎

(تذکرۃ الصدیق)

تلاطم ڈال دیتے ہیں خدا کے بحر رحمت میں
جو اسکے خوف سے آنکھوں سے چند قطرے نکلتے ہیں

حضرت کی سیاسی بصیرت کے واقعات

حضرت علیہ الرحمہ سیاسی باتوں سے دور رہتے، حتی کہ اخبار دیکھنے کا بھی کوئی قصہ نہ تھا لیکن جب سیاسی حالات سے باخبر حضرات اور حالات حاضرہ سے دلچسپی رکھنے والے مبصرین سے ملتے تو ملک، صوبہ اور شہر کے بارے میں بڑی فکرمندی سے خبر لیتے اور ملک کی شان کے خلاف یا نقصان دہ خبریں سن کر ان کا چہرہ غمزدہ ہوجاتا اور بے چینی سے یہ الفاظ نکل پڑتے اللہ پاک حفاظت فرمائیں۔

حضرت والا کی خدمت میں ہر ایک سیاسی پارٹی کے نمائندے دعائیں لینے پہونچتے حضرت سب سے خلوص کے ساتھ پیش آتے خاموشی سے خیر کی دعاء کردیتے حتی کہ جب اسلام مخالف تنظیمیں بھی الیکشن میں کامیابی کے لئے دعاء کیلئے پہونچیں اور حضرت نے دعاء فرمائیں تو اہل تعلق نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت ان کے لئے دعاء؟ آپ نے فرمایا میں نے سری (آہستہ) دعاء کی تھی اور اللہ پاک سے خیر ہی طلب کی تھی۔ حضرت والا کسی بھی سیاسی پارٹی سے بے رخی کا برتاؤ نہیں کرتے اخلاق سے پیش آکر ان کو قریب رکھتے اور موقع پر ضرورتمندوں کے مسائل ان کے ذریعہ حل کراتے اور بہت سے اہم سرکاری مسائل میں حضرت خاموشی سے کام کرجاتے، ایک نیک پولیس افسر سی او کا باندہ سے تبادلہ ہوگیا لوگوں نے حضرت سے ذکر کیا اور اپنی رائے ظاہر کی کہ یہاں ابھی ان کی ضرورت ہے حضرت نے خاموشی سے لکھنؤ میں اپنے خاص اور حکومت میں پہنچ رکھنے والے کو پرچہ لکھا اور فوری طور پر تبادلہ رکوادیا کسی کو بھنک بھی نہیں لگی کہ کام کہاں سے ہوا، دارالعلوم اسلامیہ بستی میں جب شرپسند حکام نے اہل مدرسہ کو خطرہ میں ڈالا حضرت نے اپنے جوہر دکھلائے اور تمام معاملات وخطرات حضرت کے اثر سے ٹل گئے۔ اس طرح کے بہت سے اہم معاملات میں سرکاری حکام کے پاس حضرت کی چند

سطور پہنچتے ہی واقعہ کا نقشہ ہی بدل جاتا تھا۔

ملک میں شناختی کارڈ کا مسئلہ آیا فوٹو کھنچوانے خصوصاً عورتوں کے شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کا مسئلہ پیدا ہوا مسلمانوں میں بے چینی اور مخالفت ہوئی بعض علماء نے بھی اس سے صاف انکار کر دیا اور دیگر حضرات نے بھی شور مچایا بالآخر حضرت والا نے اپنے قریبی اخبار و سیاست سے تعلق رکھنے والے جناب عبدالرشید صدیقی صاحب کو بلا کر ان سے فرمایا میری طرف سے چھاپ دیجئے کہ اس مسئلہ کو بے وجہ طول نہ دیا جائے جس طرح حج وغیرہ کیلئے پاسپورٹ میں فوٹو کھنچوانے پڑتے ہیں اسی طرح حکومت کے اس قانون کو دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مان لیں حضرت کا یہ بیان جب اخبار میں آیا تو سب خاموش ہو گئے اور نزاکت کا احساس ہو گیا۔

عربی مدارس اسلامیہ کے لئے ایڈ (امداد) قبول کرنے کے سلسلے میں بعض ممتاز اہل مدارس نے بھی حکومت کی اس پیشکش کو قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی حضرت نے سختی سے اپنا موقف خط کے جواب میں لکھ کر اسکو مدارس کے مستقبل کے لئے خطرناک قرار دیا۔

۹۲ء میں بابری مسجد کے انہدام کے قضیہ نے پورے ملک کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا عجیب ہنگامی اور بے چینی کے حالات طاری تھے اس وقت حضرت نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ ملک کے مسلمانوں کے سنبھالنے میں اہم رول ادا کیا۔ (وہ تقریریں اور تحریریں شائع شدہ ہیں) حضرت کی نگاہیں واقعی بڑی قلندرانہ تھیں کاش اللہ پاک اپنے اس مقبول بندہ کا کوئی ثانی بھیج دیتا۔

جہاد کا بھوت

حضرت اقدسؒ سخت بیمار تھے، سر میں بڑی بے چینی کا درد تھا، کشمیر سے بعض

مہمان حضرت سے ملاقات کے لئے آئے تھے، حضرت نے ان سے کشمیر کے حالات دریافت فرمائے اس وقت کشمیر میں تحریک آزادی زوروں پر تھی، مسلمان جہاد کے نام پر اپنا خون بہارہے تھے، گردنیں کٹارہے تھے، عورتیں بیوہ ہورہی تھیں، بچے یتیم ہورہے تھے، نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری ہورہی تھی، حضرت لیٹے ہوئے تھے، ان کی بعض باتیں اور یہ حالات سن کر سخت غم اور افسوس کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گئے، اور فرمایا کہ کوئی ان لوگوں کو سمجھانے والا نہیں، کچھ لوگ مل کر بیٹھیں اور ان کو سمجھائیں محض گردن کٹانے سے کیا فائدہ، محض جہاد کے نام پر گردن کٹادی جائے، عورتیں بیوہ ہوجائیں، یہ کوئی کمال نہیں، جہاد جہاد چلارہے ہیں، محض جہاد کا نام رکھ دینے سے کیا جہاد ہوجائے گا، ارے جہاد تو ایک اسلامی چیز ہے اس کے اصول وشرائط ہیں جب وہ شرائط پائے جائیں، اور اصول کے ساتھ کیا جائے تب کہیں جا کر جہاد ہوگا یہ تھوڑی کہ محض جہاد کا نعرہ لگادینے اور گردنیں کٹادینے سے جہاد ہوجائے؟ انجام پر بھی تو نظر رکھی جائے کہ اس کا انجام کیا ہوگا، ایک کے پیچھے سوکی جانیں جاتی ہیں، جہاں پاتے ہیں مارتے ہیں، کتنی عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں، نوجوان لڑکیوں کی عزت لوٹی جاتی ہے، دوسرے ملکوں تک اس کا اثر پڑتا ہے، معلوم نہیں کون ان کو سمجھارہا ہے کہ جہاد کرو جو بھی ان کو مشورہ دے رہا ہے، وہ غلط مشورہ دے رہا ہے۔ پاکستان اگر مشورہ دے رہا ہے، وہ بھی غلط کررہا ہے، پاکستان دوسروں کی کیا حفاظت کرے گا، اپنے ملک کی حفاظت تو کرنہیں پاتا، اس پاکستان کے بننے سے بہت نقصان ہوا، پاکستان بننے کے وقت بھی کتنا خون خرابہ ہوا اور بعد میں بھی چین سکون کی زندگی نصیب نہ ہوئی، وہاں بھی مارے کاٹے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے یہاں کے مسلمان بھی پیسے جاتے ہیں، کرے کوئی بھرے کوئی۔

کشمیر کے متعلق فرمایا کہ اچھے خاصے اطمینان سے وہ رہ رہے تھے، نماز روزہ کرتے، اعمال واخلاق کی تبلیغ کرتے ان اعمال کی تبلیغ کرتے جن سے اللہ راضی ہوتا

ہے اللہ کو راضی کرتے تو کشمیر آزاد ہو جاتا وہ اعمال تو کرتے نہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور آزادی کی کوشش کر رہے ہیں جب اللہ کی طرف سے آزادی نہ ہو تو ہمارے آزادی حاصل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔

آج کل کے سیاسی حالات جن سے مسلمان پریشان ہیں، آئے دن فتنے فسادات ہوتے رہتے ہیں، اور مسلمانوں ہی کی جان و مال کا نقصان ہوتا ہے اس موقع پر مسلمانوں کو جو کرنا چاہئے اور جو اصل علاج ہے وہ تو کرتے نہیں، ادھر ادھر کے ریزولیوشن پاس کرایا کرتے ہیں، اخباروں میں مضامین لکھ دیتے ہیں، اسٹیجوں میں بیٹھ کر تقریریں کر دیتے ہیں اس سے کہیں کام بنتا ہے؟ ان سیاسی لیڈروں نے ایسا ناس کیا ہے کہ اللہ کی پناہ، یہ سب کچھ نہ ہوتا، جو آج ہو رہا ہے جو کچھ بھی ہو رہا ہے انہیں لیڈروں کی بدولت ہو رہا ہے، ریزولیوشن پاس کرا کر اخباروں میں اشتعال انگیز مضامین لکھ کر سوتے ہوئے لوگوں کو جگانا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو سب ایک ہو گئے اور ہم میں پارٹیاں بن گئیں وہ سب متحد ہو کر ایک طاقت ہو کر ہمارے سامنے آگئے اور ہم لوگ آپس کے اختلاف ہی میں پڑے ہوئے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ لکھتا ہے اور سب شوبازی ہر ایک بڑا بننا چاہتا ہے۔ باقی اصل جو علاج ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔

آج تک سیاسی لیڈر نے نہیں کہا یا کسی اخبار والے نے آج تک نہیں چھاپا کہ اصل علاج اس کا یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی طرف متوجہ ہوں، جو حالات ہم پر آتے ہیں اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے اللہ کی نافرمانی کی، ادھر سے منھ موڑا، حالات تو اوپر سے نازل ہوتے ہیں اور اسباب یہاں بنتے ہیں، اس بے سروسامانی کے عالم میں ہم لوگ کر ہی کیا سکتے ہیں؟ سوائے اس کے کہ اگر کچھ کریں تو الٹے اور پیس کر رکھ دیئے جائیں، نوجوان شہید ہوں، عورتیں بیوہ ہوں، نوجوان لڑکیوں کی بے عزتی کی جائے اس کے علاوہ اور کیا اس کا انجام ہوگا، ارے ایسے وقت اللہ کی طرف کامل انابت ہو، اسی کے سامنے

روئیں گڑگڑائیں، اور دعائیں کریں، نافرمانیوں کو چھوڑ دیں، شراب جوا، چھوڑ دیں، ناچ گانوں کی محفلوں سے اور بے حیائی بے پردگی سے باز آجائیں نماز کو قائم کریں مسجد کو آباد کریں، پھر دیکھئے اللہ کی مدد آتی ہے یا نہیں؟ پرانی تاریخ دیکھیں، تاریخ یہی بتلاتی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے، کہ اللہ کی طرف جھکنے اور توبہ واستغفار کرنے اور انابت کرنے اور اسی سے دعائیں کرنے سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں مسائل حل ہوتے ہیں، اور یہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا گیا، موسیٰ علیہ السلام کے پاس کون سی طاقت تھی، ان کے مقابلہ میں فرعون کی پوری بادشاہی اور فوجی طاقت تھی لیکن انجام کیا ہوا، اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کون سا ہتھیار استعمال کیا، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کون سی طاقت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی کس طرح حفاظت فرمائی، ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا ہے آج بھی اسی کی ضرورت ہے، لیکن کوئی سیاسی اور کوئی لیڈر ان باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا نہ کوئی کہتا ہے طرح طرح کے مضامین لکھتے ہیں، ریزلیوشن پاس کراتے ہیں اس قسم کی باتوں کو اخبار والے بھی نہیں چھاپتے اور اگر کوئی ایسی باتیں کہے تو الٹے اس پر الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان کو بزدل بنانا چاہتے ہیں اور یہ گوارہ ہے کہ مسلمان پیس کر کے رکھ دیئے جائیں۔ اللہ پاک سمجھ دے۔ (مجالس صدیق)

پہلا سفر حج اور بریلوی طبقہ کی مذموم حرکتیں

۴۹ء میں حضرت کا پہلا سفر حج ہوا جبکہ مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں مدرس تھے، حضرت کا سفر حج بھی تکوینی طور پر آناً فاناً ہوا جس کی تفصیل حضرت کے الفاظ میں مفتی زید صاحب نے اس طرح نقل کی ہے:

فرمایا کہ میرے سفر کا بھی عجیب واقعہ ہے، مجھے یاد ہے کہ اس وقت تیرہ سو میں حج ہوا تھا اور میرے پاس اس وقت اتنے پیسے بھی نہ تھے، گھر میں ایک بیل پلا ہوا تھا اسکو

فروخت کر کے کچھ انتظام کیا گیا اور سفر حج کی تیاری شروع ہوئی میرے سفر حج کی خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو بہت سے لوگ محض اس وجہ سے تیار ہو گئے کہ اس کے ساتھ حج اچھی طرح ہو جائے گا۔ چنانچہ پورا ایک قافلہ تیار ہو گیا، جس میں جموارہ کے حاجی نصیر صاحب اور حاجی امداد صاحب بھی تھے، اس وقت رضا خانیوں کا غلبہ تھا، جب ان کو معلوم ہوا تو اپنی عادت کے مطابق انہوں نے برا بھلا کہنا شروع کیا اور مخالفت کی اور لوگوں سے یہ کہا کہ وہ تو وہابی ہے اسکے ساتھ سفر حج میں مت جانا یہ تو مدینہ پاک اور روضہ اقدس میں حاضری نہیں دیتے اور اسکے ساتھ ہی ایک بریلوی عالم صاحب کا علیحدہ قافلہ تیار ہوا، مقررہ تاریخ کے مطابق دونوں ہی قافلے سفر حج کے لئے روانہ ہوئے، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قدم قدم پر ان کو پریشانیاں لاحق ہوئیں اور ہم لوگ ان کے کام آئے۔

حضرت نے فرمایا وہاں پہونچ کر میرا معمول تھا کہ سارا وقت حرم پاک ہی میں گذرتا تھا، صرف ضروریات ہی کے لئے باہر نکلنا ہوتا تھا، البتہ اللہ تعالی نے ایک خدمت میرے سپرد کر دی تھی وہ یہ کہ میرے ایک حج کے ساتھی بیمار ہو گئے، اور بیماری بھی کیسی، دستوں کی، ان کی کوئی تیمارداری کرنے والا نہ تھا ان کے ساتھیوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا، اللہ نے مجھے توفیق دی چنانچہ میں ان کی پوری خدمت کرتا تھا ان کے لئے دوا لا کر کھلاتا، دستوں کو صاف کرتا، ان کے ناپاک کپڑوں کو دھوتا اور ان کو پاک صاف کر کے لٹاتا، کھچڑی پکا کر ان کو کھلاتا، مجھے کھچڑی پکانا نہیں آتی تھی لیکن جس طرح بن پڑتا تھا کرتا تھا، بس اس کام سے باہر آنا ہوتا تھا، ورنہ اسکے علاوہ سارا وقت حرم پاک میں گذارتا وہیں بیٹھے تلاوت کرتا، طواف کرتا دعائیں مانگتا۔

حاجی نصیر صاحب جموارہ والے فرماتے تھے کہ مولانا صاحب نے اس بیمار کی جس طرح سے خدمت کی ہے اس وقت مجھے ان کے اخلاق اور جذبۂ خدمت کا علم ہوا اور اس وقت میں سمجھا کہ مولانا صدیق صاحب کتنے بڑے درجہ کے آدمی ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ حج سے فراغت کے بعد احقر مدینہ پاک کے لئے روانہ ہوا اور روضہ اقدس میں جا کر حاضری دی، صلوۃ وسلام پڑھا، اور الحمدللہ سفر میں ہر طرح کی آسانی رہی اور جلدی پہونچ گیا تھا، ادھر بریلوی عالم صاحب کی قیادت میں جو قافلہ تھا وہ سب ان کی حرکتوں سے عاجز آچکے تھے بڑی تاخیر سے بمشکل مدینہ پاک پہونچے وہاں مجھ سے ملاقات ہوئی میں نے ان حضرات کی رہنمائی کی، پھر تو ان ہی کے لوگوں نے اپنے عالم صاحب کو خوب سنایا کہ تم کہتے تھے کہ یہ وہابی مدینہ پاک نہیں جاتے، روضہ پاک میں حاضری نہیں دیتے، صلوۃ وسلام نہیں پڑھتے، یہ تو تم سے پہلے پہونچ گئے تھے اور صلوۃ وسلام بھی پڑھتے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم بھی محروم رہ جاتے۔

(حیات صدیق۔ص:۱۴۷)

ایک حج میں دو حج کا ثواب لے کر لوٹے

مفتی عبیداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ رفیق محترم حضرت مولانا شمس الدین صاحبؒ (استاذ حدیث جامعہ) سے یہ سنا کہ حضرت کے پہلے سفر حج میں حافظ علی حسین بھی تھے، وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر سخت بیمار ہوگئے، تو حضرت ان کی عیادت میں لگ گئے، اس طرح کہ ان کا پیشاب و پائخانہ سب کراتے، ان کو نہلاتے دھلاتے اور ان کے قریب ہی رہتے اور یہ سب حضرت تنہا کرتے، باقی رفقاء طواف و نماز میں مصروف رہتے بانده میں یہ تبصرہ بھی آپس میں ہوا کہ مولوی صاحب یہاں آکر سب چھوڑے ہوئے ہیں، کسی نے حضرت سے ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ زیادہ ضروری ہے۔

ہوتے ہوتے ان کی حالت اتنی خراب ہوگئی کہ جانکنی کا حال ہوگیا، موت کا یقین کر کے رفقاء رونے لگے (جن میں ان کے گاؤں کے اور عزیزوں میں سے کچھ لوگ تھے) یہ حالت دیکھ کر حضرت فوراً حرم تشریف لے گئے اور حرم محترم کا پردہ پکڑ کر دعاء کی

اے اللہ موت تو آنی ہی ہے ایسا کردے کہ بچوں سے انکی ملاقات ہوجائے۔

اللہ کا کرنا کہ ادھر حضرت نے دعاء فرمائی اور ادھر حالت سنبھل کر پہلے جیسی ہوگئی، حج مکمل کرکے بیماری کے حال میں ہی واپس آئے اور ایک ہفتہ بیمار رہ کر انتقال کیا۔ بوقت انتقال بتاکید وصیت کی کہ نماز مولانا پڑھائیں، نہ ملیں تو مجبوری، حضرت کے پاس آدمی آیا حضرت آشوبِ چشم کی تکلیف میں تھے، تشریف لے گئے، بہت روئے اور نماز پڑھائی۔

سفر حج کی حضرت کی اس خدمت پر حضرت سے متعارف ایک صاحب علم مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہری علیہ الرحمہ (والد بزرگوار مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ) نے حرم مکی میں رفقاء سے فرمایا تھا "ہم سب ایک ایک حج کا ثواب لے کر جارہے ہیں اور مولانا صدیق صاحب دو حج کا ثواب لے کر لوٹ رہے ہیں۔" ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است

عمرہ اور نفلی حج کیلئے پیشکش اور حضرت کا جواب

مرادآباد سے ایک صاحب نے فون پر حضرت سے بات کی بعد میں حضرت نے فرمایا یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ مجھ کو بالکل تنہائی میں بلا کر عمرہ اور نفلی حج کے لئے بہت اصرار سے رقم دینا چاہی اور کہا مولانا میں آپ کو عمرہ کرانا چاہتا ہوں، میں نے انکار کیا ان کا بہت اصرار تھا میں نے کہا کہ عمرہ تو میں کروں گا نہیں اس وقت اس سے زیادہ ضروری میں اسکو سمجھتا ہوں کہ بہت سے دیہات ایسے ہیں جہاں مکاتب، مساجد کا نظم نہیں، بیوہ عورتوں کے اخراجات کا نظم نہیں ان میں خرچ کرنے کو میں زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کو پیسے خرچ ہی کرنا ہے تو آپ اس میں خرچ کریں۔ بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے یہ ہر سال عمرہ کرنے جاتے ہیں غریب محتاج بیوہ عورتیں پریشان ہیں، ان

ہی کے خاندان کے افراد مستحق ہوتے ہیں ان کی پرواہ نہ کر کے ہر سال عمرہ میں جاتے ہیں اسی طرح بعض لوگ ہر سال حج کرنے جاتے ہیں ارے اور بھی تو دین کے کام ہیں ہمارے بہت سے اکابر حضرت تھانویؒ وغیرہ کیا ہر سال نہیں جاسکتے تھے ان کے لئے کیا کمی تھی، بعض لوگوں کو حج بدل کا شوق ہوتا ہے دوسروں سے سفارش کرواتے ہیں حالانکہ حج بدل کا معاملہ بہت نازک ہے۔ ذرا سی کوتاہی میں سخت پکڑ ہوگی پتہ نہیں حج مقبول ہو یا نہ ہو۔ ضرورت سے زیادہ خرچ کیا اسکا حساب دینا پڑے گا اس میں بڑی بے احتیاطی ہوتی ہے۔ ارے حج کرے تو اپنے پیسوں سے کرے، جب اللہ حج کرائے تب کرے دوسروں سے مانگ کر کیا حج کرے۔ دوسروں سے اسکے لئے لوگ سفارش کرواتے ہیں اور خاندان میں کوئی غریب محتاج ضرورت مند ہو اسکے لئے سفارش نہیں کراتے !!

(افادات صدیق: ۳۶۹)

کئی قسم کے کھانے دیکھ کر حضرت کا آبدیدہ ہونا

ایک مرتبہ گھر میں کئی قسم کے کھانے تیار ہوئے تو حضرت والا رونے لگے اور فرمایا: کہ ایک وقت وہ تھا کہ صرف چٹنی روٹی پر اکتفا کی جاتی تھی اور آج یہ حال ہے کہ کئی قسم کے کھانے ہیں حضرت کے یہاں ایسا بکثرت اتفاق ہوتا کہ اچانک مدرسہ میں مہمان آجانے کی وجہ سے گھر کا پورا سالن بلکہ پورا کھانا مہمان کے لئے بھیج دیا گیا اور گھر میں سوکھی روٹی چٹنی پر اکتفا کیا گیا۔ (افاداتصدیق)

آخری سفرِ حرم اور غیبی نصرت

رمضان ۱۴۱۴ھ کا قصہ ہے حضرت کا افریقہ کا سفر ہوا واپسی کا سفر ہوا تو نیروبی وغیرہ ہو کر آئے، وہیں کہیں سے حجاز کے جہاز پر سوار ہونا تھا۔ ایر پورٹ پر جب کارروائی

کا مرحلہ آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کا جدہ کا ریزرویشن نہیں ہے اور ہو بھی نہ سکے گا، بات چیت کے بعد مایوسی ہوگئی اور یہ ہوا کہ اب تو حضرت کو براہِ راست ہندوستان ہی جانا پڑے گا، حجاز کے جو دوسرے رفقاء تھے (افریقہ کے حضرات) وہ اپنے جہاز پر جا کر بیٹھ گئے کیونکہ جہاز تیار تھا، پھر بھی ایک صاحب ایک مرتبہ پھر گفتگو کو گئے اور حضرت سر جھکا کر انابت کے ساتھ بیٹھے اور تاثر کے ساتھ:

''یا اللہ میں اس لائق نہیں کہ بلایا جاؤں''

ان صاحب نے جا کر بات کی اور حضرت کی طرف اشارہ کر کے کارکن کو متوجہ کیا، اتفاق سے اس وقت کاؤنٹر پر ایک خاتون بیٹھی تھی، نظر اٹھا کر حضرت کی طرف دیکھا اور قلم چلایا، کہا لاؤ اور جلدی بیٹھاؤ جہاز تیار ہے، بہر حال بھاگم بھاگ جہاز پر سوار ہوئے۔

حجاز سے واپسی براہ ممبئ ہوئی، ممبئ سے روانگی کے وقت باندہ اطلاع آگئی، گاڑی کے حساب سے لوگ اسٹیشن پر موجود تھے، بعد عشاء براہ جبلپور ''قطب'' ایکسپریس سے آنا تھا، گاڑی آئی تو حضرت نہ تھے، اس کے بعد دوسری گاڑی دیکھی گئی، اس میں بھی نہیں تھے، تو مانک پور اسٹیشن سے رابطہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ ممبئ سے آنے والی گاڑی مانک پور تاخیر سے پہنچی تو دونوں گاڑیاں چھوٹ گئیں، اب اگلی گاڑی سے آرہے ہیں، چنانچہ لکھنؤ ایکسپریس سے بوقت فجر تشریف لائے اور ملاقات پر فوراً ہی فرمایا:

''میں کھجور نہیں لاسکا، کیونکہ میرے پاس پیسے نہیں تھے، زمزم ایک شیشی میں تھا مگر گاڑی پر رہ گئی۔''

یوں افریقہ تا حجاز اور تا ہند سفر اس درویش کا اس کی شایان شان رہا۔

(تذکرۃ الصدیق)

حدیث کا سراپا مصداق

ایک بار ایک مدرسہ کے جلسہ میں بارہ بجے رات تک شریک رہے وہاں سے اُٹھے تو ایک صاحب اپنے گھر لے گئے وہاں سے گاڑی پر بیٹھے تو دو بجے رات کو دوسرے صاحب اپنے گھر لے گئے حضرت کی دلداری ہے کہ ہر ایک کے گھر بے تکلف جا رہے ہیں پھر اٹھے تو ڈیڑھ گھنٹہ پر چل کر ایک قصبہ میں پہنچے، سارا قصبہ چشم براہ تھا لوگ انتظار اور شوق میں رات بھر سوئے نہیں تھے، ایک قافلہ قصبہ سے ایک کلومیٹر پہلے منتظر تھا، حضرت کی گاڑی گذر گئی، وہ لوگ دوڑ پڑے، اور بھی قافلے جگہ جگہ راستہ دیکھ رہے تھے، حضرت قصبے کے اندر پہنچے تو پورا قصبہ مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑا کہا گیا کہ بعد میں مصافحہ ہوگا ابھی حضرت کو تھوڑی دیر آرام کرنے دیں، لوگ رک گئے، حضرت کمرے کے اندر تشریف لے گئے، باہر عشاق کا ہجوم تھا، حضرت نے ایک رفیق سفر سے کہا کہ مجھے تھوڑی مہلت مل جاتی رفیق سفر نے کہا کہ حضرت آپ آنکھ بند کر کے لیٹ جائیں آگے میں سمجھا لوں گا اتنا سنتے ہی حضرت بلا تامل اور بلا تاخیر آنکھ بند کر کے لیٹ گئے، اب اس رفیق نے سمجھایا کہ حضرت سو گئے ہیں، آپ لوگ اب دروازہ چھوڑ دیں ہجوم ختم کر دیں لوگ ہٹ گئے اور حضرت واقعتاً نیند سے سو گئے مگر شاید پندرہ منٹ گزرا ہو کہ حضرت تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ رفیق ہکا بکا ہو گئے حضرت آرام کیجئے، مگر اب آرام کہاں؟ وضو کیا اور ہاتھ باندھ کر نماز میں مشغول ہو گئے، اللہ کی وہ محبت دل میں تھی کہ نیند کو وہ اڑا دیا کرتی تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ اللہ تعالی تین شخصوں سے بہت محبت فرماتے ہیں ان میں سے ایک شخص کا حال آپ نے بتایا کہ قوم ساروا لیلتھم حتی اذا کان النوم احب الیھم مما یعدل بہ فوضعوا رؤوسھم فقام ویتملقنی ویتلو آیاتی (مشکوۃ)

اللہ تعالیٰ جن تین آدمیوں سے محبت فرماتے ہیں ان میں سے ایک شخص وہ ہے کہ کچھ لوگوں کے ساتھ رات بھر چلا، پھر جب اس کو نیند ہر چیز سے پیاری اور محبوب ہوگئی جو اسکے برابر ہوسکتی ہے، اور انہوں نے اپنے سر بستروں پر رکھ لئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ آدمی علیحدہ کھڑے ہوکر میری خوشامد کرنے میں اور میری آیات کی تلاوت کرنے میں لگ گیا آپ غور کیجئے حضرت وہی آدمی ہیں یا نہیں؟ پھر وہ اللہ کے محبوب کیوں نہوں گے؟

میرا ذکر نہ کیجئے

ایک بار باندہ "کھائیں پار" میں جلسہ سیرت منعقد ہوا، جناب مولانا مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوری تقریر فرما رہے تھے، دوران تقریر حضرت کے اخلاق وکمالات کا تذکرہ فرمانے لگے تو حضرت کا پرچہ پہونچ گیا کہ میرا ذکر نہ کیجئے، اصل موضوع یعنی سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائے۔ (تذکرۂ صدیق)

حال چھپا کر قلی گیری

حضرت مولانا نفیس اکبر صاحبؒ صدر المدرسین جامعہ عربیہ ہتھورا فرماتے ہیں: ایک بار میں نے حضرت سے سوال کیا کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی صاحب آپ سے ملنے آئے ہوں اور آپ کو پہچانتے بھی نہوں وہ آپ کے ساتھ ہی گاڑی سے اترے ہوں اور تعارف یہاں آکر ہوا ہو، تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا میں باندہ سے بس کے ذریعہ چل کر نومیل پر اترا ایک صاحب جنکے ساتھ ان کا کافی سامان بھی تھا وہ بھی بس سے اترے میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہتھورا میں نے پوچھا ہتھورا کس کے یہاں جانا ہے تو وہ بولے مولانا صدیق صاحب کے

یہاں، میں نے ان کا سامان اٹھالیا اور ہم دونوں ہتھورا کے کچے راستے پر چل پڑے راستہ میں میں نے ان سے پوچھا کہ مولانا سے آپ کا کیا کام ہے؟ تو وہ بولے جب مولانا صاحب سے ملاقات ہوگی تو انہیں بتاؤں گا، میں خاموش ہوگیا اور ڈیڑھ میل کا پیدل راستہ طے کر کے جب ہتھورا پہونچے اور اساتذہ طلباء سے ملاقات ہوئی اور ان صاحب کو معلوم ہوا کہ صدیق احمد میں ہی ہوں، تو وہ بہت شرمندہ ہوئے میں نے ان کو مطمئن کیا کہ اگر میں اپنا تعارف کرادیتا تو آپ کو یہاں تک کیسے لاتا۔

کاغذ کے احترام کا اہتمام

حضرت مولانا انتظام صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت علیہ الرحمہ کو مسجد جاتے ہوئے دیکھا مسجد کے قریب پہونچے ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا، ٹکڑا اٹھا کر رومال میں باندھ لیا موقع نہیں تھا کہ کہیں ڈالا جاتا پھر ایک بار دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں داڑھی کھجلائی تو ایک بال ٹوٹکر دامن پر گر گیا اسکو اٹھا کر دیکھا پھر جیب میں رکھ لیا میں نے تجاہل عارفانہ سے پوچھا حضرت کیا رکھ لیا ہے؟ فرمایا بال ہے باہر ڈال دیں گے یہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے کہ بال مسجد میں پھینکا جائے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ایسی معمولی باتوں کا لحاظ تو ہم لوگ نہیں کر پاتے۔ اس قدر حضرت ہر طرح کے گرے پڑے کاغذ کا احترام کرتے اور زمین پر پڑا نہیں رہنے دیتے کہ ہم لوگ ہمہ وقت اس طرح کے عمل سے عاجز آجائیں حضرت کے قلب میں گرے پڑے کاغذ کا بھی بے پناہ احترام موجزن تھا جس کا یہ اثر تھا حضرت کا ارشاد ہے کہ کاغذ کا بھی بہت احترام کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہی آلات علم میں سے ہے۔ ایک شخص کو صرف اس بنا پر مغفرت ہوگئی تھی کہ اس نے گرے ہوئے کاغذ کو جس پر اللہ لکھا ہوا تھا اسکو ادب کی وجہ سے اٹھالیا اسی پر اللہ نے اسکی بخشش فرمادی۔

نعمت کی قدر وناقدری

عشاء بعد کی یومیہ ایک نشست میں نعمت کی قدر اور ناقدری پر مضمون چل رہا تھا اور کافی دیر سے بہت دھیمی بجلی آرہی تھی جسکی وجہ سے روشنی بھی کم تھی گرمی سخت تھی پنکھوں کی ہوا بہت معمولی اور ناکافی تھی لوگ گرمی کی شدت سے شدید پریشان تھے اسی اثناء میں بجلی چلی گئی اور سخت تاریکی چھا گئی اور گرمی نے ہر ایک کو تڑپا دیا اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اب قدر معلوم ہورہی ہے اس معمولی بجلی کی کمی، بجلی کمزور تھی لیکن تھی تو پنکھے گو آہستہ چل رہے تھے لیکن چل تو رہے تھے ہوا معمولی سہی لیکن آتو رہی تھی لیکن اسی کا رونا تھا کہ بجلی پوری نہیں آرہی لیکن اب اسکی قدر معلوم ہورہی ہے کہ نہ ہونے سے وہی بہتر تھی جنریٹر چلایا گیا عجیب اتفاق کہ وہ اسٹارٹ ہوا لیکن کسی وجہ سے روشنی نہ ہوسکی حضرت نے فرمایا روشنی کیسے ہوگی ہم نے تو نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی ہے اور نعمتوں کی ناقدری کا یہی وبال ہوتا ہے کہ وہ نعمت چھین لی جاتی ہے اللہ تعالی نے جسکو جس حال میں رکھا ہے اور جسکو جو کچھ بھی دے رکھا ہے اسکو اسی پر راضی اور خوش رہنا چاہئے اور اسی کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے اللہ پاک نعمت میں اضافہ فرمائیں گے۔

اہل بدعت کا جلسہ اور حضرت کا سلوک

ابتدائی دور کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ باندہ میں اہل بدعت نے ایک جلسہ کیا، جس میں اہل حق علماء کو اور وہابیوں کو نشانہ بنا کر بہت برا بھلا کہا صدیق زندیق کہا اس جلسہ میں حضرت کے بعض باہمت ماننے والے بھی تھے ان سے برداشت نہ ہوا اس نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ کیا ہورہا ہے دوست نے حضرت کا ایک چھوٹا سا پرچہ دکھلایا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ان لوگوں کا جلسہ ہورہا ہے مجھ کو برا بھلا کہیں گے جوابی کارروائی نہ کرنا

خاموش رہنا، صبر سے کام لینا، لڑنا جھگڑنا نہیں، فتنہ نہ کرنا، چنانچہ وہ بھی خاموش ہوگئے۔

(حیات صدیق ص:۱۶۲)

سنگ بنیاد، ختم بخاری، افتتاح اور رسم اجراء

تقاریب میں غلو کی اصلاح

حیدر آباد سے ایک ذی استعداد عالم صاحب تشریف لائے اور اپنے وطن کیلئے حضرت کو دعوت دی کہ مدرسہ میں جلسہ طے کیا ہے حضرت والا شرکت فرمائیں اسی موقع پر وہ اپنی سیرت کی کتاب کی رسم اجراء بھی کرانا چاہتے تھے کہ حضرت کے ہاتھوں اسکا اجراء ہوجائے گا۔ حضرت نے فرمایا: اس کام کے لئے مجھ کو نہ بلایئے آپ کے مدرسہ میں آجاؤں گا دعاء کردوں گا لیکن رسم اجراء مجھ سے نہ کرایئے۔ غیر شعوری طور پر ہمارے حلقہ میں یہ سب چیزیں داخل ہوتی جارہی ہیں، ہر چیز میں شہرت ریا، دکھلاوا، کوئی کام تو خلوص سے اللہ کے واسطے ہو سنگ بنیاد، افتتاح بخاری، ختم بخاری کی تقریب وغیرہ کا بہت رواج ہوتا چلا جارہا ہے ان سب کو ختم کیجئے، اکابر کے نہج پر آپ بھی کام کیجئے، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ناجائز اور حرام ہے سنگ بنیاد کا احادیث سے ثبوت ہے لیکن اس وقت جو صورتحال ہوگئی ہے اس میں مقصود سوائے شہرت اور نمود کے کچھ نہیں ہوتا، ختم بخاری کے لئے اشتہار چھپتے ہیں خصوصی دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ دارالعلوم دیوبند والوں نے یہ طے کردیا کہ ختم بخاری کا اب اہتمام نہ ہوگا اسکے لئے کوئی تشہیر نہ ہوگی وقت پر جو لوگ ہوں گے بغیر کسی اہتمام کے دعاء میں شریک ہوجائیں گے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ختم بخاری کو اتنی اہمیت کیوں دی جارہی ہے؟ کیا ختم بخاری کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے اور ختم قرآن کے بعد دعاء قبول نہیں ہوتی؟ قرآن کے بعد تو دعاء کا قبول ہونا حدیث

میں آیا ہے پھر قرآن کا تو اتنا اہتمام نہیں اور ختم بخاری کا اتنا اہتمام کہ اس میں شرکت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں، بہر حال ان صاحب نے کہا کہ حضرت یہ سب اہتمام نہ کروں گا آپ صرف آکر دعاء کر دیجئے گا، حضرت نے فرمایا اتنے اہتمام سے دعاء کرانا یہ بھی رسم ہے۔ دعاء یہاں سے بھی ہوسکتی ہے مجھے آنے سے انکار نہیں آؤں گا لیکن ہر چیز اپنی حد پر رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کسی کی ذات کے ساتھ خاص نہیں، اسکی نصرت اعمال کے ساتھ ہوتی ہے، اعمال اچھے ہوں گے، اللہ کی نصرت ہوگی۔

سفر میں تلاوت قرآن و نعت رسول میں انہماک

راقم الحروف نے متعدد بار حضرت کو سفر میں دیکھا کہ ہلکی بھینی بھینی آواز سے قرآن کی تلاوت جاری ہے۔ خود ہی فرماتے کہ مجھ کو تو سوائے سفر کے (یا رمضان المبارک کے) اور کوئی وقت تلاوت قرآن پاک کے لئے مل ہی نہیں پاتا، لمبے سفروں میں آپ دو تین یوم میں پورا کلام پاک دوران سفر گاڑی ہی میں مکمل کر لیتے۔ اگر کچھ یکسوئی ہوتی تو موقع پا کر نعتیہ اشعار میں آپ محو ہو جاتے اکثر نظمیں حضرت نے اپنے اسفار میں ہی کہی ہیں، سفر میں بھی آپ کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا، ہر لمحہ اجر و ثواب اور آخرت کے جذبہ سے امت کے کام میں یا عبادت ہی میں مشغول ہوتا ایک سفر کا واقعہ مولانا محمد ارشد فیض آبادی لکھتے ہیں کہ

رات کا پروگرام مدرسہ گُرینی سے پورب ۴،۵ کلومیٹر دور مانی کلاں غیاث پور نوناری کا تھا اس لئے وہاں کے لئے روانگی ہوئی، احقر نے ہی حضرت سے معیت کی اجازت لیکر حضرت ہی کے ہمراہ "مانی" کا سفر کیا۔ پھر صبح کو ہنسور ضلع امبیڈکر نگر جانا تھا، احقر نے رفیق سفر کی حیثیت سے حضرت کے ساتھ ہنسور وغیرہ کے پروگرام میں ساتھ چلنے کی درخواست کی جس کو حضرت نے طیب خاطر و خندہ پیشانی سے قبول فرمالیا۔

اور ساتھ چلنے کی منظوری عنایت فرمادی صبح کو اول وقت میں ہم لوگ مانی کلاں سے ہنسور کیلئے روانہ ہوگئے راستہ میں حضرت قاری صاحب نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے اور کہاں رہتے ہو، میں نے نام کیساتھ اپنا غریب خانہ قصبہ بھدرسہ ضلع فیض آباد بتلایا۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ وہاں ایک صاحب اقبال فیضی رہتے ہیں آپ ان کو جانتے ہیں میں نے عرض کیا ہاں جانتا ہوں بلکہ وہ تو میرے محلّہ ہی کے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے ایک درود وسلام لکھا ہے جو بہت ہی مقبول ہے اور عمدہ بھی ہے میں نے کہا ہاں وہ تو میرے پاس اس وقت قلمی لکھا ہوا موجود بھی ہے۔ حضرت نے دوبارہ فرمایا کہ تمہارے پاس یہاں ہے میں نے کہا ہاں، حضرت نے فرمایا کہ اس کو مجھے سناؤ، چنانچہ حضرت کے کہنے پر میں نے اس کو ترنم سے پڑھنا شروع کیا (جبکہ میں ترنم سے پڑھنے کا نہ عادی ہوں اور نہ ترنم سے پڑھنے کا ڈھنگ ہے) لیکن حضرت کا حکم تھا اس لئے الامر فوق الادب کے تحت پڑھنا شروع کر دیا۔ تو دیکھا کہ حضرت پر ایک وجد کی کیفیت سی طاری ہے اور حضرت بہت محظوظ ہو رہے ہیں، میں جتنا ہی پڑھتا جاتا حضرت کو اتنا ہی وجد آتا۔ بالآخر میں نے پوری نظم قلمی جو میرے ہاتھ میں تھی پڑھ کر سنادی، حضرت نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو کوئی چھپوادے، میں نے کہا کہ حضرت آپ دعاء فرمائیں میں انشاء اللہ اسکو چھپوادونگا۔ حضرت نے دعاء دی اور فرمایا کہ جب چھپ جائے تو میرے پاس بھی بھیج دینا۔ الحمدللہ وہ درود وسلام اور کچھ مختلف نظمیں یکجا کر کے ایک رسالہ کی شکل میں طبع کرادی گئی ہیں جس کا نام ''ہمدرد مسلماں'' ہے پھر وہ کتابچہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں الغرض کلام الٰہی ونعت نبوی سے حضرت کا دل ودماغ قلب ولسان سرشار رہتا موقع نہ ملنے کی وجہ سے سفر میں ہی اپنے اوقات کو غنیمت سمجھ کر۔ ان کاموں میں مشغول رکھتے۔

نماز کا انہماک وکیفیت

حضرت نماز بڑے اہتمام سے ادا فرماتے، ایک ایک رکن باطمینان کامل ادا ہوتا تھا، کہیں کسی مرحلہ میں عجلت نہیں دکھائی دیتی تھی اور اطمینان کا یہ اندازہ ہوتا تھا کہ دیکھنے والا حضرت کے انہماک ولطف کو محسوس کر سکتا تھا، نیت باندھنے کے بعد حضرت کا قلب اور توجہ کس درجہ ماسوی اللہ سے غافل و دور ہو جاتا تھا، ایک واقعہ سے اندازہ لگائیے، اس واقعہ کو مولوی انیس صاحب کے بیان کے مطابق پوری تفصیل سے نقل کیا جارہا ہے اس لئے کہ اس میں حضرت کی ذات کی نسبت سے اور بھی شواہد موجود ہیں:

۷۲ء یا ۷۳ء کا قصہ ہے کہ ایک نابینا طالب علم جو سیتاپور کا رہنے والا تھا جن کا نام یاد نہیں ہے وہ مغرب وعشاء کے درمیان پہلی منزل کی چھت سے نیچے گر پڑا، اس وقت تک مدرسہ کی چھتوں پر چہار دیواری نہیں تھی، اس طالب علم کا پیر بیچ ران سے ٹوٹ گیا اور ہڈی ٹوٹ کر گوشت میں ایک دوسری طرف گھس گئی اس وقت مدرسہ میں کوئی گاڑی وغیرہ نہ تھی اور دیر ہونے کی وجہ سے آخری بس نومیل سے جا چکی تھی، حضرت نے فرمایا عشاء تک دیکھ لیا جائے شاید اللہ تعالیٰ کوئی سواری بھیج دے۔ بظاہر اس وقت سواری کے آنے کا کوئی امکان نہیں تھا کیونکہ اس وقت حضرت کے پاس لوگوں کی اتنی آمد ورفت نہیں تھی، خال خال کوئی آجاتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ بعد عشاء کچھ نہیں ملے گا تو بیل گاڑی تو ہے ہی وہ اپنی مستقل سواری ہے، چنانچہ گاؤں سے اس کا نظم کر لیا گیا یہاں مدرسہ میں تعلیم کی وجہ سے نماز عشاء بہت دیر سے ہوتی رہی ہے جیسا کہ آج بھی دستور ہے، جس وقت یہ واقعہ پیش آیا گرمی کا زمانہ تھا، ساڑھے نو، پونے دس بجے نماز ہوتی تھی اور نماز سے فارغ ہو کر مذاکرہ وغیرہ کے بعد مسجد سے ساڑھے دس بجے نکلنا ہوتا تھا۔

بہر حال مسجد سے نکلنے کے بعد بیل گاڑی تیار کی جارہی تھی اس پر بستر وغیرہ لگایا

جارہا تھا کہ ایک گاڑی کا ہارن سنائی پڑا، حضرت نے فرمایا دیکھو کون سی گاڑی آئی ہے، پھاٹک پر جاکر معلوم کیا گیا جہاں وہ گاڑی تالہ بند ہونے کی وجہ سے کھڑی تھی، معلوم ہوا کہ ٹرک ہے اور اینٹ لے کر آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں الہ آباد سے اینٹ لایا تھا کہ باندہ میں بیچ لوں گا لیکن نہیں بکی، اگر مولانا صاحب کو لینا ہو تو لے لیں حضرت نے فرمایا بالکل لینا ہے اور تمام لڑکوں کو لگادیا کہ اس کو فوراً اتارو کہ جلدی ہو جائے، ٹرک فوراً ہی خالی ہو گیا، حضرت اور کچھ طالب علم جن میں احقر بھی تھا اس طالب علم کو لے کر باندہ چلے، سرکاری اسپتال پہنچ کر ڈاکٹر کو دکھایا گیا ڈاکٹر نے کہا کہ پہلے اس کی پیر کی کھنچائی ہوگی اور پتھر باندھ کر لٹکایا جائے گا۔ ورم کم ہونے کے بعد پلاسٹر باندھا جائے گا۔ دو تین روز کم از کم لگیں گے، فی الحال ہم رات ہی کو کھینچ کر پتھر لٹکا دے رہے ہیں، اس کو آرام مل جائے گا۔ جب ڈاکٹروں نے پیر کو کھینچنا چاہا تو وہ طالب علم بہت زور زور چلانے لگا اور حضرت کو آواز دے کر کہنے لگا ''ہم مرجائیں گے آپ ہمارے ماں باپ ہیں، آپ بچائیے۔'' حضرت نے ڈاکٹروں سے فرمایا کوئی دوسری صورت نہیں؟ اس کو بے ہوش کردو۔ انہوں نے کہا'' بغیر بے ہوش کئے کھنچائی ہوگی، اس صورت میں ہڈی کے بیٹھنے پر فوراً معلوم ہو جائے گا'' تو حضرت نے فرمایا پھر تھوڑا رک جاؤ میں یہاں سے چلا جاؤں اس کے بعد حضرت کمرے سے نکلے اور تھوڑا ہٹ کر برآمدے میں رومال بچھایا اور نماز پڑھنے لگے، ڈاکٹروں نے اپنا کام شروع کیا اور طالب علم نے اپنا کام یعنی چلانا شروع کردیا، رات کے تقریبا ایک بج رہے تھے، وہ طالب علم اتنی زور زور سے چیخ رہا تھا کہ اسپتال کے دونوں طرف دور تک آواز جارہی تھی، تھوڑی دیر میں ڈاکٹر فارغ ہو گئے اور طالب علم کو آرام ہو گیا اور وہ خاموش ہو گیا، حضرت نماز میں مشغول رہے، کافی دیر کے بعد جب سلام پھیرا ہم لوگ قریب پہونچے، پوچھا کیا ہوا؟ ہم لوگوں نے کہا کھینچائی ہوگئی اور اس کو آرام ہو گیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا'' وہ چیخ نہیں رہا تھا'' ہم لوگوں نے کہا: حضرت وہ تو بہت زور زور سے چیخ

رہا تھا‘‘ حضرت خاموش ہو گئے نماز کے اندر حضرت کو بالکل احساس نہیں ہوا کہ وہ چیخ رہا تھا۔ (تذکرۃ الصدیق)

حضرت کے آخری رمضان

واعتکاف میں ایک عجیب نور کا مشاہدہ

حضرت مفتی عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں: کہ احقر مدرسہ کی سالانہ چھٹیوں میں رمضان میں مدرسہ کے لئے سفر پر رہتا ہے، ایک دو یوم کے لئے آنا ہوتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کے آخری رمضان کے آخری دن حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، میرے ساتھ دیگر برادران (سعید وعمیر وحافظ ظفر الحسن) بھی تھے، ہم لوگ ۲۸ر رمضان کو بعد مغرب وہ بھی کچھ تاخیر سے پہونچے، حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور زیارت و محبت سے بہرہ ور ہوئے، حضرت نے تقریباً فوراً ہی فرمایا:

’’کل رات ایک عجیب بات ہوئی (۲۸ویں شب کو) میں تو کچھ تکلیف میں تھا جلد ہی لیٹ گیا تھا، اس لئے مجھ کو بعد میں معلوم ہوا، تراویح کے بعد **معتکفین** میں سے ایک صاحب صحن مسجد میں آئے (موسم سردی کا تھا) اوپر نگاہ اٹھی تو ایک عجیب سی روشنی اور قمقمے سے ان کو نظر آئے، انہوں نے دوسرے کو متوجہ کیا، اس طرح ہوتے ہوتے کئی آدمی باہر آئے اور سب نے دیکھا، پھر وہ روشنی غائب ہو گئی۔‘‘

ظاہر ہے کہ ماہِ مبارک کی بابرکت رات اور وہ بھی آخری عشرہ کی آخری راتیں ایک شیخ کامل کی معیت وسرپرستی، یہ روشنی وقمقمے، بظاہر حال۔ اس روشنی کے علاوہ کیا ہو سکتے ہیں جن کو صحابی رسول اسید بن حضیرؓ نے دیکھا تھا، بخاری میں روایت آئی ہے کہ وہ ایک رات سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے پاس میں ان کا بچہ سو رہا تھا اور قریب ہی گھوڑا

بندھا ہوا تھا، اتنے میں وہ بدکنے لگا، انہوں نے بچہ کو الگ کیا اور نگاہ اوپر اٹھی تو ایک سائبان سا نظر آیا جس میں قمقمے چمک رہے تھے، جو تھوڑی دیر کے بعد اوپر کو چلا گیا، جب صبح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ تھے، تمہارا قرآن سننے آئے تھے۔

بہر حال یہ جو کچھ تھا دیکھنے والوں اور اعتکاف میں موجود حضرات سب کے لئے ایک بشارت تھی اگلی صبح جب ہم لوگ ہتورا میں موجود تھے، ماہ رمضان کی انتیسویں اور آخری صبح تھی، بعد فجر حضرت کا بیان ہوا، جبکہ معمول ظہر بعد بیان کا تھا لیکن آخری دن کا امکان ہونے کی بنا پر یہ الوداعی بیان تھا، اور اتفاق سے اس سے قبل دو باتیں پیش آچکی تھیں ایک تو یہ مشاہدہ جس کا تذکرہ کیا گیا اور دوسری یہ کہ ۲۷ویں شب میں مجمع کی زیادتی کے ساتھ آنے والوں کی لاپرواہی پر حضرت نے ناگواری کا اظہار فرمایا تھا اور شدید حتی کہ فرمایا تھا کہ آئندہ نہ آئیں اور میں ہی نہ ملوں گا، تو حضرت کے پیش نظر یہ سب باتیں آخری دن ہونا، اور مذکورہ مشاہدہ اور اس پر حضرت کا تاثر جو یقیناً مسرت اور احساس قبولیت وعنایت کا تھا، پھر ۲۷ویں شب کی بات، اور مجمع میں ظاہر ہے کہ بہت مخصوص لوگ تھے یعنی **معتکفین** اور مدرسہ وباہر کے کچھ لوگ جو رات تک یا صبح تک اپنے گھروں کو پہنچ سکیں۔ غیر **معتکفین** زیادہ تر واپس ہو چکے تھے۔

بہر حال حضرت نے خطاب فرمایا اور بہت لمبی بات نہیں فرمائی، جو مخصوص مجمع سامنے تھا، اور ان حضرات کی پورے عشرہ کی جدوجہد پیش نظر تھی اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں نے وقت کی قدر کی، آئندہ بھی آیئے اسی طرح وقت گذاریئے، یہ آپ کی محنت وقدر دانی ہی تھی کہ جس کی بدولت آپ لوگوں نے جو کچھ دیکھا۔۔۔دیکھا، اللہ تعالی سب کو قبول فرمائے۔

تحفظ ختم نبوت کی فکر

قادیانی فتنہ کی طرف سے حضرات اکابر رحمہم اللہ کی طرح حضرت والا کی بے چینی اور فکر مندی بڑھی ہوئی تھی اور اس فتنہ کی زہرناکی کا جو آج کل مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا ہے پورا پورا احساس تھا، اس سلسلہ میں حضرت مختلف اشخاص کو متوجہ کرتے رہتے خود لگے رہتے اور اس فتنہ کے تعاقب میں کام کرنے والوں کی سرپرستی و ہمت افزائی فرماتے۔ ضلع فتح پور میں سیمور قصبہ میں جب قادیانی قدم گھس آئے تو حضرت نے فتح پور کے نوجوان فاضل دیوبند مولانا محمد عمر کو اس طرف متوجہ کیا جنہوں نے باقاعدہ رد قادیانیت کی ٹریننگ حاصل کر کے حضرت کی سرپرستی میں ایک مجلس قائم کی، جو سیمور، بہوا، غازی پور وغیرہ علاقہ میں قادیانی سرگرمیوں کا خاتمہ کرتی رہی حضرت نے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند سے اس سلسلہ میں رابطہ وخط و کتابت کا سلسلہ رکھا مجلس کے ناظم عمومی حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مراسلت جاری رہتی اور درمیان درمیان افراد و مبلغین کرام کے ذریعہ تبادلۂ خیالات ومشورے ہوتے۔ مولانا شاہ عالم مبلغ تحفظ ختم نبوت دیوبند لکھتے ہیں

ایک مرتبہ دن میں تقریبا ۲ بجے راقم سطور باندہ پہنچا ملاقاتیوں کی ایک بھیڑ جمع تھی اسی حال میں بندہ بھی مصافحہ کے لئے آگے بڑھا اور جوں ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نام لیا حضرت پوری طرح متوجہ ہوگئے اور اپنے قریب بٹھا لیا مشغولیت اور ملاقاتیوں کی بھیڑ دیکھ کر بندہ نے جلدی جلدی روداد سفر سنائی اور واپسی کی اجازت چاہی، حضرت نے فرمایا ٹھہرئے اتنے میں چائے آگئی جو حضرت نے مجھ ناچیز کے لئے ہی منگائی تھی چائے سے فراغت کے بعد واپسی کی اجازت چاہی تو مدرسہ کے ایک استاذ کو بلا کر حضرت نے فرمایا بھائی جو کچھ کھانا حاضر ہو فوری طور پر لاؤ اور بندہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مولانا کو پہلے کھانا کھلاؤ اسکے بعد رخصت کرو یہ بہت نیک مقصد کے لئے نکلے ہیں بندہ ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کرہی رہا تھا کہ قریب میں ایک کاغذ پاکر حضرت نے مصافحہ کا سلسلہ بند کر کے کچھ لکھنا شروع کیا وہ تحریر کیا تھی حضرت مولانا قاری سید عثمان صاحب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام حوصلہ افزائی اور مجھ ناچیز کو وہاں بھیجنے کا شکریہ اور دعاؤں سے بھرپور ایک خط تھا، حضرت نے یہ خط لکھ کر بندہ کے حوالہ فرمایا اسکے بعد پھر ملاقاتیوں کے طرف متوجہ ہوئے۔

ایمانی جرأت وبیباکی کے واقعات

ایمرجنسی کے زمانہ میں نسبندی کا ہنگامہ چل رہا تھا، جواز کے فتویٰ کے لئے بڑے بڑے علماء پر اندرا گاندھی کی طرف سے دباؤ ڈالا جارہا تھا اس زمانہ میں حضرت والا باندہ شہر کی جامع مسجد میں معتکف ہوگئے، علاقہ میں حضرت والا کی گرفتاری کی افواہ اڑ رہی تھی، مسلم وغیر مسلم گاؤں دیہات سے بھی آکر بھیڑ لگا رہے تھے، اندرا گاندھی نے وزیر اعلیٰ اترپردیش کو حکم دیا تھا اور وزیر اعلیٰ نے کانپور کے اعلیٰ آفیسر کو حکم دیا تھا کہ از خود جاکر بابا جی سے زبانی وتحریری جواز کا فتویٰ حاصل کرلیں۔ چنانچہ کانپور سے اعلیٰ سرکاری عملہ سینکڑوں کی تعداد میں دسیوں گاڑی میں باندہ پہنچ گیا اور باندہ کلکٹر ڈی ایم وغیرہ کو ساتھ لے کر باندہ کی جامع مسجد میں پہونچ گئے، چند بڑے بڑے آفیسر گفتگو کے لئے مسجد کے اندر داخل ہوگئے حضرت والا سے سوال کیا کہ نسبندی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور، حضرات میرے بڑے ہیں یہ لوگ جو کہتے ہیں، میں بھی وہیں کہتا ہوں، اس پر کانپور اور لکھنؤ سے آئے ہوئے آفیسروں نے کہا

حکومت کی مخالفت کرتے ہیں؟ اس پر حضرت والا کو جلال آ گیا اور خوب گرم انداز میں آفیسروں سے کہا کہ تم کو اتنی عقل نہیں؟ اور اتنا بھی علم نہیں ہے کہ اختلاف اور مخالفت میں کیا فرق ہے؟ یہ بھی معلوم نہیں اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی ایک رائے رکھتا ہے اور مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ راستہ راستہ گلی گلی لوگوں سے کہتا پھرے کہ حکومت کا فلاں حکم نہ مانو میں ایک رائے رکھتا ہوں مخالفت نہیں کرتا، تمہارے اتنا شعور بھی نہیں ہے، تم کیا حکومت کروگے تمہارے اندر حکومت کرنے کی کیا صلاحیت ہے، کیا انسان کو رزق دینے والے تم ہو، تم خدا کی قدرت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟ اس طرح دیر تک پھٹکارتے رہے باندہ کا ایس پی سٹی حضرت والا سے اچھی طرح واقف تھا اس نے کہا کہ بھائیو! بابا جی بگڑ گئے، ناراض ہوگئے، معافی مانگ لو، ورنہ تمہاری خیر نہیں نوکری سمیت سب کچھ خطرے میں ہے، تمہارے بال بچے تمہارے گھر سب تباہ ہو جائیں گے پھر تمام بڑے بڑے آفیسروں نے ہاتھ جوڑ کر معافی چاہی اور چلے گئے، یہ ہے ایمانی طاقت اور صحیح معنوں میں بندوں سے نڈر خدا کا خوف اور اس پر بھروسہ۔ (از مضمون مولانا شبیر احمد صاحب)

اسی سلسلہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ نے دورانِ درس حضرت والا باندوی کی حمیت دینی بے باکی، حق گوئی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب فیملی پلاننگ کا زور چل رہا تھا کلکٹر وغیرہ نے حضرت کے پاس حاضر ہو کر رائے معلوم کرنے پر اصرار کیا تو اب آیا حضرت کو سادات کا غصہ فرمایا لکھو حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ اسکے بعد جب غیر مسلموں میں اسکی اطلاع ہوئی تو ہزاروں غیر مسلموں نے کلکٹریٹ کا محاصرہ کرلیا اور کلکٹر سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہمارے بابا کو کیا کیا ہمارے بابا کو ظاہر کرو (گرفتار کرلیا گیا سمجھ رہے تھے) اور فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کو مدرسہ سے نکلتے ہی قے دست شروع ہوگئے تھے۔ (ناقل مولوی شریف احمد مظاہری)

بیبا کی حق گوئی اور حکمت عملی کا ملا جلا ایک واقعہ یہ بھی پڑھ لیجئے:

غالباً لکھنؤ کسی تقریب میں حضرت مولانا علی میاں وغیرہ دیگر علماء بھی اسٹیج پر رونق افروز تھے، بیانات کا سلسلہ چل رہا تھا تصویریں بھی لوگ موقع پا کر دبے پاؤں کھینچنے لگے حضرت والا کو ایمانی جوش آیا حضرت نے للکارتے ہوئے فرمایا کہ شرم نہیں آتی یہاں اکابر موجود ہیں ان کے سامنے یہ حرکت! ذرا بھی احساس نہیں، اگر یہ حضرات کچھ نہیں کہتے تو اسکا کیا مطلب آخر ان کے دلوں سے پوچھئے تمہاری ان حرکتوں سے ان کے دلوں پر کیا بیت رہی ہے کیا وہ تمہارے اس عمل سے خوش ہیں اس طرح ڈانٹتے ہوئے آپ خفا ہو کر اسٹیج سے جانے لگے لوگوں نے منایا معافی مانگی تصویر والے کو لوگوں نے رگیدا تب کہیں جا کر حضرت ٹھنڈے ہوئے یہ ہے ایمانی غیرت وایمانی فراست کہ حق بات بھی کہہ دی اور عوام کو اکابر سے بدگمان ہونے سے بھی بچالیا۔

غریبوں بیواؤں کیلئے نظم زکوۃ

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ جس اسپتال (سحر نرسنگ ہوم لکھنؤ) میں حضرت کا وصال ہوا چند سال قبل اس اسپتال میں حضرت زیر علاج تھے میں عیادت کیلئے حاضر خدمت ہوا، تو انتہائی درد وکرب کے انداز میں فرمایا کہ مولوی سجاد! اجتماعی زکوٰۃ وصولی کی فکر کرو، مہم چلاؤ اور اس کو بیواؤں، یتیموں، غریبوں، مستحقین تک پہنچانے کا نظم بناؤ ساری زکوٰۃ کا پیسہ مدارس ہی میں لگنا ضروری نہیں ہے آج بیوائیں، آدھی آدھی روٹی، ایک ایک لقمہ، نان شبینہ کے لئے اپنا جسم فروخت کر رہی ہیں دامن عفت وعصمت کو تار تار کر رہی ہیں، پھر مولانا سجاد صاحب نے فرمایا کہ ہمیشہ اپنے درد وغم کو چھپاتے لیکن تاب نہ لا سکے، اپنا رومال آنکھوں سے لگا کر سسکیاں لے لیکر ہچکیاں لے لے کر آدھے گھنٹہ تک روتے رہے، سچ یہ ہے کہ حضرت ہمیشہ امت کی فکر میں اپنے کو گھلاتے رہتے اور جو بن پڑتا کرتے رہتے تھے۔

ایک غریب کی اعانت وضمانت

حضرت کی خدمت میں ایک غریب محتاج آدمی آئے ان کو خاطر خواہ امداد کی ضرورت تھی اور حضرت اقدس کے توسط سے لوگوں سے بطور قرض یا بطور بیع سلم کے کچھ رقم چاہتے تھے حضرت والا کو ان کی بات پر اعتماد تھا، حضرت نے مدرسین اور بعض گاؤں والوں کو جمع کر کے فرمایا کہ جو جتنا کر سکتا ہو کر دے، کچھ لوگ پیسہ دیدیں کچھ غلہ دیدیں یہ لے کر بھاگیں گے نہیں جو کچھ لیں گے اسکی ضمانت میں لے رہا ہوں، یہ نہ دیں گے تو میں ادا کروں گا ایک ہزار میں نے بھی ان کو دیا ہے اور میں نے تو بغیر قرض کے یوں ہی دیا ہے۔

غریب دیہاتیوں کی دلجوئی

کار کے بجائے بیل گاڑی پر سفر

قاری محترم مولانا ریاض مظاہری اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت مولانا علیہ الرحمہ مشکوۃ شریف کا درس دے رہے تھے کہ دوران درس چند مہمان بذریعہ کار مدرسہ حاضر ہوئے وہ حضرت کو لیکر ہمیر پور جانا چاہتے تھے حضرت نے درس سے فارغ ہوکر سفر کی تیاری کی کہ اچانک حضرت کے قریبی وطن ''چھنیرا'' سے ایک شخص بیل گاڑی لیکر حاضر ہوا اسکی بچی کا نکاح تھا حضرت مولانا بغیر کسی تکلف اس بیل گاڑی پر سوار ہو گئے اور اس شخص سے چھنیرا چلنے کو فرمایا کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں متعلقین نے ہر چند عرض کیا کہ حضرت کار کے ذریعہ تشریف لے جائیں۔ گاڑی حضرت ہی کے لئے ہے لیکن حضرت نے کسی طرح اسکو قبول نہ فرمایا اور بیل گاڑی پر سوار ہوکر گاؤں چھنیرا تک گئے پھر نکاح میں شرکت فرما کر واپس تشریف لائے۔

احتیاط کا ایک عجیب نمونہ

حضرت اقدسؒ کے داماد مولانا فرید احمد صاحب ندوی جو ندوہ سے فارغ ہیں، حضرت کے مشورہ سے دورۂ حدیث شریف میں داخل ہوئے، دورۂ حدیث کی بعض کتابوں کا امتحان حضرت ہی کے پاس تھا، حضرت اقدس نے اپنے داماد کے پرچے ملاحظہ فرمائے اور فرمایا کہ لکھنے کا انداز اچھا ہے، مستحق تو زیادہ نمبرات کا ہے، لیکن دوسروں کی رعایت میں نمبر کاٹ کر دے رہا ہوں ورنہ لوگ کہیں گے کہ اپنے داماد کو نمبر زیادہ دیئے ہیں۔

بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں اختلاف اور فساد کا ذریعہ بن جاتی ہیں انہیں باتوں کو اگر بڑھا دیا جائے تو فتنہ فساد ہو جاتا ہے، لیکن میں تو اس مزاج کا ہوں کہ اپنے کو دبا لے خاموش ہو جائے، لیکن فتنہ فساد نہ ہونے دے۔

طائف جیسے واقعات

حضرت مولانا مفتی عبید اللہ اسعدی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کانپور کے ایک قصبہ میں جلسہ تھا، حضرت تشریف لے گئے احقر بھی ساتھ تھا وہاں ایک بات تو یہ ہوئی ہے کہ وہاں ایک ذی حیثیت مسلم گھرانہ تھا جو دین سے ربط و تعلق میں معروف تھا، حضرت ملنے گئے، تین بھائی تھے، ایک دیکھ کر چلا گیا، ایک نے مصافحہ نہ کیا، ایک نے بیٹھے بیٹھے مصافحہ کیا اور کچھ بات چیت نہیں چند منٹ بیٹھ کر چل دیئے۔

عشاء بعد جلسہ شروع ہوا، ابتداءً احقر کا ہی بیان تھا اس کے بعد حضرت کا بیان ہونا تھا، حضرت تخت پر تشریف فرما تھے، ابھی تھوڑ ہی دیر ہوئی تھی کہ لائٹ گئی اور پھر پتھر چلنے لگے۔ شرکائے جلسہ بچنے کی تدبیریں کرنے لگے، چند زخمی بھی ہوئے، ظاہر ہے کہ اس پر اشتعال اور رد عمل سامنے آیا، حضرت نے سب کو روکا، اور سختی سے روکا، سکون

ہوجانے پر چند منٹ کے خطاب میں فرمایا

''دین کی باتوں کے لئے پتھر کھانا انبیاء کی سنت رہی ہے اور آج ہمارے چاہے بغیر طائف کی سنت زندہ ہوگئی، اس سے بڑی کیا بات ہوگی ہمیں تو شکرانہ پڑھنا چاہئے، اور میں نے پڑھی ہے بس اب یا تو یہ سب ہدایت پر آجائیں گے یا نالائقوں کا پتہ صاف ہوگا یہی دستور خداوندی ہے۔'' (تذکرۃ الصدیق)

اس واقعہ کی تفصیل مفتی زید صاحب کی زبانی یوں ہے کہ

تقریباً ۱۳۹۱ھ کا واقعہ ہے کہ احقر کے وطن قصبہ امرودھا ضلع کانپور جہاں اہل بدعت کا غلبہ ہے اور اہل حق کا مسجدوں میں داخل ہونا نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے علماء اہل حق کی شان میں جو سخت گستاخیاں کرتے ہیں بدنصیبوں نے حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحب کا پتلا بنا کر پورے قصبہ میں گھمایا، اس کی توہین کی اور پھر جلایا گیا، حضرت اقدس کے بعض مریدین احقر کے والدین وغیرہ بڑی تنگی اور گھٹن کی زندگی بسر کررہے تھے قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں، اور مسجد میں نماز نہ پڑھ سکنے کا سخت افسوس ہوتا تھا، محلّہ کی دو قدم پر مسجد لیکن مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے ایک مرتبہ بعض جماعت کے لوگ نماز پڑھ کر نکلے تو ان کو اس قدر مارا گیا کہ ہاتھ ٹوٹ گئے بدن زخمی ہوگیا، حضرت کے متعلقین ومریدین نے اپنے مکان کے احاطہ میں جلسہ کا نظام بنایا اور اپنی علیحدہ مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا، جلسہ کی شہرت ہوئی حضرت کا نام سن کر اطراف اور دور دراز سے کافی لوگ جمع ہوگئے، مشورہ ہوا تو حضرت نے مسجد بنانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اتنے قریب مسجد موجود ہے ایک وقت آئے گا انشاء اللہ مسجد آپ حضرات کے قبضہ میں ہوگی ابھی آپ لوگ گھر ہی پر نماز پڑھتے رہیں، البتہ مدرسہ بنانا مناسب ہے، چنانچہ مکتب کی شکل میں ایک مدرسہ قائم ہوگیا۔

عشاء کے بعد حضرت کا پروگرام ہونا تھا دو منزلہ مکان کی چھت پر مستورات کا

نظم تھا نیچے میدان میں مردوں کا کافی مجمع تھا، جلسہ کا آغاز ہوا، قاری صاحب نے قرأت فرمائی، ایک مقرر صاحب نے تقریر شروع فرمائی، گرمی کا موسم تھا پنکھا چل رہا تھا کہ یکا یک روشنی ختم اندھیرا چھا گیا اور چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی، مکان کی چھت پر عورتوں کے مجمع میں بھی پتھر برسائے گئے، نشانہ لگا کر ٹھیک اسٹیج پر اور حضرت کو نشانہ بنا کر پتھر برسائے گئے، ایک اللہ کا بندہ حضرت کے اوپر جھک گیا، اور جھکا ہی رہا جتنے پتھر آتے اس شخص کی پیٹھ پر گرتے اس طرح اللہ تعالی نے حضرت کی حفاظت فرمائی کافی دیر تک پتھراؤ ہوتا رہا ظالم لوگ مسجد کی چھت پر سے پتھر برسا رہے تھے، جلسہ تو درہم برہم ہوگیا، سارا مجمع منتشر ہوگیا بعض جواں مرد بہادر لوگوں نے کہا کہ اب تو ہم جلسہ ضرور کریں گے، ہم بندوق لے کر آرہے ہیں دیکھیں کون منع کرتا ہے، حضرت نے اس کو منع فرمایا اور کہا کہ انشاء اللہ یہ ہماری فتح مبین ہوگی، مجمع منتشر ہوجانے کے بعد چند مخصوص لوگوں کو ایک کمرہ میں جمع فرمایا اور مختصر تقریر فرمائی کہ ہم کھانے پینے کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی سنتیں ادا کرتے ہیں، پتھر کھانا بھی تو ایک طائف کی سنت ہے، اللہ کا شکر ہے کہ آج اس نے اس سنت کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائی، اس کے بعد حضرت نے دیر تک دعاء فرمائی لوگوں نے آمین کہی، اور حضرت راتوں رات بجائے سڑک کے کھیت کے راستے موٹر سائیکل کے ذریعہ تشریف لے گئے، بعد میں معلوم ہوا کہ سڑک پر لوگ حضرت کو مارنے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے، چند سالوں بعد اللہ تعالی نے حضرت کے متعلقین کو عزت نصیب فرمائی ان کا بول بالا ہوا اور جن صاحب کے توسط و اعانت سے پتھراؤ ہوا تھا، وہ سب ذلیل ہوے اور اس گھر کے بعض لوگوں نے خودکشی کی، بعضوں کا ایکسیڈنٹ میں برا حال ہوا۔

(مجالس صدیق)

للولی میں دورانِ تقریر پتھراؤ کا قصہ

حضرت کی وفات سے چند ماہ قبل کا واقعہ ہے، جس کو حضرت نے اپنی وفات سے چند روز قبل بیان فرمایا کہ للولی ضلع فتح پور میں بھی اہل بدعت کا غلبہ ہے ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ایک آدمی بھی اپنے خیال کا نہ تھا راستہ چلتے پتھر پھینکے جاتے تھے، الحمدللہ میں برابر جاتا رہا لوگوں سے ملتا رہا رفتہ رفتہ حالات میں تبدیلی آئی الحمدللہ اب اچھے خاصے لوگ اپنے ماننے والے ہیں اور اپنا مدرسہ بھی قائم ہے، جلسہ بھی ہوتا ہے۔

ابھی چند روز قبل جلسہ میں گیا تھا، بعض شرّی لوگوں نے دورانِ تقریر پتھراؤ شروع کر دیا مجمع منتشر ہونے لگا، میں نے انکو منع کیا، اور اسی پر تقریر کی کہ اگر واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو سچی محبت ہے تو آپ کی اتباع کرو آپ نے پتھر کھائے ہیں پتھر کھانا نبی کی سنت ہے، ہم اس سے گھبراتے نہیں پتھر مارنا دوسروں کا طریقہ ہے، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں ہم کو مایوس نہ ہونا چاہئے اگر واقع میں حضور کے ماننے والے ہو تو کوئی اٹھے نہیں چنانچہ پورا مجمع بیٹھا رہا اور پتھر آنا بھی بند ہو گئے، وہ لوگ خود نادم ہوئے ہوں گے اسی نوع کا گھاٹم پور ضلع کانپور میں بھی قصہ پیش آیا تھا۔

میں نے سب کو معاف کیا: آچکا ہے کہ حضرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات کئی جگہ پیش آئے ہر جگہ حضرت کا ردعمل یہی رہا، یعنی تحمل و تشکر اور سب کو اس کی تلقین۔ حتی کہ حضرت کی وفات سے چند ماہ قبل جبکہ حضرت کی شہرت و مقبولیت عام ہو چکی تھی اور ایسی بستی میں اس قسم کا قصہ پیش آیا جہاں اپنا مدرسہ بھی ہے اور کافی لوگ ہیں، مدرسہ میں ہی بیان ہو رہا تھا خشت باری جب شروع ہوئی اور لوگوں نے پکڑ و، دوڑ شروع کیا۔ تو حضرت نے للکار کر فرمایا:

”خبردار سب یہاں رہیں کوئی باہر نہ جائے، کوئی گیا تو اچھا نہ ہوگا انتقام لینے کی

کوئی ضرورت نہیں، میں نے سب کو معاف کیا، کچھ تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ادا ہو اور یہ ہو کہ ہم تو ذکر رسول ﷺ پاک سنا رہے تھے اور لوگ پتھر مار رہے تھے۔" (تذکرۃ الصدیق)

بار ہا یہ نوبت آئی ہے کہ بیان کے دوران ناسمجھ مخالفوں نے پتھر پھینکے، وعظ بند کرانا چاہا، لیکن آپ نے وعظ منقطع نہیں کیا بلکہ اور شدت سے بیان کرنے لگے اور یہ فرمایا کہ ان بیچاروں کو یہی تعلیم دی گئی ہے اس سے زیادہ نہیں جانتے، ہمکو دشمن رسول سمجھ کر ایسا کرتے ہیں حالانکہ حقیقت کے خلاف ہے۔ میرے جانے کے بعد ان لوگوں سے مزاحمت نہ کرنا اللہ ان کو سمجھ عطا فرمائیں، یہ تو سیرت کا بیان ہے کچھ بھی ہوسکتا ہے، جب صاحب سیرت کے ساتھ اس قسم کے معاملے ہوئے ہیں تو ہم کیا ہیں۔ سیرت بیان کرنے والوں کو پتھر کھانا پڑے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے، سیرت بیان کرنے والے پتھر سے محروم ہو جائیں۔

گھوڑے سے گرنے کا واقعہ

حضرت کشمیر کے سفر پر جب تشریف لے گئے تو وہاں ایک مقام تک جانے کے لئے گھوڑے کا نظم کیا گیا، حضرت اسی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، ساتھ میں مجمع زیادہ تھا، لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے تھے بس گھوڑا بدک گیا اور حضرت گھوڑے سے نیچے آ گئے جس کی وجہ سے پیر میں کچھ چوٹ بھی آئی، اب سارے داعی و میزبان پریشان اور ان پر سناٹا طاری ہو گیا کہ یا اللہ یہ کیا ہوا۔ لیکن حضرت نے اٹھتے ہوئے فوراً ہی فرمایا:

"حضور اقدس ﷺ بھی ایک مرتبہ گھوڑے سے گرے تھے اور پیر مبارک میں چوٹ آئی تھی آج اس سنت پر عمل ہوا۔"

سبحان اللہ! کیا جذبہ تھا سنت کی متابعت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے موافقت کا، یہ فرما کر اپنے لئے راحت کا اور خدام کے لئے مسرت کے احساس کا سامان پیدا کیا۔ (تذکرۃ الصدیق)

موئے مبارک کی زیارت کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت کا پھلت ضلع مظفر نگر کا سفر ہوا پھلت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کا آبائی وطن رہا ہے، وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بھی محفوظ ہیں حضرت جب زیارت کو تشریف لے گئے تو دور سے جوتے اتار لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کی، صاحب مکان سے فرمایا، کیا میں اپنی آنکھوں سے لگالوں؟ انہوں نے اجازت دی تو بار بار والہانہ انداز میں آنکھوں سے لگاتے رہے اور آنسوؤں کا نذرانہ بھی پیش فرماتے رہے۔

(ارمغان پھلت اکتوبر ۱۹۹۷ء۔ تذکرۃ الصدیق)

مقابلہ کی جلسہ بازی سے گریز

باندہ کے قریب ایک مدرسہ بڑی کوششوں کے بعد ایسی بستی میں قائم ہوا جہاں اہل بدعت کا غلبہ تھا، اہل مدرسہ نے مدرسہ کا ایک جلسہ کرنا چاہا حضرت والا نے جلسہ کی تاریخ دیدی، جلسہ کی تشہیر بھی ہوگئی حتی کہ اشتہار دعوت نامے وغیرہ سب انتظامات مکمل ہو چکے تھے اور اپنے لوگ پوری طرح تیار تھے لیکن جلسہ کے ایک روز قبل اہل بدعت نے اپنے جلسہ کا اعلان کر دیا حضرت کو اسکا علم ہوا اور اتفاق سے اہل مدرسہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ اب جلسہ مناسب نہیں ہے صرف ایک دن کا فاصلہ ہے اگر ہفتہ کا بھی فاصلہ ہوتا تو بات چل جاتی بالکل مقابلہ کی شکل ہو جائے گی اور بجائے نفع کے نقصان ہوگا ان کی ضد اور بڑھ جائے گی۔ اسکے مقابلہ میں وہ پھر جلسہ کریں گے اس لئے اس وقت خاموشی مناسب ہے، ہم کو جلسہ دکھانے کیلئے تو کرنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے، جلسہ کرنے میں اللہ راضی ہو تو جلسہ کرنا

چاہئے نہ کرنے میں مصلحت ہو نہ کرنا چاہئے۔اس وقت جلسہ کرنے میں خطرہ ہے فتنہ کا اندیشہ ہے سوتے ہوئے فتنہ کو جگانا ہے، اپنا کام خاموشی سے کرتے رہو اور مدرسہ کو مضبوط کرو زمین خرید کر تعمیری کام کرو، جلسہ کے چکر میں پڑکر پیسہ برباد نہ کرو اگر جلسہ کرو گے بھی تو وہ لوگ تو لفاظی بے سند باتیں دکھلاوے کیلئے کرتے ہیں ہم لوگوں کی سیدھی سادی باتیں ہوتی ہیں کہاں تک مقابلہ کرو گے اس سے بہتر ہے کہ اس وقت جلسہ کو موقوف کرو مقصد تو کام ہے کام کی شہرت مقصود نہیں ہے مدرسہ کے حضرات کو حضرت کی یہ باتیں حلق سے نہیں اتریں اور ان کا منشاء تھا کہ حضرت تیار ہو جائیں اور ہم لوگ طے شدہ جلسہ کریں چونکہ تاریخ پہلے سے طے ہے مخالفین کو کہاں تک دیکھیں گے۔ حضرت نے بالواسطہ ناگواری کے ساتھ فرمایا کہ ان لوگوں میں بات ماننے کا جذبہ نہیں جو جی میں آتا ہے وہی کرنا چاہتے ہیں منمانی کرتے ہیں، اگر بات ماننے کا جذبہ ہوتا تو مدرسہ کہیں سے کہیں ترقی کر گیا ہوتا۔ حضرت نے ان کو بلا کر فرمایا کہ آپ لوگوں کو جلسہ کرنا ہی ہے تو کریئے لیکن میں نہ آسکوں گا۔ آپ لوگ کسی کی بات تو مانتے نہیں اسکے بعد ان کی بھی سمجھ میں آگیا اور وہ بھی رضامند ہو گئے کہ جلسہ نہ کیا جائے آئندہ کسی موقع سے کیا جائے، بعد میں معلوم ہوا کہ اہل بدعت شر پر آمادہ تھے جلسہ کرنے میں واقعی بڑے خطرات کا اندیشہ تھا۔

(افادات صدیق)

مخالفین موم ہو گئے

حضرت والا کے مجاز صحبت مولانا عبداللہ طیب حیدر آبادی فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ باندہ شہر میں حضرت پیدل چل رہے تھے، پیچھے میں چل رہا تھا دیکھا کہ گھروں کے سامنے بیٹھے لوگ حضرت کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں حضرت مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ، عبداللہ دیکھتے ہو کیا ہو رہا ہے میں خاموش ہو گیا۔

حضرت خود کہنے لگے کہ دس پندرہ سال قبل ہر گھر سے اس سے کہیں زیادہ گالیاں ملتی تھیں لیکن میں نے اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ ہی کوئی جواب دیا (یہ بطور تربیت کے حضرت نے فرمایا)

مخالفین کا احترام اور ان کے ساتھ خاطر تواضع

ایک بار میاں محبوب (پیر اہل بدعت) کڑے مانی پور کے سجادہ نشین تشریف لائے تو حضرت ان کے سامنے مریدوں کی طرح بیٹھے اور پیر دبانا شروع کر دیا ہم سب لوگ (مدرسین وطلباء) دیکھ دیکھ کر ایک دوسرے کو اشارہ کر رہے تھے کہ آج یہ کیا ہو رہا ہے۔ایک مرتبہ مولانا احسان علی کروی کے رہنے والے جنکو ایک طبقہ طوطی ہند کہتا تھا اپنے مریدوں کے یہاں چھنیر البستی جاتے وقت مدرسہ میں رُکے، طلباء نے ان سے کچھ سوالات بھی کئے جوابات سے ان کی جہالت پوری طریقہ سے واضح بھی ہوگئی، مگر حضرت نے ان کی پوری مہمان نوازی فرمائی اور فرمانے لگے یہ ہمارے پڑوسیوں کے پیر ہیں ہم پر ان پڑوسیوں کا حق ہے ہمارا کیا گیا، کسی طرح لوگ ہم سے قریب ہوں۔

(حقیقت وصداقت)

سادہ الفاظ کی اثر آفرینی اور سحر البیانی

مولانا احمد نصر بنارسی فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں بہت ہی پریشان تھا فکر کی وجہ سے عجیب سا حال ہو گیا تھا اتفاق سے حضرت والا نور اللہ مرقدہ بنارس آئے، خلوت میں میں نے رو کر اپنی وہ بات بتائی، فوراً سینے سے لگا لیا فرمایا گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ ابھی بہت کام کرو گے، زندہ رہو گے اور ایمان پر خاتمہ ہوگا انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اطمینان رکھو، بس اسقدر سکون نصیب ہوا کہ اسکی لذت آج بھی

دل کو مسرور و مطمئن کئے رہتی ہے دفعتاً وہ سب ترددات ختم ہوئے اور قلب پرسکون ہو گیا۔

احقر کے ایک گجرات کے ساتھی عشق میں مبتلا اور گرفتار محبت ہو گئے تھے ان کا برا حال ہو گیا تھا پاگل و دیوانہ جیسے ہو گئے انہوں نے حضرت سے اپنا حال بتایا حضرت نے ایک دعاء "اللهم طهر قلبي عن غيرك ونور قلبي بنور معرفتك واصلح لي شأني كله" کاغذ میں لکھ کر پڑھنے کیلئے دی اور تسلی آمیز کلمات کہے اسکے بعد اپنے گھر سے کھانا منگا کر ان کو کھلایا، انکا بیان ہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز دل سے نکل کر اڑ گئی اور دل بالکل پاک وصاف ہو گیا۔

ایک مرتبہ بھیونڈی میں حضرت کا بیان تھا مدرسہ کا جلسہ تھا آدھی رات کا وقت تھا مگر لوگ شوق میں بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے کہ آپ لوگوں نے اجلاس کو خوب سجایا ہے محنت بھی کی ہے، پیسے بھی لگائے ہیں اور خوب خرچ کیا ہے، یہ سب کہتے ہوئے فرمایا کہ اگر سجاوٹ اور ٹھاٹ سے کچھ پیسے بچ گئے ہوں تو غریب مدرسہ کو بھی دیدیجئے یہاں بچے دین پڑھتے ہیں دین سیکھتے ہیں آپ کو دعائیں دیں گے اتنی سی بات پر بیٹھنے والوں کو اتنی غیرت آئی کہ لوگوں نے چندہ دینا شروع کیا اور تقریر شروع ہوتے ہوتے بیس ہزار روپئے برس پڑے۔

ایک مرتبہ لوگوں کے ہجوم سے گھبرا کر اسٹیج پر آئے اور خوب جھاڑا کہ تم لوگ مجھ پر کیوں ٹوٹے پڑے ہو، آخر یہاں بڑے بڑے علماء تشریف رکھتے ہیں، شیخ الحدیث بیٹھے ہیں تم ان سے مصافحہ بھی نہیں کرتے اور میرے اوپر گرے پڑتے ہو یہ کیا بات ہے اگر علم کی محبت ہے تو علماء موجود ہیں، حدیث کی محبت ہے تو شیخ الحدیث موجود ہیں مگر ان حضرات کی تم کو کوئی قدر نہیں یہی تمہاری تباہی کا سبب ہے۔ تم علماء کو چھوڑ کر میرے اوپر اس لئے گرتے ہو کہ میں تعویذ لکھ دوں گا مگر علماء کی ناقدری تمہیں تباہ کر دے گی۔ ان جملوں سے مجمع میں سناٹا چھا گیا اور دماغوں میں ہلچل مچ گئی۔

مولانا رضوان احمد ندوی فرماتے ہیں: کہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ میں ندوہ کی عالیشان مسجد میں حضرت کی ایک ایسی تقریر سنی جسکی لذت وحلاوت اب تک دل میں محسوس کررہا ہوں انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:

عزیزو! طبیعت تربیت سے سنورتی ہے علم تلاش وجستجو سے حاصل ہوتا ہے تم اپنے اساتذہ کا ادب واحترام کرو اوران کی زندگی اور شخصیت کو غنیمت جانو یہی تمہارے لئے جنید وشبلی ہیں، اگر شبلی اپنے زمانہ میں یہ سمجھتے کہ ابوبکر صدیقؓ زندہ نہیں کس سے علم نبوت حاصل کروں تو پھر شبلی شبلی نہ ہوتے جنید جنید نہ ہوتے، اس تقریر نے دل پر عجیب کیفیت پیدا کردی برسوں آپ کے یہ جملے ذہن ودماغ پر نقش رہیں گے۔

تیری گفتار میں تھی جوہر کردار کی آب
یاد آئے گا سدا تیرا کہا تیرے بعد

دار العلوم فاروقیہ کاکوری کے جلسۂ دستار بندی میں ایک بڑے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے پر جوش انداز میں فرمایا: کہ "اللہ کے بندو! تم ان دینی مدارس کے مقام کو سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ کیا تمہیں اسکا احساس نہیں کہ یہ ٹاٹوں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنی زندگیاں کھپانے والے اور بہت ہی قلیل تنخواہوں پر دین کی تعلیم دینے والے ہی تمہارے محسن اور تمہاری نسلوں کے دین کے محافظ ہیں، دنیا پر ان کا بھی حق ہے اور یہ بھی دنیا حاصل کرسکتے ہیں، ان سے زیادہ ایک معمولی پان والا اور مونگ پھلی کا ٹھیلہ لگانے والا جاہل اور بے پڑھا لکھا آدمی دنیا کمالیتا ہے پھر کیا یہ نہیں کما سکتے؟ لیکن اگر خدانخواستہ تمہارے طعنوں اور بری نگاہوں سے دل برداشتہ ہوکر انہوں نے اپنا کام بند کردیا اور ان دینی مدارس پر زوال آگیا تو یاد رکھو کہ پھر تمہارا ملک بھی اسپین بن جائے گا اور تمہارے بچوں کے کلمہ طیبہ اور دین پر باقی رہنے کی کوئی گارنٹی نہیں رہے گی۔

(مولانا عبد العلی فاروقی صاحب)

ایک طالب علم کی ڈوب کر موت اور حضرت کا حال

مفتی محمد زید صاحب کا بیان ہے کہ مدرسہ کا ایک طالب علم ہردوئی کا رہنے والا بڑا صالح نیک دیندار باادب نوجوان ہونہار فرزند تھا، عربی فارسی کی پہلی منزل سال اول ہی میں قدم رکھا تھا، صبح کی نماز باجماعت ادا کی قرآن پاک کی تلاوت کی، درجہ میں حاضری دی، پہلا گھنٹہ احقر راقم الحروف کے پاس تھا، دوپہر کا کھانا اپنے ایک استاذ اور ساتھیوں کے ساتھ کھایا، کھانے کے بعد قیلولہ کیا تھوڑی دیر بعد اٹھ کر کھڑا ہوا، استنجاء سے فراغت کی اور غسل کرنے کے لئے تالاب اپنے ساتھیوں کو اصرار کے ساتھ لے کر تیزی سے دوڑ کر چل دیا (کسے معلوم تھا کہ یہ ساری چستی اور تیزی اس کو موت لئے جارہی تھی) تالاب پہنچ کر غسل تو باہر ہی کیا اور تالاب میں اندر جانے کے لئے تیار ہوا تو ساتھیوں سے بے تکلف ہوکر کہا کہ جب غسل کیا کرو تو دعاء اور بسم اللہ پڑھ لیا کرو، یہ کہہ کر بسم اللہ پڑھ کر غوطہ لگایا، غوطہ لگانے کے بعد پھر اس کے جسم نے جنبش نہ کی، کسے معلوم تھا کہ یہ مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں نہیں اب جنت میں غوطہ لگانے جارہا ہے، جب کافی دیر ہوگئی دس پندرہ منٹ کے بعد ساتھیوں کو فکر ہوئی کہ آخر گیا تو کہاں؟ چند طلباء کو دے بالآخر ڈھونڈ ڈھانڈ کر نکالا اس وقت وہ دم توڑ چکا تھا اور غوطہ لگانے کے بعد پوری طرح جنت کے باغ میں پہنچ چکا تھا، لاش لائی گئی مہمان خانہ کے قریب گیٹ سے متصل رکھی گئی، ان کے والدین کو اطلاع کر کے بلالیا گیا لاش سامنے رکھی ہوئی تھی، دیکھتے ہی والد صاحب کا براحال ہوگیا، حضرت کو دیکھتے ہی بے قابو ہوگئے چمٹ کر بے تحاشہ رونے لگے آنکھوں سے آنسو جاری، گریہ طاری، سسکیاں بندھ گئیں، حضرت کے ہاتھ بھی چومنے لگے، حضرت بھی آبدیدہ اور رنجیدہ تھے، اور غمزدہ باپ پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے یہ فرماتے جاتے تھے، شہید مرا، شہید مرا، شہید مرا ہے، تھوڑی دیر بعد

حضرت نے ان کو ٹھنڈا پانی پلایا کچھ تسلی ہوئی، پھر حضرت نے فرمایا اللہ نے ایک طرح کی نہیں کئی طرح کی شہادت نصیب فرمائی ہے، حدیث پاک میں آیا ہے جو حالت سفر میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، طالب علم کا انتقال ہو وہ شہید ہوتا ہے، ڈوب کر مرنے والا بھی شہید ہوتا ہے، یہ ساری باتیں اس کے اندر پائی جاتی تھیں، کئی طرح کی شہادتیں اس کے اندر جمع ہو گئیں، تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور تدفین ہوئی، حضرت نے بڑے اہتمام سے ان حضرات کو کھانا کھلایا واپسی کے وقت راستہ کا کھانا بھی ساتھ کر دیا اور وہ حضرات واپس چلے گئے۔

جامعہ عربیہ ہتورا میں ایک طالب علم کا انتقال اور حضرت کا طرز عمل

حضرت مولانا کئی روز کے لئے سفر میں تشریف لے گئے تھے حضرت کی عدم موجودگی میں یہاں ایک بڑا حادثہ پیش آ گیا کہ آفتاب نامی طالب علم مدرسہ کی دو منزلہ چھت کے اوپر سے سر کے بل نیچے گرا، گرتے ہی اس کی حالت خراب ہوگئی، منھ کان ناک سے خون جاری ہوگیا، فوری ممکن علاج کرایا گیا اور بہت دعائیں ہوئیں لیکن افاقہ نہیں ہوا، دوسرے روز بیچارہ اللہ کو پیارا ہوگیا، حضرت مولانا کو اب تک اس واقعہ کا علم نہ ہوا، سفر سے واپسی کا وقت ہو چکا تھا، یہاں تجہیز و تکفین اور تدفین کی تیاری بھی ہو چکی تھی، اب انتظار صرف حضرت کی تشریف آوری کا تھا، لاش کو برف میں رکھ دیا گیا تھا کہ صحیح و سالم محفوظ رہے، حضرت اقدس شام کے وقت باندہ پہنچے اور باندہ ہی میں آپ کو اطلاع دی گئی، مت پوچھئے کہ آپ کی حالت کیا ہوگئی، باندہ سے ہتورا روتے ہی روتے آئے، نہ کسی سے بات کر رہے ہیں نہ کسی کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، مغرب کے بعد ہتھورا پہنچے

اور مغرب کی نماز ادا فرمائی اور سخت غم و کرب کے عالم میں فرمایا نماز جنازہ ادا کی جائے، حضرت مدرسہ کے وسیع میدان میں تشریف لائے، مجمع بہت زائد تھا لوگوں کا ہجوم تھا، حفاظ و قراء و علماء سب ہی اس میں تھے، حضرت والا نے نماز جنازہ پڑھائی، اس وقت آپ پر رنج و غم کا اتنا اثر تھا کہ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے جب آپ نے تکبیر کہی تو اللہ اکبر بھی باآواز بلند پورے طور سے نہ کہہ سکے، بہر حال بھراتی ہوئی آواز سے نماز پڑھائی، نماز کے بعد جنازہ قبرستان لے جایا گیا، حضرت بھی جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے، ایک تو مسلسل سفر کی تھکاوٹ دوسرے بیماری اور ضعف اس قدر غالب تھا کہ چلنا بھی مشکل تھا لیکن کسی طریقہ سے بمشقت قبرستان تشریف لے گئے اور جنازہ قبر میں رکھ دینے کے بعد نیچے زمین پر ایک جانب آپ بیٹھ گئے، سکتہ کا عالم تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہچکیاں بھی آرہی تھیں، طلباء بھی رنجیدہ خاموش حضرت کے قریب چاروں طرف کھڑے تھے، ہر شخص بدحواس، بدحال اور پریشان رنج و غم اور فکر میں ڈوبا ہوا تھا، کچھ دیر کے بعد حضرت والا واپس تشریف لائے اور اپنے حجرہ میں آکر فرمایا بہت نیک لڑکا تھا، آج تک کبھی اس کی کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی تم لوگوں نے مجھ کو سفر ہی سے کیوں نہ بلا لیا، انشاء اللہ تعالیٰ شہادت کا درجہ پائے گا، پھر حضرت والا تنہا کمرہ میں ہو گئے اور عشاء کے وقت نماز کے لئے مسجد تشریف لائے، حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ عشاء کے بعد طلباء کو کوئی دینی اصلاحی کتاب پڑھ کر سناتے تھے، یا زبانی کچھ فرمادیا کرتے تھے، طلباء سب جمع ہو گئے حضرت نے فرمایا جاؤ آج کچھ نہیں کہوں گا؟ لیکن طلباء بیٹھے ہی رہے، کچھ طلباء جانے لگے، فرمایا اچھا بیٹھو، حضرت والا کرسی پر بیٹھے رنج و غم سے آپ کی آنکھیں سرخ تھیں، تھکاوٹ سے بدن چور چور تھا، شدت غم کی وجہ سے آواز نہ نکلتی تھی، اسی کرب کے عالم میں حمد و صلوۃ کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

انما توفون اجورکم یوم القیامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز و ماالحیوة الدنیا الامتاع الغرور.

(ترجمہ) اورتم کو پورا بدلہ قیامت کے دن ہی ملے گا تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سووہ پورا کامیاب ہوا اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے۔

پھر فرمایا اس دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے کوئی بھی ایسا نہیں جو دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے آیا ہو ہر شخص کو یہاں سے جانا ہے دنیا اس لئے ہے ہی نہیں کہ یہاں ہمیشہ رہا جائے، دنیا تو صرف اس لئے ہے کہ چند روز یہاں زندگی کے ایام پورے کرلو، ان ہی دنوں میں اپنی آخرت بنالو، جنت کی تیاری کرلو، اگر دنیا رہنے کی جگہ ہوتی تو سب سے زیادہ اس کے حق دار انبیاء علیہم السلام تھے، کیونکہ جتنا نفع انبیاء کی ذات سے مخلوق کو ہوتا ہے کسی سے بھی نہیں ہوتا لیکن جب انبیاء بھی دنیا میں رہنے کے لئے نہیں آئے اور ایک وقت میں وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب کون ہے جو دنیا میں ہمیشہ رہے کسی کو کچھ پتہ نہیں کب اس کا وقت آجائے اس لئے ہر وقت موت کی تیاری میں لگا رہنا چاہئے، کسی وقت غافل نہ ہونا چاہئے، ہر وقت ہر ایک سے معاملہ بالکل صاف ہونا چاہئے، اور ہر شخص کو زندگی ایسی گذارنی چاہئے کہ جب دنیا سے جارہے ہوں تو سب کو رنج وغم ہو، سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔

یہ دنیا ہے کیا چیز یہ تو ایک مسافر خانہ ہے، یہاں تو انسان سفر میں ہے اگر کسی نے سفر میں تیاری نہ کی اور پہلے سے سامان تیار نہ رکھا، عین وقت پر اس کو اچانک گاڑی سے اترنا پڑ گیا تو اس کو بڑی دشواری ہوگی، اس کے لئے تو پہلے سے تیاری کرنا چاہئے، مجھے افسوس اس لئے نہیں ہو رہا ہے کہ وہ کیوں دنیا سے رخصت ہو گیا، کیا وہ دنیا سے جانے کے لئے نہیں آیا تھا؟ کیا اس کو دنیا میں ہمیشہ رہنا تھا؟ نہیں ایسی بات نہیں بلکہ اس کی نیکی

اور دینداری کی بنا پر افسوس ہورہا ہے کہ ایسے لوگ جب ہوتے ہیں تو ان کی برکات ظاہر ہوتی ہیں، ان کی وجہ سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس بیچارہ کو کسی سے کوئی مطلب نہ تھا، نماز باجماعت کا پابند تھا، اسباق میں حاضری کا پابند تھا، کبھی کسی قسم کی کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی، بالکل قدیم زمانہ کے طالب علموں جیسا تھا، اگر تم لوگ ایسا بننا چاہو کیا نہیں بن سکتے؟ تم لوگ بھی ایسے بنو، اور ایسے ہی رہو، میرے دل پر کیا گذر رہی ہے اس کے والدین اسکو کیا جانیں، دعاء کرو اللہ تعالی ان کے والدین کو صبر جمیل نصیب فرمائے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کو شہادت کا درجہ نصیب ہوگا، ایک تو طالب علم تھا، حالت سفر میں تھا، اللہ کے راستے میں تھا، چھت سے گر کر مرا ہے، ضرور شہید ہوگا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو دیوار کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے سب لوگ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کے لئے ایصال ثواب کرو، اور اس کے لئے دعاء کرو، پھر دوسرے روز ایک نماز کے بعد حضرت نے اس کے درجات کی بلندی کے لئے دعاء فرمائی اور اعلان فرمایا کہ اس پر اگر کسی کا قرض ہو تو مجھ سے آکر لے لے۔ آج دوسرا روز ہے لیکن حضرت اقدس بہت غمزدہ ہیں آواز بھی پورے طور سے نہیں نکل رہی، اور اب بیمار پڑ گئے ہیں اللہ تعالی رحم فرمائے۔ (مجالس صدیق ص: ۱۷۴)

دورانِ علالت بجائے راحت کے مزید مجاہدہ

حضرت والا علیہ الرحمہ کو جبکہ بہت سے امراض لاحق ہوگئے تھے ڈاکٹروں نے سفر موقوف کر رکھا تھا حضرت والا سفر کی تاریخ لکھنؤ جلسے کی دے چکے تھے وقت پر اتفاق سے گاڑی لینے آگئی حالت یہ تھی کہ خود گاؤں والوں نے کہا کہ حضرت اس حال میں سفر نہ فرمایئے ہم جا کر معذرت بتلا دیں گے۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ ایک بات طے ہوچکی ہے میں وعدہ کر چکا ہوں وہاں لوگ منتظر ہوں گے اس سے قبل کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ نہیں

جاسکا مجھے بڑی ندامت ہے میں تو ضرور جاؤں گا انہوں نے گاڑی بھیجی ہے موت وحیات تو لگی رہتی ہے جو ہونا ہے اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا دوا کھا ہی رہا ہوں مفتی نجیب صاحب حضرت کے منجھلے صاحبزادے نے دل کے مرض کی خطرناکی کے پیش نظر حضرت کے سفر میں مزاحمت کی کہ حضرت بالکل سفر نہ فرمائیں ڈاکٹر نے سفر کو اس حال میں بہت خطرناک بتلایا ہے۔

حضرت نے فرمایا اگر ڈاکٹر نے کچھ کہہ دیا ہے تو اور جلدی جلدی کام سمیٹنا چاہئے جتنا ہوسکے کام کرلے پتہ نہیں کب کیا ہوجائے آرام کرنے سے صحت ہو یا نہ ہو دونوں ہی باتیں ہوسکتی ہیں، دین کا کام بھی چھوڑا صحت بھی نہ ہوئی تو کیا فائدہ اگر تھوڑا وقت رہ گیا ہے تو جتنا ہوسکے اتنا کرلے۔ الغرض حضرت لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں سے تنہا واپس تشریف لائے واپسی پر حضرت نے فرمایا بتاؤ اگر میں نہ جاتا تو وہاں تو کوئی بھی نہ پہونچا تھا نہ مولانا علی میاں صاحب تشریف لاسکے وہ بھی بیمار علیل چل رہے تھے مولانا منظور نعمانی تشریف نہ لاسکے تھے اور جب اطلاع پہونچی کہ میں بیمار ہوں نہ آسکوں گا لوگ رورہے تھے بڑی دوردور سے ملاقات کیلئے لوگ آئے تھے بتاؤ اگر میں بھی نہ جاتا تو ان لوگوں پر کیا گزرتی دو میں سے ایک ہی بات ہوسکتی ہے یا تو میں اپنے کو دیکھ لوں یا دوسروں کو دیکھ لوں؟

اصلاح معاشرہ کے ایک جلسہ میں شرکت اور منتظمین کی اصلاح

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا کانپور میں بعد عشاء متصلاً اصلاح معاشرہ پر بیان تھا حضرت نے منتظمین جلسہ سے تاکید کردی تھی کہ عشاء بعد جلد ہی بیان سب سے پہلے

کرا کر فوراً رخصت کر دینا، واپسی کیلئے گاڑی بھی طے تھی۔ حضرت مولانا ٹھیک عشاء کے وقت جلسہ گاہ پہنچ گئے، جلسہ گاہ میں دیکھا کہ ضرورت سے کافی زائد روشنی اعلیٰ قسم کا شامیانہ اور سجاوٹ، اسٹیج بھی پر تکلف قطار وار کرسیاں لگی ہوئیں، لیکن کوئی ایک فرد بھی نہ سننے والا نہ بولنے والا نہ کسی منتظم کا پتہ نہ مقرر کا، حضرت اقدس نے رفقاءِ سفر سے فرمایا دیکھو یہ ہے اصلاح معاشرہ اور ناراضگی سے فرمایا کہ کہاں ہیں جلسہ کے منتظمین میری ان سے ملاقات تو کراؤ ایسے ہوتی ہے معاشرہ کی اصلاح، اس طرح مال خرچ کر کے سجاوٹ میں فضول پیسہ برباد کر کے کہیں معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ یہ لوگ پہلے اپنی اصلاح کریں معاشرہ کی اصلاح تو بعد میں کریں۔ منتظم صاحب بلائے گئے حضرت نے ان کو نہایت نرمی اور خوش اسلوبی سے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ آپ نے کیا وعدہ کیا تھا؟ آخر جلسہ کب تک شروع ہوگا۔ میں آگیا ہوں مجھ سے تقریر کروالیجئے اور مجھے جلدی رخصت کردیجئے۔ حضرت اقدس کی اتنی تاکید کے بعد بھی جلسہ کی کارروائی شروع نہیں ہوئی اور معلوم ہوا کہ ۱۱ بجے حضرت کی تقریر کرائی جائے گی حضرت سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ وعدہ خلافی نہیں ہے؟ کیا یہی اصلاح معاشرہ ہے؟ اور رفیق سفر سے فرمایا کہ جلد گاڑی کا انتظام کریئے مجھے فوراً واپس ہونا ہے مجھے ایسے جلسہ میں شریک نہیں ہونا ہے، لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ میں خالی بیٹھا رہتا ہوں جیسے میرا کوئی کام نہیں، کسی طرح مشکل سے تو میں نے وقت نکالا تھا، اس میں ان لوگوں نے یہ حرکت کی میرا تو ایک ایک منٹ مشغول ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت غلطی ہوگئی، جیسا آپ فرمائیں گے ویسا ہی ہوگا، بالآخر جلسہ کا آغاز ہوا اور منتظمین نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی تقریر پہلے کرادی جائے جلسہ ہوتا رہے گا' حضرت نے فرمایا اب آپ لوگ جو چاہیں کریں آئندہ کے لئے مجھے سبق مل گیا، اس طرح کے جلسہ میں آؤں گا نہیں، اب آپ لوگوں نے جیسا طے کرلیا ہو ویسے ہی نظام چلایئے، لوگوں کا عجیب مزاج بن گیا ہے، دینی جلسہ کریں گے، رات بھر

تقریر ہوگی، اور فجر کی نماز گول کردیتے ہیں تقریر سے پہلے جو زائد روشنی تھی اسکو بند کرایا گیا ،جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت ہتھورا کے لئے روانہ ہوئے۔ (افادات صدیق)

جلسہ کا اشتہار اور انشاء اللہ

ایک صاحب نے جلسہ کے لئے تاریخ لی حضرت نے فرمایا کوئی عذر نہ ہوا تو ضرور انشاء اللہ آؤں گا، یہ میں ٹالنے کیلئے نہیں کہہ رہا ہوں، بسا اوقات وقتی طور پر ایسا مانع پیش آجاتا ہے کہ میں مجبور ہوجاتا ہوں جا ہی نہیں سکتا بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔ اس لئے میں حتمی وعدہ نہیں کرتا، آپ لوگ تو فوراً جاتے ہی اشتہار چھاپ دیں گے گویا بالکل اب طے ہی ہوگیا اور انشاء اللہ بھی نہیں کہتے۔ اشتہار چھاپتے ہیں اس میں بھی نہیں لکھتے کہ فلاں تاریخ کو جلسہ ہوگا انشاء اللہ چونکہ اپنے پروگرام پر ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی، اسی لئے ناکامی ہوتی ہے، حکم تو دیا گیا ہے، **ولاتقولن لشاءٍ انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء الله.** کہ کسی کام کے متعلق یہ نہ کہو کہ میں اسکو کل کروں گا مگر یہ کہ انشاء اللہ ضرور کہہ لو ہر ہونے والے کام کے ساتھ انشاء اللہ ضرور کہنا چاہئے، اب یہ سنت مردہ ہورہی ہے۔ انشاء اللہ کہنے کا رواج ہی ختم ہورہا ہے رسمی طور پر بعض مواقع میں اسکا ذکر کردیا جاتا ہے، عام طور پر نہیں کرتے، گویا اپنے ارادہ اور فیصلہ پر پورا اطمینان ہے کہ ہو ہی جائے گا۔ اشتہار وغیرہ چھاپتے ہیں اس میں انشاء اللہ نہیں لکھتے آپ لوگ جایئے اس سنت کو زندہ کریئے ان صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ جارہا ہوں اور انشاء اللہ اشتہار چھپواؤں گا تو اس میں انشاء اللہ لکھوادوں گا حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی نہیں کہ ہر موقع بے موقع پر انشاء اللہ کہا جائے جو اسکا موقع ہو یعنی آئندہ جو نیک کام کرنا ہو اسی کے لئے کہا جائے کہ انشاء اللہ ایسا کروں گا۔ (افادات صدیق)

''مانک پور'' اور ''کروی'' کا مختصر مناظرہ

مناظرہ کا پہلا واقعہ حضرت کے ساتھ مانک پور میں پیش آیا خود حضرت نے اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی:۔

مانکپور کے علاقے میں کسی صاحب کے یہاں تقریب تھی، انہوں نے حضرت کو بھی مدعو کیا اور دوسرے خیال کے لوگوں کو بھی بلایا اور دونوں کے بیان کا نظام بنادیا تعلقات کی نوعیت اور کام کی لالچ میں حضرت نے جانا مناسب سمجھا اور اس صورتحال کا حضرت مفتی صاحب سے تذکرہ کیا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا آپ کب تک چھپایئے گا، کتابوں کا مطالعہ کر کے بیان کیجئے، چنانچہ حضرت نے تیاری فرمائی اور تشریف لے گئے،

وہاں حضرت تو نمازوں میں پابندی کے ساتھ مسجد تشریف لے گئے، دوسرے علماء اپنی باتوں میں مشغول رہے حتی کہ مجلس نکاح میں بھی نہیں گئے، ان سے کہا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نکاح میں تو آئے نہیں دعوت میں آئے ہیں۔

اسکے بعد بیان کی نوبت آئی تو حضرت نے تقریبا دو گھنٹے حب رسول کے موضوع پر بیان فرمایا، اس کے بعد دوسرے صاحب نے بیان شروع کیا تو خطبۂ مسنونہ اور حمد وصلاۃ کے بغیر ہی بات شروع کی، اور مخالفانہ گفتگو کی، ان کے بیان کے بعد حضرت پھر کھڑے ہوئے تو انہوں نے اعتراض کیا، حضرت نے فرمایا آپ کی بات کا جواب تو دینا ہی ہے، چنانچہ حضرت نے ان کی باتوں کا جواب دیا اور خاص طور سے حُبِّ رسول کے دعوی کے باوجود خطبۂ مسنونہ نہ پڑھنے پر گفتگو فرمائی حاضرین جمع رہے اور حضرت کی گفتگو سے متاثر ہوئے۔ اسی طرح کروی کے علاقے میں ایک صاحب بڑے فعال تھے، دورے کرتے اور خرافات کی باتیں کرتے، ایک مرتبہ کروی میں ہی ان سے مناظرہ

کی بات طے ہوگئی، چونکہ وعدہ ہوگیا تھا حضرت وہاں تشریف لے گئے اور تنہا ہی گئے، البتہ بعد میں چھنیر اسے حضرت کے ایک عزیز کچھ لوگوں کے ساتھ پہونچ گئے اور کہا کہ: لالہ میں تمہاری وجہ سے آیا ہوں کہ تم ایسی جگہ بالکل اکیلے نہ رہو۔ (تذکرۃ الصدیق)

مناظرہ سعدی پور کی دلچسپ داستان

استاذی مفتی عبید اللہ صاحب الاسعدی حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ غوثی پور مدنپور، سعدی پور یہ تینوں گاؤں ایک دوسرے سے قریب دریائے جمنا کے عین کنارے واقع ہیں، سڑک سے کچھ ہٹ کر راستہ چلا گھاٹ (واقع بجانب جنوب۔ دریائے جمنا) سے جاتا ہے دریا کی دوسری جانب للولی کا مشہور قصبہ ہے۔، ان بستیوں میں حضرت کے خاندان کی قریبی قرابت رہی ہے اور ہے، مگر عقیدہ کے اعتبار سے یہ بستی اور اس کے آس پاس کی چند بستیاں بڑی سخت تھیں اور ہیں، اور مدنپور کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اس وجہ سے کہ وہاں ایک قدیم مزار بھی ہے اور ان حضرات کا ایک بڑا ادارہ بھی ہے، حضرت نے سب سے پہلی محراب مدنپور میں ہی سنائی اور قرابت کی وجہ سے وہاں کے لوگ آج بھی کچھ نہ کچھ نرمی و تعلق رکھتے ہیں۔ الحمد للہ کہ اب مدنپور نہ سہی تو اطراف کی بستیاں کافی نرم ہوچکی ہیں، اور مدنپور سے متصل چلاً میں بھی ایک مکتب قائم ہو چکا ہے،

بہرحال۔ سعدی پور میں، اگرچہ عملاً مناظرہ کی نوبت نہیں آسکی، لیکن پوری فضا بنی، اس کی روئیداد اتفاق سے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی زبانی ان کے ملفوظات میں آئی ہے اور دوسرے مواقع میں بھی بعض حضرات نے اس کو نقل و ذکر کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا:

مولانا صدیق احمد صاحب نے ایک دفعہ اطلاع کی کہ یہاں قریب کے گاؤں

میں فلاں پیر صاحب آرہے ہیں ایک شادی ہے، لوگوں نے مجھے بھی بلایا ہے میں بہت پریشان ہوں کہ کیا کروں، جاتا ہوں تو وہ پیر صاحب ہمارے اکابر کو گالیاں دیتے ہیں گالیاں دیں گے، سنی پڑیں گی، اگر میں بولتا ہوں تو فساد ہوجائے گا، غرض بولوں تو مصیبت، نہ بولوں تو مصیبت، کیا کروں؟

میں نے ان کو جواب لکھ کر بھیجا کہ آپ گھبرائیں نہیں جس وقت وہ آئیں آپ تار بھیج دیجئے گا، یا فون کردیجئے گا میں انشاء اللہ وہاں پہونچ جاؤں گا۔

چنانچہ شادی ہوئی پیر صاحب نے مناظرہ کے لئے کہا، مولانا صدیق صاحب نے کہا کہ مناظرہ سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ بیکار ہے، انہوں نے کہا اگر مناظرہ نہیں کرتے تو دیوبندیت کی لعنت سے توبہ کرو، انہوں نے مولانا کو مجبور کیا، تو مولانا نے کہا اچھی بات ہے، چلو مناظرہ سہی،

اس پر وہ مولانا سے بولے کہ اپنے پیر کو بلالو اور تاریخ مقرر کرلو مولانا نے کہا: یہی آج ہی کی تاریخ ہے،، کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں میں تنہا کافی ہوں، اس پر پیر صاحب نے کہا کہ اس وقت مناظرہ کیسے ہوسکتا ہے، ہمیں حج کو جانا ہے، حج سے واپسی پر مناظر ہوگا، (مولانا نے) مجھے اطلاع کی کہ یہ ہوگیا ہے، میں نے کہا یہ غنیمت جانو اور جو حضرات اہل قلب ہیں اللہ نے جن کے دل میں اپنا خوف اور حضور ﷺ کی محبت ڈال دی ہے ان کی تقریریں کرائیے اور صرف نبی اکرم ﷺ کے حقوق بیان کیجئے اور یہ کہ ان کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہو، یہاں تک کہ لوگوں کے ذہنوں میں جو مغالطہ ہے وہ ختم ہوجائے چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب پیر صاحب واپس پہنچے تو مولانا نے مجھ کو اطلاع کی، میں دیوبند سے وہاں پہونچا، اور دوست احباب کو بھی بلایا، مولانا ارشاد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند سے، مولانا قاری صدیق صاحب اور مولانا عبد السلام صاحب لکھنؤ سے، مولانا عبد الوحید صاحب فتح پور سے، کانپور سے مولانا منظور صاحب، مولانا مبین الحق صاحب،

مولانا ریاست صاحب (کوٹی) غرض بڑا مجمع پہونچا، لیکن ادھر حکومت کے کلکٹر نے دفعہ ۱۴۴ قائم کردی کہ جلسے کی اجازت نہیں، اور ہم بھی پولیس کے پہرے کے باوجود ٹرک میں بیٹھ کر بہت احتیاط سے چھپ چھپا کر پہونچ ہی گئے۔

ان لوگوں نے ہمارے پاس اطلاع بھیجی کہ کلکٹر کی طرف سے ممانعت ہوگئی ہے، لہذا لوگ دوبارہ اپنے آدمیوں کو بھیج رہے ہیں تاکہ اجازت ہوجائے، آپ بھی اپنا نمائندہ بھیج دیجئے تاکہ دونوں فریق کی موجودگی میں اجازت ہوجائے ہم نے کہا بہت اچھا نمائندہ بھیج دیا، کلکٹر ہندو تھا (ان حضرات کی طرف سے مولانا ریاست علی صاحب کوٹی تشریف لے گئے جو ان دنوں جمعیۃ علماء مدھیہ پردیش کے صدر تھے، اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردوں میں سے تھے) اس نے کہا کیا بات ہے، مناظرہ کیا ہوتا ہے؟ اسے بتلایا گیا کہ جس طرح سے عدالت میں دو وکیل کھڑے ہوکر گفتگو کرتے ہیں ایک کہتا ہے اس طرح سے ہے، دوسرا کہتا ہے اس طرح سے نہیں بلکہ اس طرح ہے، اسی طرح مناظرہ ہوتا ہے، کلکٹر نے کہا یہ تو مباحثہ ہے، اس میں کیا حرج ہے، کس بات پر مباحثہ ہے؟ کہا گیا کہ یہ (دوسرے خیال کے) لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے عالم جو گزرے ہیں یا کچھ موجود ہیں وہ مسلمان نہیں مثلاً مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا محمد میاں، مولانا احمد سعید دہلوی وغیرہ، علماء دیوبند کا نام لیا جو سیاست میں حصہ لیتے تھے (مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کا بھی تذکرہ کیا گیا)

کلکٹر نے کہا ان کو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان نہیں ہیں؟ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ یہ تو غلط طریقہ ہے، ایک پنڈت کو یہ کہنے کا حق ہے کہ میں پنڈت ہوں لیکن یہ کہنے کا حق نہیں کہ فلاں پنڈت، پنڈت نہیں، اپنے متعلق دعویٰ کرسکتا ہے دوسرے کے متعلق نفی نہیں کرسکتا، اس پر تو فساد ہوجائے گا، جب مسلمانوں کے بڑوں کو یہ کہا جائے گا کہ وہ مسلمان نہیں پھر اس کو کون برداشت کرے گا، اس پر ان لوگوں (دوسرے خیال کے لوگوں) نے

کہا جی ہاں وہ مسلمان نہیں تھے، تو کلکٹر نے کہا یہ نیکی پھیلانے کے لئے کیا میرا ہی ضلع رہ گیا ہے؟ سب کو پکڑ کر بند کرادوں گا خوب ڈانٹ دیا، غرض مناظرہ ہی ختم ہو گیا۔

جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو اس شخص نے کہا صاحب ہم تو مناظرہ سننے کے لئے آئے تھے آپ جارہے ہیں ہم نے کہا ہم بھی مناظرہ کرنے آئے تھے، آپ اجازت لو کلکٹر صاحب سے آپ کا ضلع ہے، ہم تو تیار ہیں، مگر اجازت مل جائے اگر تم لوگ اجازت نہیں لے سکتے تو ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں چلو دیو بند۔ یہاں ہم آپ کی دعوت پر آئے تھے وہاں آپ ہماری دعوت پر آئیں، وہاں کلکٹر سے اجازت لینا ہمارے ذمہ ہوگا بلکہ جتنے مہمان آپ کے ساتھ ہوں گے ان سب کا کھانا بھی ہمارے ذمہ، انہوں نے کہا ہم دیو بند نہیں آسکتے، ہم نے کہا ہم نے تو یہ جواب نہیں دیا تھا کہ ہم آپ کے یہاں نہیں آسکتے۔

ایک اور شخص نے کہا ہم تو مناظرہ کے لئے آئے تھے۔ میں نے کہا کون ہو؟ اس نے کہا سنی ہوں، مولانا احمد رضا خاں کا معتقد ہوں، میں نے کہا وہ سنی نہیں تھے اس واسطے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مجھے سنتیں معاف ہیں جس کی سنتیں معاف ہوں وہ سنی کیسے ہوسکتا ہے، مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں یوں موجود ہے کہ 'بحمد اللہ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں کہ سنتیں مجھے معاف ہیں میں نے سنتیں تو نہیں چھوڑیں البتہ نفلیں اسی روز سے چھوڑ دیں''۔ حالانکہ نفلیں پڑھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں چھوڑیں جب سنتیں معاف ہیں تو سنی کیسے؟

مولانا ریاست علی صاحب نے کہا اچھا کوٹ چلو وہاں مناظرہ کریں گے، مگر وہ کہاں آتے۔۔۔ پھر انہوں نے یہ تجویز کیا کہ کانپور میں مناظرہ ہوگا کانپور سے مجھے اطلاع کی گئی، میں نے کہا انکار ہر گز مت کرنا، مناظرہ کے جو شرائط وہ رکھیں رکھنے دیں۔ اصل میں وہ چاہتے تھے کہ چاہے ایک ہی جھڑپ ہو جائے، تاکہ غلہ وروپیہ (جو انہوں نے

جمع کیا تھا اور لوگ واپس مانگ رہے تھے) وہ ہضم ہو جائے، مناظرہ سے چورن کا کام لینا چاہتے تھے، وہاں، (کانپور میں) بھی مناظرہ نہیں ہوا البتہ اپنا جلسہ کر کے تقریریں کیں جو کہنا تھا کہہ دیا۔ (بشکریہ النور)

مشتاق احمد صاحب نے بتایا کہ اصل سبب یہ ہوا کہ میں ان دنوں اسی علاقے میں ملازمت میں تھا، اور مشتاق صاحب بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مسلک کے سرگرم اور پختہ آدمی ہیں تو ان سے ان لوگوں کی برابر نرم و سخت بات ہوتی رہتی تھی، بہر حال ان لوگوں نے مشتاق صاحب سے مناظرہ کی بات کہی اور حضرت کو بلانے کی تو انہوں نے جوش میں نہ صرف ہاں کرلیا بلکہ کاغذ پر لکھ دیا اور تاریخ بھی طے کر دی موقع ایک شادی کا تھا چنانچہ جب طے ہی ہو گیا تو حضرت تشریف لے گئے مگر جیسا کہ ذکر آیا ہے پیر صاحب گھما پھرا کر اس پر لائے کہ اس وقت مناظرہ ممکن نہیں، حج کے بعد ہوگا۔ یہ واقعہ نومبر ۱۹۶۶ء کا ہے۔

(تذکرۃ الصدیق، ص:۲۷۰)

ایک صاحب کی خاموش اصلاح

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے قصبہ جہان آباد کے قرب و جوار کے ایک سفر میں دورانِ سفر ایک بھٹہ والوں کے یہاں رُک کر ملاقات کی اور آگے چل دیئے وہ بھٹہ والے متدین و متشرع ایک نیک سیرت عالم معلوم ہوتے تھے، حضرت نے ان کے متعلق اپنے رفقاءِ سفر سے فرمایا کہ کوئی بتلا سکتا ہے کہ پہلے یہ کیسے تھے اور اب کیسے ہیں، نہایت متقی، دیندار، شکل صورت سے عالمِ دین معلوم ہوتے ہیں، چہرہ پر داڑھی اب ان کے آ گئی ہے ورنہ ایک زمانہ وہ تھا کہ نماز و روزہ سے ان کا دور کا بھی تعلق نہ تھا بالکل آزاد زندگی تھی، اور میرا گذرنا بار بار اسی راستہ سے ہوتا تھا میں جب بھی یہاں سے گذرتا یہاں آکر کسی نہ کسی

بہانہ سے ان سے ملاقات کرلیتا اور قصداً یہیں آکر نماز پڑھتا تھا، وضو کرتا، نماز پڑھتا لیکن ان سے نہ کہتا کہ آپ بھی نماز پڑھئے بالآخر انہوں نے نماز کیلئے چٹائی کا بھی انتظام کرلیا وضو کیلئے لوٹے کا اور پانی کا بھی انتظام کرلیا، رفتہ رفتہ دیکھا کہ خود بھی نماز میں شریک ہونے لگے اسکے بعد مصلی، چٹائی، اور نماز کے لئے مستقل جگہ کا بھی انتظام کردیا رفتہ رفتہ پورے نمازی بن گئے دور تک وہاں کوئی مسجد تو ہے نہیں اسی جگہ کو مسجد کے قائم مقام کرلیا اپنے احاطہ کے اندر ہی ایک جگہ مسجد کے لئے خاص کردی وضو وغیرہ کا پورا انتظام کردیا۔اب پکے نمازی بن گئے، رمضان میں قرآن شریف سنانے کیلئے حافظ کا بھی انتظام کرتے ہیں، کسی جگہ مسجد وغیرہ بننا ہوتو اس میں بھی خوب حصہ لیتے ہیں چہرہ پر داڑھی آگئی اب اپنی زیر نگرانی ایک مکتب بھی چلارہے ہیں مدرس کی تنخواہ خود دیتے ہیں بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں، پکے عالم دیندار معلوم ہوتے ہیں کچھ دن پہلے حج کرنے گئے تھے۔بیعت کیلئے آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت یہاں تک پہونچادیا ہے آگے بھی خیال رکھئے گا، حضرت نے فرمایا یہ سب رفتہ رفتہ ہوا میں جاتا رہا اور کبھی ان سے ایک پائی کی امید نہیں رکھی ایک چائے نہیں پی بس ملاقات کرتا رہا نماز پڑھ کر چل دیتا، ان سے کچھ بھی نہ کہتا تبلیغ واصلاح اسطرح بھی ہوتی ہے، بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ حق کہہ دینا چاہئے قل الحق وان کا مرا۔حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو، ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کہتے ہیں، حق بات کہنا ہم نہیں چھوڑ سکتے، ارے بھائی ہم کب اس سے منع کرتے ہیں لیکن حق بات کہنے، حق منوانے اور حق کی طرف کھینچ کر لانے کی مختلف صورتیں اور مختلف طریقے ہوتے ہیں یہ بھی ایک طریقہ ہے کسی جگہ کوئی طریقہ مفید ہوتا ہے کسی جگہ دوسرا طریقہ ہر جگہ ایک ہی طریقہ اپنانا مضر ہوسکتا ہے۔کبھی کچھ نہ کہہ کر اپنے فعل وعمل سے تبلیغ کی جاتی ہے اس کو تبلیغ فعلی اور تبلیغ عملی کہتے ہیں۔

منڈپ کے نکاح سے مسجد میں نکاح تک

ایک مرتبہ باندہ شہر کی راعینی برادری میں ایک نکاح تھا، حضرت کو ہی نکاح پڑھانا تھا، اتفاق سے اسی دن مدرسہ کی چھٹی ہورہی تھی تو حضرت مدرسہ کے بعض اساتذہ کو بھی لے گئے کہ شریک ہوکر گھر چلے جائیں گے۔ صاحب تقریب کو خوشی ہوگی اور یہ شرکت باعث برکت ہوگی۔ اس موقع سے حضرت نے بعض احباب سے فرمایا آج اس برادری کا نکاح مسجد میں ہورہا ہے اور سادگی کے ساتھ ہورہا ہے اور اب الحمدللہ مزاج بن گیا ہے لیکن ایک وقت تھا کہ اس برادری کا نکاح مسجد کے بجائے غیر مسلموں کی طرح باقاعدہ منڈپ میں ہوتا تھا، منڈپ بنایا جاتا تھا اور لڑکی لڑکا دونوں کو اسی میں بٹھایا جاتا تھا۔ میں نے خود آکر بہت سے نکاح اس حالت میں پڑھائے ہیں، اور لوگوں نے مجھ کو اس پر بہت برا بھلا بھی کہا ہے لیکن میں اپنے کام میں لگا رہا اور اس برادری سے برابر تعلق قائم رکھا، ان کی ہر غمی وخوشی میں شریک رہا اور اللہ تعالی سے ان کی اصلاح کی دعا بھی مانگتا رہا اور میں نے کسی برا بھلا کہنے والے کا جواب بھی نہ دیا اس کان سے سنا اس کان سے اڑا دیا۔

بہرحال آج اللہ کا شکر ہے اس برادری کے لوگ راہ راست پر آگئے اور منڈپ وغیرہ سے تو سو فیصد لوگوں نے چھٹکارا حاصل کرلیا۔ اگر لوگوں کے لعن وطعن کی وجہ سے میں الگ ہوجاتا اور ان کے پاس آنا جانا بند کردیتا تو معلوم نہیں کب ان کی اصلاح ہوتی۔

ہندو راجہ سے مسجد بنوانے کا قصہ

حضرت والا خود فرماتے ہیں کہ کھوانی پور (باندہ کے قریب ایک چھوٹا سا دیہات ہے) کا قصہ ہے کہ وہاں کوئی مسجد نہ تھی اور وہاں ایک راجہ بھی رہا کرتا تھا جو بڑا زمیندار تھا پورے علاقہ میں اسکا اثر تھا، بہت سے مسلمان اسکے یہاں ملازم تھے، اس راجہ کو کوئی مہلک بیماری لاحق ہوگئی۔ سخت پریشانی میں مبتلا ہوگیا، بہت علاج کیا، کافی تدبیریں

کرڈالیں، لیکن شفاءنہیں ہوئی میں چونکہ بھوانی پور جاتا رہتا تھا، جو مسلمان اس راجہ کے یہاں کام کرتے تھے وہ مجھے جانتے تھے، ملاقات ہوتی رہتی تھی، انہوں نے راجہ سے کہہ دیا کہ ایک ہمارے مولانا جی ہیں بہت اچھی دعاء تعویذ کرتے ہیں، بہتوں کو فائدہ ہوا ہے ان کا علاج کرنے سے فائدہ کی امید ہے چنانچہ چند آدمی مجھ کو لینے آئے میں وہاں پہنچا اور راجہ سے اچھی طرح ملا، میں کوئی عامل تو ہوں نہیں نہ مجھے کچھ آتا ہے اور نہ ہی میں اس مشغلہ کو پسند کرتا ہوں، حضرت ناظم صاحب (حضرت کے پیر مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) نے فرمایا تھا کہ کوئی تعویذ مانگنے آئے تو انکار مت کرنا جو سمجھ میں آئے لکھ کر دے دیا کرنا، چنانچہ جو کچھ میری سمجھ میں آیا لکھ کر دے دیا، اللہ نے اسکو شفاء دیدی اس سے وہ بہت متاثر ہوا، کیونکہ بہت پریشان ہو چکا تھا، خوش ہوکر اس نے اپنے ملازمین سے کہا کہ مانگو کیا مانگتے ہو، وہ لوگ میرے پاس آئے میں نے ان سے کہا کہ یہ کہہ دینا کہ سرکار سب کچھ تو آپ نے ہم کو دے دیا، زمین مکان سب کچھ تو آپ نے ہم کو دے دیا، کسی چیز کی کمی نہیں ہے، البتہ اپنے مالک کی عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لئے حضور والا اگر مسجد کے لئے کوئی جگہ دیدیں اور مسجد بنوادیں تو ہم لوگوں کی یہ مشکل بھی دور ہو جائے، چنانچہ ان لوگوں نے راجہ کے سامنے یہی بات رکھی، اتنا کہنا تھا کہ راجہ سکتہ میں آگیا خاموش ہو گیا، کچھ نہ بولا لیکن زبان دے چکا تھا اسلئے انکار بھی نہ کرسکا، مسجد کے لئے زمین دے دی اور کہا کہ اپنے مولانا جی کو اور جس کو بلانا ہو بلالو بنیا در کھ دیں، چنانچہ میں پہونچا اور راجہ کو بھی بلوایا، بنیاد کھودی گئی، اینٹ رکھ دی گئی، دعا ہو گئی راجہ نے کہا بس ہو گیا، میں نے کہا بس راجہ نے گالی دے کر کہا کہ کم بختوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مسجد بنانے سے پہلے مسلمان گائے ذبح کرتے ہیں اسکا خون اس میں ڈالتے ہیں، مجھ کو دھوکہ میں رکھا، اور پھر خود ہی اس نے مسجد بنوائی، گرمیوں کی تیز دھوپ میں خود کھڑے ہوکر مسجد بنوایا کرتا تھا، الحمد للہ وہ مسجد اب بھی بھوانی پور میں موجود ہے۔ (حیات صدیق ص: ۱۶۰، ج ۱)

(کرامات)

کھارہ پانی میٹھا ہو گیا

ہتھورا گاؤں میں جو کنواں ہے اس کا پانی بہت کھارا تھا اور ایک زمانے میں گاؤں میں پانی کا نظم بہت زیادہ نہ تھا، کافی پریشانی کا سامنا تھا، جب حضرت حج سے واپس تشریف لائے تو گاؤں کے حضرات نے حضرت سے گزارش کی کہ اس کے لئے دعاء فرمادیں حضرت نے وضو فرمایا، تھوڑے سے پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور پانی کو کنویں میں ڈال دیا، بس اسکے بعد سے کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا، اسی طرح کا قصہ پہاڑی کھیڑا (نزد ہتھورا) کے کنویں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (یہ واقعہ گاؤں میں معروف ہے)

نالہ کا پانی تھم گیا

اسی طرح ایک مرتبہ نالے میں شدید سیلاب آیا حضرت نے اس موقع سے ایک عمل یہ کیا کہ ایک تعویذ لکھ کر دیا کہ اس کو گاؤں کے کنارے نالے سے متصل ایک درخت میں باندھ دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، تعویذ کا باندھنا تھا کہ پانی کم ہونا شروع ہو گیا۔ (بروایت مولوی انیس صاحب)

زیور مل گیا

ایک جگہ دو بہنوں کی شادی کے تھوڑے عرصے کے بعد پورے کا پورا زیور چوری ہو گیا حضرت کے پاس اطلاع بھیجی گئی، فرمایا: ہر سال زکوۃ دی جاتی تھی؟ کہا گیا جی ہاں۔ فوراً تعویذ عنایت فرمایا اور فرمایا انشاء اللہ مل جائے گا۔

مگر آٹھ سال تک زیور نہیں ملا۔ جب بھی حضرت سے ذکر کیا جاتا فرماتے۔ صبر کرو مل جائے گا۔ خدا کی شان آٹھ سال کے بعد ایک دن حیرت انگیز طریقے پر پورے کا پورا زیور مل گیا۔ (از مولانا ذوالفقار۔ استاذ فلاح دارین ترکیسر گجرات)

زہر کا اثر ختم

جامعہ کے اولین چھ طلباء میں سے ایک جناب مولانا صوفی اظہار الحسن صاحب (جو جامعہ کے قدیم کارکنوں میں سے بھی ہیں ان) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دھان اور تیل کے لئے ہتورا سے کچھ دور ایک بستی تک جانا ہوا، تو رات کو ادھر ہی قیام ہو گیا، غیر مسلموں کا گاؤں تھا، وہاں کھانے کا نظم یہ ہوا کہ چکی سے تیل مل گیا تو اسی سے ترکاری اور پوڑیاں تیار کی گئیں، اتفاق سے تیل میں زہر ملا تھا۔ اس میں ایک چھپکلی مر گئی تھی، زہر کے اثر سے سب کو دست آنے لگے۔ حضرت بھی تھے اور طلباء، نیز گاؤں کے بھی کچھ حضرات تھے تو سب پریشان تھے حضرت نے پانی دم کر کے دیا، سب نے پیا اور الحمد للہ سب کی تکلیف ختم ہو گئی۔

ایک لمحہ میں افاقہ

ایک بار آپ کے مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے بدن پر چھالے نمودار ہو گئے جن میں بہت زیادہ سوزش اور جلن تھی قاری صاحب نور اللہ مرقدہ سے فرمایا کہ کچھ پڑھ کر دم کر دو، آپ نے شیخ کے حکم پر دم کر دیا، ایک گھڑی میں سارے آبلے ختم ہو گئے ایک بار مولانا اسعد اللہ صاحب آنکھ کا آپریشن کرانے سیتاپور گئے، آپ کو کھانسی کا عارضہ تھا، جو کسی علاج سے دور نہیں ہوتا تھا، پھر شیخ نے اپنے مرید حضرت والاؒ سے فرمایا کہ کچھ پڑھ کر دم کر دو، آپ نے دم کیا جس سے بالکل افاقہ ہو گیا۔

درد ختم

ایک واقعہ حضرت مولانا انتظام صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ:

ایک صاحب مدرسہ حاضر ہوئے جبکہ جانتے بھی نہ تھے وہ حضرت کوسلام ومصافحہ کے لئے آہستہ آہستہ آنے لگے ان کی کمر کئی مہینوں سے بیکار تھی حضرت کو اسکا علم نہ تھا، فرمانے لگے کیسے چل رہے ہو جلدی سے دوڑ کر آؤ انہوں نے ہمت کی گھبرا کر چل کر آگئے، حضرت نے پوچھا کیا ہوگیا عرض کیا کمر میں تکلیف ہے چلا نہیں جاتا حضرت نے فرمایا ارے کیوں ایسا کہتے ہو ابھی تو جلدی جلدی چل کر آئے ہو، ان کا بیان ہے کہ کمر کا درد جاتا رہا اور اس وقت سے بالکل ٹھیک ہوگئے۔ یہ تھی مسیحائی نظریں کہ ایک نظر بھی کافی ہوگئی۔

ایک اور واقعہ جسکو مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم دفتر جامعہ ہتھورا نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا کہ میں دوپہر میں حضرت کی خدمت میں تھا کہ کچھ لوگ موضع کورہی ضلع باندہ کی لڑکی کو پکڑے ہوئے لائے جو بالکل جاہل اور ان پڑھ تھی مگر اچھا خاصا قرآن پڑھ رہی تھی اور اسکے حواس باختہ تھے۔ حضرت نے فوراً ان لوگوں سے ملاقات کی تعویذ دی تو گرمی کی شدت سے چیخنے لگی دوسرا تعویذ دیدیا تو ٹھیک ہوگئی پھر اس لڑکی سے فرمایا کہ قرآن شریف پڑھو، اپنی زبان میں وہ بولی (مہکا پڑھب نہیں آوت) یعنی مجھ کو پڑھنا نہیں آتا نہ جانے ایسے کتنے واقعات ہیں کہ لوگوں کو فوراً فائدہ نظر آیا ہے۔ یہ سب اللہ کی مرضی اور حضرت کی دعاؤں کا اثر تھا۔

حافظ محی الدین صاحب گونڈوی فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے قاری صاحب کے دم کئے ہوئے پانی اور تیل کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ محی الدین جو تم پانی دم کرا کر لائے تھے اگر محلّہ کے کسی آدمی کے پیٹ میں درد ہوتا میں اسکو وہ دم والا پانی دیدیتیں اس سے اسکو شفاء ہو جاتی، ایسے ہی وہ تیل جس پر حضرت دم فرمائے تھے اگر کسی کے سر میں درد ہوتا تو اس تیل سے سر کا درد جاتا رہتا یہ حضرت کی کرامت تھی۔

خدا کی مدد۔ دیوان گنج کا واقعہ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت والا کے ساتھ رفیق سفر کی حیثیت سے خاکسار بھی تھا، علی الصباح ہتھورا سے روانہ ہوئے، رائے بریلی، پرتاپ گڑھ، وسلطانپور اور الہ آباد کے مختلف مقامات میں جانا تھا، حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب دیوان گنج پرتاپ گڑھ سے جیپ لیکر آئے ہوئے تھے ان کی گاڑی سے تقریباً سات بجے رائے بریلی پہونچ گئے، وہاں حضرت والا کی بڑی صاحبزادی رہتی ہیں، ان کے یہاں رفقاء سفر کیلئے ناشتہ کرنے کو کہلوادیا اور فرمایا کہ ناشتہ تیار ہوتے ہوتے حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ سے ملاقات کر کے آتے ہیں، وہاں سے جب واپس ہوئے تو دیکھا کہ شہر میں ایک ہنگامہ ہوگیا ایک مسجد میں بم پھٹنے کی وجہ سے کئی جانیں ہلاک ہوگئیں تو شہر کے باہر باہر نکل کر پرتاپ گڑھ کے لئے روانہ ہوگئے وہاں شہر سے کچھ فاصلہ پر دیوان گنج کے نام سے ایک آبادی ہے۔ مئی جون کا مہینہ تھا سخت ترین گرمی تھی، پنڈال کے اندر جتنے افراد تھے اسکے دوگنے سے زیادہ پنڈال کے باہر لوگ تھے، گرمی کی تپش کی وجہ سے نہایت براحال تھا ایک بجے کڑاکے کی دھوپ میں حضرت والاؒ کا بیان شروع ہوا خطبہ شروع کرنے سے قبل کرسی پر بیٹھتے ہی فرمایا کہ بھائی آپ لوگ دھوپ میں ہیں، ہم سایہ میں اللہ تعالی سے دعاء فرمائیں کہ کوئی شکل پیدا ہوجائے، یہ جملہ زبان سے نکلا ہی تھا کہ فوراً گاڑھا بادل آگیا، ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہوگئیں اس وقت حاضرین میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کے بہت سے علماء فضلاء موجود تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کسی کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور کوئی فرط مسرت سے مسکرارہے تھے اسی حالت میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پروگرام چلا پروگرام کے بعد دھوپ پوری طرح اپنی جگہ لوٹ آئی۔ سچ ہے من کان للہ کان اللہ لہ.

ٹریکٹر بگڑ گیا

حضرت والا نور اللہ مرقدہ گاؤں کے ایک مدرسہ کے معائنہ سے فارغ ہوکر روانہ ہوئے۔ تو وہاں کے احباب نے حضرت کو سڑک پر ایک مقام کی نشاندہی کی کہ دو ماہ قبل اس جگہ پر ایک ٹریکٹر والا آرہا تھا اس سے بعض حضرات نے جو آپ کے مدرسہ میں لینٹر ڈالنے کیلئے جارہے تھے، اپنے ٹریکٹر پر سوار کرنے کی درخواست کی اس نے سوار تو کرلیا لیکن حضرت کے نام پر نازیبا جملے کہنا شروع کئے ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ایسی جگہ پر جہاں بظاہر کوئی امکان نہ تھا ٹریکٹر والا شدید ایکسیڈنٹ کا شکار ہوگیا حضرت نے اس پر بہت اظہار افسوس کیا۔

ایسا بھی ہوا کہ آپ نے کسی ٹرک والے کو روکنے کیلئے ہاتھ اٹھایا، اس نے نہیں روکا، پھر آگے جاکر اسکا انجن فیل ہوگیا، دوسرے ٹرک سے آپ پہونچے، ٹرک ڈرائیور نے دوسرے ڈرائیور سے کہا کہ انجن میں کوئی خرابی نہیں، لیکن ٹرک نہ جانے کیوں اسٹارٹ نہیں ہورہا ہے۔ اس نے کہا کہ تو نے حضرت کو نہیں بٹھایا، ان سے معافی مانگو، جب اس نے معافی مانگ لی تو ٹرک چل پڑا، اس طرح کی آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ اللہ کے ولی کو جب تکلیف پہنچائی گئی تو اللہ پاک نے اسکا انتقام لے لیا۔

ڈاکوؤں کا واقعہ

مفتی شبیر احمد قاسمی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت والا کانپور سے مدرسہ کے لئے کچھ رقم لے کر آرہے تھے، چار ڈکیت آپ کے پیچھے پڑ گئے، باندہ شہر سے قصبہ ببیرو جانے کے راستہ میں نو میل کے فاصلہ پر ہتھورا کے لئے جنگل میں اترنا پڑتا

ہے، اس زمانہ میں وہاں سے ہتھورا کیلئے پکا راستہ نہیں تھا، وہاں پر حضرت والا کے ساتھ وہ ڈکیت بھی اتر گئے۔ ،سورج غروب ہو چکا تھا، جب گاڑی وہاں سے روانہ ہوگئی، تو ڈکیتوں نے تنہا پا کر حضرت والا کو گھیر لیا، حضرت والا نے کہا کہ بھائی میرے پاس اپنا ذاتی کوئی پیسہ نہیں ہے۔ مدرسہ کے طلبا کا پیسہ ہے۔ مگر ڈاکوؤں نے زبردستی شروع کردی تو حضرت نے اطمینان سے رقم نکال کر دیدی، تو وہیں ان کی آنکھیں اندھی ہوگئیں، ہاتھ پیر شل ہو گئے، صبح تک وہیں پڑے رہے، اور حضرت مدرسہ خالی ہاتھ پہنچ گئے۔ تہجد کے بعد دو ہوشیار طالب علم سے فرمایا کہ جاؤ ''نومیل'' میں کچھ مہمان ہیں ان کو لے آؤ۔ جب طلباء نے وہاں پہنچ کر کہا کہ آپ لوگوں کو حضرت بلا رہے ہیں۔ ہتھوڑا کی طرف جب وہ لوگ چلنے لگے تو نظر بھی آنے لگا، ہاتھ پیر بھی کام کرنے لگے، مدرسہ پہنچتے ہی ان لوگوں نے رقم واپس کردی اور حضرت نے بہت اخلاق کے ساتھ ان کو کمرہ میں ناشتہ کروایا اور ان لوگوں نے توبہ کرلی۔ اس وقت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا قیام جامع العلوم کانپور میں تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ حضرت کے استاذ بھی تھے اور راز داں و مشیر بھی۔ اس رقم کے حصول میں حضرت مفتی صاحب نے کوشش فرمائی تھی اس واقعہ کو حضرت والا تو چھپانا چاہتے تھے لیکن حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہر بات چھپانے کی نہیں ہوتی۔ چنانچہ باندہ کی جامع مسجد میں جمعہ میں دوران تقریر حضرت مفتی صاحب نے اسکو ظاہر فرمادیا۔ جسکا پورے علاقے میں بہت اچھا اثر پڑا۔ ایک دفعہ اتفاق سے حضرت نے خاکسار سے بیان فرمایا کہ اس رقم کی مقدار چار ہزار روپیہ تھی (اس وقت یہ رقم بہت تھی۔) اور ہتھوڑا کے دار قدیم کے آٹھ دس کمرے اس سے بن گئے تھے۔

ایک اور عجیب واقعہ

ابتدائی دور کی بات ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسب معمول تنہا لمبے سفر سے رات کے وقت واپس ہو رہے تھے، باندہ سے ہتورا تقریباً دس میل (۱۷ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے بس سے نومیل پر اتر کر ایک دو میل پیدل چل کر آنا پڑتا ہے (چونکہ وہ جگہ باندہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے اس لئے اس کا نام ہی نومیل پڑ گیا) حضرت جب رات کے وقت تنہا نومیل میں اترے، بس تو آگے چلی گئی اور حضرت تنہا ہتورا کی جانب چل دیئے، اور مدرسہ کی خاصی رقم بھی حضرت کے پاس موجود تھی، اتنے میں چند بدمعاش سامنے آئے اور حضرت کو چھیڑا، پوچھا تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا مدرسہ کی امانت ہے۔ بدمعاشوں نے پوچھا اور کون ہے تمہارے ساتھ، تنہا دیکھ کر وہ سب حضرت پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے، حضرت نے فرمایا پیچھے کچھ لوگ آرہے ہیں، اتنے میں واقعی پیچھے سے آنے والوں کی آواز آئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی بیل گاڑی سے آرہا ہے، غالباً یہ آواز بھی آئی کہ کیا بات ہے، گھبراؤ نہیں ہم لوگ آرہے ہیں، اس آواز کے سنتے ہی بدمعاش ڈاکو سب بھاگ گئے، حضرت خیر و عافیت سے مدرسہ تشریف لے آئے اصلاً حضرت تنہا تھے، پیچھے آنے والی نہ کوئی بیل گاڑی تھی نہ دوسرے حضرات بس یہ منجانب اللہ غیبی نصرت تھی۔

(حیات صدیق ص:۱۷۸)

پلّہ ڈکیت کا واقعہ

حضرت کی وفات سے دو تین سال قبل حضرت علیہ الرحمہ جہان آباد ضلع فتح پور سے بندکی کی طرف سے بذریعہ کار واپس ہو رہے تھے بارہ بجے رات کے قریب کچھ لوگوں نے کار روکی اس طرح کے سامنے شیشہ میں گولی ماری اور شیشہ ٹوٹ گیا۔

اور ڈرائیور کے منہ میں چھرے لگے، بغل میں بیٹھنے والے کا ہاتھ ٹوٹ گیا، حضرت بیچ کی سیٹ پر سو رہے تھے، بیدار ہو گئے اور بار بار زور سے کہا یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ڈاکوؤں کا سردار رضاء حسن عرف پلہ جو موضع رامپور ضلع ہمیر پور کا رہنے والا تھا جب حضرت کی آواز سنی سامنے آ کر معافی مانگنے لگا کہ ہم لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ آپ ہیں، حضرت نے فرمایا کہ کوئی بھی ہو تم کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، اسی لائن میں حضرت سے پہلے کئی گاڑیاں لوٹ چکے تھے، بہر حال معافی تلافی کے بعد حضرت آگے بڑھ گئے راستے میں حضرت نے ساتھیوں سے کہا کہ میں ان لوگوں کو معاف کر چکا ہوں تم معاملہ آگے نہ بڑھانا، خود حضرت تو مدرسہ تشریف لے آئے ادھر زخم خوردہ حضرات غور طلب کرنے لگے معاملہ آگے بڑھا دیا، چونکہ حضرت علیہ الرحمہ کا معاملہ تھا اس لئے پولیس اور افسران متاثر ہوئے، پلہ کے پیچھے لگ گئے چونکہ وہ پہلے سے ہی بڑا مجرم تھا پولیس کی نگاہوں میں تھا، موقع پا کر اسکو موت کے گھاٹ اتار دیا پھر تھانے دار ہتھورا اطلاع کرنے بھی آیا کہ میں نے اس ظالم کو مار دیا ہے اس پر بہت سے کیس تھے قتل کر دینا بہت ضروری تھا حضرت نے ایک درد بھری آواز نکالی اور فرمایا میں تو معاف کر چکا تھا کیوں مار دیا شاید کہ وہ نیک بن جاتا حضرت کو اسکے مارے جانے پر دلی صدمہ ہوا کئی بار افسوس کا اظہار بھی فرمایا اس وقت ملائم سنگھ یوپی کے برسر اقتدار تھے حضرت کو فون پر فون کر رہے تھے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے کہاں پر چوٹ آئی ہے ان ظالموں کی اچھی خبر لیں گے۔ حضرت نے جواب دیا میں اچھا ہوں کوئی فکر نہ کریں میں ان کو معاف کر چکا ہوں۔ (حقیقت و صداقت ص:۱۵)

عجیب بات یہ کہ چند دن کے بعد اس بابت قومی آواز میں جو تفصیلی رپورٹ آئی اس کے مطابق حضرت کے عفو در گذر نے اپنا اثر دکھایا تھا اور لفظ شاید کے ساتھ کہی ہوئی حضرت کی بات صرف توقع ہی نہیں رہ گئی تھی بلکہ حقیقت بن چکی تھی کیونکہ رپورٹ ملی کہ اس نے واقعی اپنا پیشہ سے توبہ کر لی تھی اور اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرتے ہوئے خود سپردگی

کا نظام بنالیا تھا اور ایک ممبر اسمبلی کے ذریعہ اقدام کے لئے اپنے تمام ہتھیاروں کو لے کر اور ان کو چھپا کر عام راستے سے الگ ہٹ کر اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا مگر خود اس کے گروہ کے لوگ اس میں ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے اور انہیں کی مخبری پر اس کو گھیرے میں لینا اور مار دینا ممکن ہوا۔

یوں تو ہدایت حق تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے، کب کس کی راہ بدل جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن اتنا فوری اثر کسی ایسے شخص پر؟ اس کا سبب تو اس کے علاوہ کچھ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت کا عفو و درگذر ہی اس اعتبار سے بہت قوی تھا یہ عفو و درگذر اخلاص اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ تھا اور کیا بعید ہے کہ اس نے جب معذرت کی ہو تو واقعۃً اس پر اس کا دل دکھا ہوا اور اس کو دلی ندامت اور احساس ہو کہ یہ کیا ہوا اور کس کے ساتھ میں نے یہ کیا؟ اور یہ کہ خود حضرت نے اس کی معذرت و ندامت پر متاثر ہو کر دل سے اس کی ہدایت کی دعا کر دی ہو بس لگ گیا تیر دل میں۔۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(تذکرۃ الصدیق)

کشف کا ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی مدظلہ، حضرت والا کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ کشف و کرامات کوئی مشکل کام نہیں، ذرا سی ریاضت اور لوگوں سے اجتناب اور عزلت نشینی سے یہ چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں اور فرمایا جس زمانہ میں میں پانی پت میں پڑھتا تھا تو اکثر وقت اپنے کمرے میں گذارتا اور لوگوں کے اختلاط سے بہت پرہیز کرتا تھا، اس وقت مجھے بہت صحیح کشف ہونے لگا تھا اور اپنے کشف کا ایک واقعہ بھی سنایا فرمایا کہ ایک

بہت ہی صحتمند سرحدی نوجوان کے متعلق مجھے یہ کشف ہوا کہ اس کو کل پولیس پکڑ کرلے جائے گی، میں نے اس نوجوان سے تنہائی میں اسکا ذکر کیا، اس نے مجھ سے کہا کیا آپ مجھ سے واقف ہیں؟ میں نے کہا کہ بس اتنا ہی کہ آپ اس مدرسہ کے طالب علم ہیں۔تو اس نے اپنا قصہ سنایا کہ میں نے اپنے علاقہ میں انگریز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔اور جب خطرہ محسوس ہوا تو مخفی طور پر یہاں آکر طالب علمی کرلی ہے۔مجھے یہ بتلا کر یہ طالب علم اس وقت مدرسہ سے غائب ہوگیا دوسرے دن انگریز پولیس نے پورا مدرسہ گھیر لیا اور ایک ایک کونہ کی تلاشی لے ڈالی۔ان کا افسر بار بار یہی کہتا تھا کہ ہمارے محکمہ کی خفیہ رپورٹ غلط نہیں ہوسکتی'' طالب علم کل تک یہیں تھا، اہل مدرسہ نے جو حقیقت حال سے ناواقف تھے، پوری سچائی سے بتادیا کہ ہاں اس شکل کا طالب علم کل تک تو یہاں تھا مگر اب یہاں نہیں ہے اور اس سے زیادہ ہمیں کچھ علم نہیں، اپنے کشف کا یہ قصہ سنانے کے بعد حضرت نے یہ بھی فرمایا مگر اب یہ بات نہیں ہے۔

ناگہانی حادثہ سے سب کی جان بچی

مولوی اظہار الحق صاحب (کنہواں سیتامڑھی) تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سبق پڑھا رہے تھے دوسری جانب تعمیری کام جاری تھا۔مغربی سمت کے قدیم مخدوش کھپریل والے مکانات کے کھپریل اتارے جارہے تھے، حضرت یکایک فرمانے لگے جو لوگ اوپر چڑھے ہوئے ہیں انہیں جلدی جاکر کہو کہ فوراً اتر جائیں۔ایک شخص دوڑتا ہوا گیا اور حضرت کا حکم سنادیا، کام میں مشغول تمام احباب تیزی سے نیچے اتر آئے دوسرے ہی لمحہ میں دیواریں گریں اور مکان زمین بوس ہوگیا۔تمام لوگوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے کہ اس حادثہ ناگہانی سے اللہ نے حضرت کے صدقے میں جان بچائی۔

مبشرات

میدانِ حشر میں حق تعالیٰ اور فرشتوں کی زیارت

فرمایا؟ میں نے بچپن میں خواب دیکھا کہ میدان حشر قائم ہے سارے لوگ جمع ہیں خوف وہراس اور نفسی نفسی کا عالم ہے۔ اور عدالت قائم ہے، جبرئیل امین وغیرہ خاص قسم کی وردیوں میں موجود ہیں، ایک ایک کرکے سب کی پیشی ہو رہی ہے، میں بہت ڈر رہا ہوں کہ نہ معلوم میرا کیا انجام ہو اتنے میں میری پیشی کا وقت آہی گیا، مجھ کو سامنے لاکر کھڑا کیا گیا میری مثل کا معائنہ ہوا اور میرے لئے حکم صادر ہوا کہ جاؤ ابھی اور محنت کرو۔

یہ بھی فرمایا: مجمع میں میں نے اپنی ایک خالہ کو دیکھا، انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا حشر کا معاملہ ہے خدا جانے کیا ہو۔ خالہ نے کہا بیٹا مجھ کو ساتھ لے چلو۔

فرشتوں کا تذکرہ تو حضرت نے بارہا اس عنوان سے کیا اور کبھی حق تعالیٰ کا بھی کہ کئی مرتبہ مہلت لے چکا ہوں۔ یا۔ فرشتہ آیا کہنے لگا۔ چلو۔ میں نے کہا: کہاں؟ تو بتایا......... میں نے کہا۔ ابھی تو بہت کام ہے۔ (تذکرۃ الصدیق)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بار زیارت

استاذی حضرت مفتی عبید اللہ صاحب الاسعدی لکھتے ہیں کہ یہ شرف تو حضرت کو متعدد مرتبہ حاصل ہوا کہ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اس بابت سب سے پہلے تو وہ خواب نقل کیا جارہا ہے جس کو حضرت سے سن کر بھائی جمیل احمد صاحب (کانپور) نے فوراً ہی ایک کاغذ پر محفوظ فرمالیا۔ اور حضرت کی خدمت میں پیش کرکے اس

کی تصحیح واصلاح کرائی۔ یہ خواب اس سے قبل حضرت نے مدرسہ میں بھی متعدد احباب کو سنایا۔

احقر (مفتی عبیداللہ الاسعدی) نے تو حضرت سے اس کو یوں سنا کہ جن دنوں میں حضرت نے یہ خواب دیکھا۔ مدرسہ میں دورہ کا آغاز ہو چکا تھا، حضرت بخاری کا درس دیتے تھے، متعلقات میں حضرت کے پاس ابن ابی جمرۃ کی بھی شرح تھی۔ جس کی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ شارح نے جو کچھ لکھا ہے اس میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت روحانیت سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اس کے تذکرہ میں احقر نے اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت نے یہ خواب سنایا کہ خواب میں حضرت نبی اکرم ﷺ کو ابھی حال میں۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ بہر حال تحریر ملاحظہ ہو۔

حضرت اقدس نے فرمایا (میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا) کہ بہت سے لوگ اکٹھا ہیں اور ایک قبر کھودی جارہی ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے لئے قبر شریف تیار ہو رہی ہے (جس سے نہایت چمکیلی مٹی نکل رہی ہے) حضرت نے قبر شریف کی مٹی بہت ڈرتے سہمتے ایک مٹھی لیا (ادب ورعب کی وجہ سے حاضر خدمت ہونے اور ملاقات کرنے کی ہمت نہ ہوئی) پھر حضرت کی نگاہ اوپر پڑی تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ چھت کے اوپر چہل قدمی فرمارہے ہیں (جب حضرت کی نبی کریم ﷺ پر نظر پڑ گئی تو ملاقات کی ہمت کرلی۔ اور) حضرت اقدس سلام عرض کرنے اوپر تشریف لے گئے۔ سلام عرض کیا۔ جواب ملا۔ حضرت اقدس نے خواہش کیا کہ حضور اقدس ﷺ سے مصافحہ کرلوں۔ (حضور اقدس کے بدن مبارک پر صرف لنگی ہے گورا چٹا لمبا قد اور صحتمند بدن ہے۔ اور اتنا چمکدار کہ آج تک ایسا چمکدار بدن نہیں دیکھا۔)

حضرت اقدس نے جب مصافحہ کے لے ہاتھ بڑھایا تو نبی کریم ﷺ نے سینے سے چمٹالیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صاحب کھڑے تھے (ایسا محسوس ہوا کہ جیسے

ابوبکر صدیق ہیں) نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: انہیں (حضرت اقدس کی طرف اشارہ کرکے)

پہچانتے ہو؟ تو ان صاحب نے فرمایانہیں نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا (یہ مولوی صدیق ہیں اور دوبارہ فرمایا)

''ارے ہمارے مولانا صدیق۔''

احقر جمیل احمد

فراشخانہ کانپور، مورخہ ۲۳/اگست ۱۹۸۹ء

یہ خواب حضرت نے ۲۱/ اگست کی شب میں کھنڈوا کے ایک سفر کے بعد دیکھا۔ جو حضرت کی علمی و تبلیغی جدوجہد کے اعتبار سے بہت کامیاب رہا تھا کہ حضرت کی خواہش کے مطابق وہاں مدرسہ کا کام شروع ہوگیا تھا۔ اوراٹارسی وغیرہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ ۲۳/اگست کو کانپور تشریف لے جانے پر سنایا۔ بین القوسین عبارتیں اس وقت سے اب تک جو احقر کو محفوظ ہے اور احقر کے پاس محفوظ ہے اس کے مطابق میں نے اضافہ کیا ہے، حضرت نے جب میرے سامنے خواب بیان فرمایا تو فرمایا ''اب بھی نگاہوں میں پورا نقشہ ہے۔'' بعد میں اس بابت احقر نے ایک بات پوچھی تو ایسا محسوس ہوا کہ اس خواب کو ذکر کرتے ہوئے حضرت ایک خاص لطف وسرور کے حال وکیف میں رہتے ہیں اور کیوں نہ ہوتا خواب ہی ایسا تھا۔

اس پس منظر کے مطابق یہ بڑی بشارت تھی۔ قبر کا کھودنا۔ اور اندر سے روشنی و چمکیلی مٹی کا نکلنا۔ یہ علم وسنت جو مردہ پژمردہ ہوکر مدفون ہو چکے تھے ان کا احیاء ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق کا دیکھنا بظاہر ان کے مشہور جملے کی نسبت ہے۔ بشارت ہے۔ میرے جیتے جی دین کا نقصان ہوجائے یہ نہیں ہوسکتا حضرت کی یہی شان تھی۔

(۲) ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ میں حضرت شدید بیمار ہوئے چند دن سبق کا بھی تعطل

رہا۔ آخر کچھ زور ٹوٹا اور اگلے دن کچھ کام کیا، اسی شب میں خواب دیکھا کہ حضرت شدید بیمار ہیں اور قریب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت سے فرمارہے ہیں

"تم اپنے مرض کا علاج کیوں نہیں کراتے"

حضرت نے عرض کیا کہ ارادہ تو کر رہا ہوں

(شنیدہ از حضرت)

آچکا ہے کہ ہمارے حضرت علاج و معالجہ کے معاملہ میں بھی سادگی پر تھے اور زائد توجہ نہ تھی۔

(۳) پہلا خواب جو ذکر کیا گیا۔ اس کے چند دن بعد اس بابت احقر نے کچھ استفسار کیا تو جواب دینے کے بعد فرمایا:

افریقہ کے پہلے سفر میں بھی یہ شرف حاصل ہوا ایک دن کافی بے چینی تھی۔ اصل میں طبیعت خراب چل رہی تھی ذرا سی آنکھ لگی تھی کہ دیکھا۔ اچانک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ملاقات ہوئی۔ اور بس سکون ہو گیا۔ بے چینی ختم ہو گئی۔

(۴) ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ میں (وفات سے چند ماہ قبل) بنارس و اعظم گڑھ کے سفر میں حاجی شرف الدین صاحب کے مکان پر دوپہر کو آرام کیا بیدار ہونے پر فرمایا:

ایک عجیب خواب دیکھا ایک مجلس ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ تشریف فرما ہیں اس میں ایک شخص جس سے میں کہہ رہا ہوں: کمبخت سنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتا ہے "خبردار" گردن ماردوں گا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ اٹھ، وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا ایسے نہیں جا تلوار لے کر آ۔ سن۔ میں بزدل بن کر تجھ کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ پھر اس سے کہا کمبخت سر کٹا سکتا ہے سر جھکا نہیں سکتا۔ پھر سن لے کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں گردن ماردوں گا۔

اس پر ایک دبلے پتلے بدن کے بزرگ نے فرمایا: یہ (یعنی حضرت) ٹھیک کہتے ہیں۔

(تذکرۃ الصدیق ص: ۵۱۷)

روضۂ پاک کی کنجی عطاء ہونے کا خواب

(۵) شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جب تعزیت کی غرض سے بعد وفات متصلاً تشریف لائے تھے تو ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

کچھ دن پہلے مدینہ منورہ میں کسی نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا کو روضۂ پاک کی کنجی عطا کی گئی۔

کسی نے تعبیر کی کہ مفتی محمود صاحب گنگوہی کے علوم عطا کئے گئے میں نے کہا: ان کا کیا ذکر بلکہ عشق نبوی (کے کمال) کی بنا پر حضوری کی کیفیت و اجازت کی طرف اشارہ ہے۔ پھر فرمایا: مگر اب معلوم ہوا کہ تعبیر کیا تھی۔ یعنی اشارہ اس عالم کی طرف منتقل ہونے کا تھا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ (توجیہ از الاسعدی)

حضرت باندویؒ کی صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

(۶) مارچ ۱۹۸۳ء حضرت نے گجرات کا ایک طویل سفر فرمایا۔ اسی موقع سے جامعہ اکل کوا کی بنیاد پڑی تھی۔ اس سفر میں بہت سے مقامات پر جانا ہوا۔ ڈابھیل مدرسہ تعلیم الدین میں جانا ہوا اس وقت مولانا سعید بزرگ (سابق مہتمم) باحیات تھے۔ حضرت سے ملاقات پر انہوں نے اپنا خواب ذکر فرمایا:

کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں لیکن جب سامنا ہوا تو صورت بالکل حضرت مولانا باندوی کی تھی (حضرت کے فنافی الرسول ہونے کا مقام ہے)

اسی جیسا خواب اور ملاحظہ کیجئے: ایک صاحب جن کا قیام کویت میں تھا۔ ان کو زیارت نبویہ کا اشتیاق تھا انہوں نے اس کے لئے درود پاک کا چالیس دن وظیفہ کیا۔ چالیس روز کے بعد خواب دیکھا اور دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں صورت بالکل حضرت (باندویؒ)

جیسی تھی، دیوار اونچی تھی چند پتھر رکھ کر یہ بھی اوپر گئے اور حضرت سے مصافحہ کیا۔

اشتیاق تو کچھ اور تھا اس لئے دوبارہ وظیفہ کیا۔ اور پھر یہی ہوا۔ آخر وہ ہندوستان آئے تو حاضر خدمت ہوئے اور ایک صاحب کے واسطے سے پوری تفصیل عرض کی اور بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے ان کو بیعت فرمالیا۔ (تذکرۃ الصدیق ۵۱۹)

خواب میں اصلاح وتلقین کے قصے

مولانا احمد عبداللہ طیب حیدر آبادی (مجاز صحبت) اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے سات (آٹھ) سال قبل قلب کا شدید عارضہ ہوگیا تھا ڈاکٹروں کی تجویز کے مطابق صحتیابی مشکل تھی۔ قلب کی حرکت قابو میں کرنے کیلئے بجلی کا شارٹ دیا گیا اور ایمرجنسی وارڈ میں داخل کیا گیا عین اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ میرے حضرتؒ مختلف علمی دلیلیں دے کر سمجھا رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ قادر مطلق ہے جو چاہے کرتا ہے۔ اسی کے بعد آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دیکھو یہی دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے قادر مطلق ہے جو چاہے کرتا ہے اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ پھر مجھے اتنا اطمینان وسکون حاصل ہوا کہ مجھے زندگی میں کبھی نصیب نہیں ہوا تھا آج تک بھی اس تصور سے محظوظ ہوتا ہوں۔ اسباب کے درجہ میں یہ سکون واطمینان ہی دوبارہ صحتیابی کا ذریعہ بنا۔ ڈاکٹر جب کبھی آتا تو کہتا بابو تم بہت لکی یعنی قسمت والے ہو مجھے حیرت ہے کہ تمہیں یہ مرض کیسے لاحق ہوگیا اور اس پر بھی حیرت کہ کیسے بچ گئے۔

حضرت کے انتقال کے بعد راقم الحروف کو زیارت ہوئی حضرت والا فرماتے ہیں کہ جو خطوط تمہارے پاس محفوظ ہیں ان کو یوں ہی ترتیب دے دو اس میں مضمون و تعارف لکھنے کی ضرورت نہیں صرف خطوط شائع کرلو اتفاق سے احقر نے حضرت سے متعدد مواقع پر جوابی خطوط لکھے تھے ان کے جوابات حضرت کے قلم سے کئی درجن احقر

کے پاس تھے احقر اصلاح عام افادۃ الناس کی خاطر منظر عام پر لانا چاہتا تھا لیکن ان خطوط کو منظر عام پر لانے کے طریقۂ کار سوچ رہا تھا کہ آنکھ لگ گئی اور اللہ تعالی نے خواب میں حضرت والا سے زیارت ونصیحت کی سعادت اپنے فضل سے نصیب فرمادی۔ اور پھر خطوط یکجا کر کے رسالوں میں شائع کرادیئے۔

خواب میں بزرگوں سے ملاقات

حضرت فرماتے ہیں جب مدرسہ کی ابتداء ہوئی تھی اس وقت حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو خواب میں دیکھا تھا کہ میں جنگل میں ہوں گھنا جنگل ہے اونچے نیچے پہاڑ ہیں، چاروں طرف درخت ہیں جانے کا کوئی راستہ نہیں اوپر نگاہ اٹھاؤں تو پہاڑ نیچے نگاہ کروں تو پانی ہی پانی کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں ہمت کر کے کپڑے سمیٹ کر دریا میں کود پڑا اور تیرنا شروع کیا تیرے تیرتے جب تھک گیا تو دیکھا سامنے سے حضرت تھانوی پالتی مارے تیرتے ہوئے چلے آرہے ہیں جب قریب آئے تو مجھے اٹھالیا اور سینہ سے لگالیا۔ ایک مرتبہ شاہ وصی اللہ صاحب کو خواب میں دیکھا تھا کہ یہاں تشریف لائے ہیں اور مطبخ کی طرف کے حجروں میں قیام ہے اور کافی لوگ جمع ہے۔ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری خود فرماتے تھے کہ تمہارے یہاں چلوں گا مگر تشریف نہ لاسکے۔ البتہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور کمرہ نمبر ۱۳ میں قیام ہے لوگ بھیڑ لگائے ہیں۔ (افادات صدیق ص:۳۳۴۔ج:۱)

ایک بدعتی کے غلط استدلال پر دنداں شکن جواب

فرمایا ایک مرتبہ میں سفر کر رہا تھا ایک بدعتی نے دعویٰ کے انداز میں مجھ سے سوال کیا کہ قرآن پاک میں تو خود اللہ تعالیٰ نے حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے اور

استدلال میں یہ آیت پڑھی، وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ رَمیٰ۔ (جب آپؐ نے پھینکا تو آپؐ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا، مطلب یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے ہاتھ سے کنکر مارے تھے تو واقعی حضور نے اپنے ہاتھ سے مارے تھے اس کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ نے مارا تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا۔

میں نے کہا کہ اگر اس طرح استدلال سے حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو پھر صحابہ کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ ہے، کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔ "فَلَم تَقتُلُو هُم وَلٰکِنَّ اللّٰـہ قَتَلَهُم." ۔ یہ صحابہ کے متعلق ہے کہ جب کفار کو قتل کیا تو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا حالانکہ صحابہ ہی نے اپنے ہاتھوں سے تلوار چلائی تھی اور صحابہ ہی نے کفار کو قتل کیا تھا، تو صحابہ کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ ہوا، کہنے لگے کہ کیا قرآن میں یہ آیت ہے؟ میں نے کہا ہاں کہنے لگے کہاں میں نے کہا اسی آیت سے پہلے دیکھ لو، بس خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہیں بن پڑا۔ (مجالس صدیق ص:۱۸۸)

جاہل کاتبوں کی حماقت

حضرت والا کا معمول ہے کہ عشاء کے بعد روزانہ اصلاح و تربیت سے متعلق طلباء کو کوئی کتاب پڑھ کر سناتے ہیں کبھی وعظ و نصیحت فرماتے ہیں، اکثر اپنی کتاب آداب المتعلمین پڑھ کر سناتے ہیں، ایک مرتبہ عشاء کے بعد یہ کتاب پڑھ کر سنا رہے تھے کہ کسی مقام پر کتابت کی فحش غلطی تھی، حضرت نے فرمایا غلطی تو کاتب کی ہے لیکن لوگ سمجھیں گے کہ اسی نے لکھا ہوگا۔ یہ کاتب لوگ بھی اپنی طرف سے اصلاح کیا کرتے ہیں، آج کل کے کاتب مشّاق تو ہوتے ہیں لیکن پڑھے لکھے نہیں ہوتے، تمیز نہیں ہوتی، پھر ایک واقعہ سنایا کہ ایک جلد ساز کتابوں کی جلد بنایا کرتے تھے، اور خود کتابت کی اصلاح بھی کر دیا کرتے تھے، لوگ ان سے عاجز و پریشان تھے، ایک صاحب قرآن شریف کی

جلد بنوانے کے لئے گئے اور یہ بھی تاکید کردی کہ خدا کے واسطے آپ اس میں اپنی طرف سے کچھ اصلاح نہ فرمایئے گا وہ کہنے لگے بہت اچھا میں تو خیر خواہی کے پیش نظر کرتا ہوں، ورنہ لوگ تو پیسہ لے کر اصلاح کرتے ہیں، میری کیا غرض پڑی ہے آپ منع کرتے ہیں، بہت اچھا نہیں کروں گا، انہوں نے جلد بنادی جب لینے گئے تو قرآن پاک دیا اور کہا کہ آپ نے چونکہ منع کیا تھا اس لئے میں نے اصلاح نہیں کی ہے لیکن ایک ایسی فحش غلطی تھی مجھ سے برداشت نہیں ہوئی اس لئے میں نے وہاں تو اصلاح بہت ضروری سمجھی اس کے علاوہ کچھ اصلاح نہیں کی، اس میں ایک مقام پر لکھا ہے خر موسی۔ (خر کے معنی گدھے کے ہیں) فرمایا خر (یعنی گدھا) تو عیسی علیہ السلام کا تھا، موسیٰ علیہ السلام کے پاس گدھا کہاں تھا، لہذا "خر عیسی" ہونا چاہئے۔ نہ کہ "خر موسی" اس لئے وہاں پر تو میں نے اصلاح کردی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں کیا، آج کل قابلیت اسی انداز کی ہوتی ہے اللہ جہالت سے بچائے۔

ایک لطیفہ

حضرت کے پاس درس میں ایک طالب علم عبارت پڑھ رہا تھا، کتاب میں عبارت آئی "مسالک" (بمعنی مذاہب) ایک طالب علم نے اس کو ٹوکا اور کہا "مَسّــاً لک"، حضرت مسکرائے اور فرمایا ان کو دیکھو، پھر فرمایا ایک صاحب تقریر کررہے تھے اور بڑے زور وشور سے بیان کررہے تھے، کہ قبر میں آکر جب یاجوج ماجوج سوالات کریں گے بجائے منکر نکیر کے یاجوج ماجوج کہہ رہے تھے، دوسرے صاحب زور سے کھنکارے اور کہتے ہیں کہ یاجوماجوج نہیں ہاروت ماروت۔ (مجالس صدیق)

تمت بالخیر

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیفات وتعلیمات کی اہمیت
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی نظر میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے، بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔

نیز ارشاد فرماتے ہیں:

یہ مضمون آج کل پھیلایا جائے کہ حضرت تھانویؒ سے تعلق بڑھانے، حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت تھانویؒ کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کی تعلیماتِ حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔[۱]

نیز تبلیغی کارکنوں کے لئے ایک مکتوب میں جو پندرہ ہدایتوں پر مشتمل ہے اس کی ہدایت نمبر ۸ و ۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت تھانویؒ کے لئے ایصالِ ثواب کا بہت اہتمام کیا جائے ہر طرح کی خیر سے ان کو ثواب پہنچایا جائے .... حضرت تھانویؒ سے منتفع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے، ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا، اور ان کے آدمیوں سے عمل''۔[۲]

---

۱ ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مختصراً ص ۵۸ و ۶۹ ملفوظ نمبر ۵۶ و ۵۷

۲ مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۷ و ۱۳۸ مطبوعہ دہلی

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے علوم ومعارف اور تحقیقات وافادات کے متعلق علامہ سید سلیمان ندویؒ کا اظہار خیال اور

حضرت تھانویؒ کی علامہ سید سلیمان ندویؒ کو وصیت

علامہ سید سلیمان ندوی اپنے آخری سفر تھانہ بھون کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں ۱۱ر جولائی کو رخصت ہوکر بھوپال روانہ ہوا، چلتے وقت ارشاد ہوا جاؤ خدا کے سپرد کیا،۔۔۔۔۔اور ارشاد ہوا کہ میری کتابوں کے اقتباسات رسالوں اور کتابوں کی صورت میں شائع کرو، یہ گویا میری آئندہ تکمیل کی راہ بتائی گئی۔ (مکاتیب سید سلیمان ص ۱۴۶)

حضرت عارف باللہ جناب ڈاکٹر عبدالحئی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری ملاقات میں علامہ سید سلیمان ندویؒ سے ارشاد فرمایا تھا: میری تصانیف سے انتخابات شائع کرتے رہنا۔[1]

علامہ سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

بڑی ضرورت تھی کہ اس اصلاح وتجدید کے خاکے کو جس کو ایک مصلحِ وقت اپنی تصنیفات ورسائل میں سپرد کرگیا ہے اور جن پر زبان کی کہنگی اور طریقِ ادا کی قدامت کا پردہ پڑا ہے، ان کو موجودہ زمانہ کے مذاق اور تقریر وتحریر کے نئے انداز کی روشنی میں اجاگر کیا جائے۔[2]

---

[1] مآثر حکیم الامت ص ۱۶۵ [2] مقدمہ تجدید کامل ص ۳۳

اکابر علماء کے تاثرات

اس جامعیت کے ساتھ اب تک کام نہیں ہوا تھا

تاثرات حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا مقتدانا الشاہ اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں بزمانہ طالب علمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہو کر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام و خاص ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں گے، چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے: "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید"

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں، آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

حضرت کے علوم و معارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندوپاک میں کام ہو رہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ، مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا، اس سلسلہ کی (سات) درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں، بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہٗ خادم جامعہ عربیہ باندہ (یوپی)

حضرت تھانویؒ کے علوم ومعارف کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا)

تاثرات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افادتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کررہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے۔۔۔۔۔۔

ان خصوصیات اور افادیت کی بناپر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدردانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیراہتمام دانش گاہ اور تربیت میں انجام پارہے ہیں۔ اطال اللہ بقائہ وعمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی
۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

مبارک سلسلہ اور سلیقے کا کام

ان کتابوں کو ضرور پڑھنا چاہیے

رائے عالی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں سے تعلق اور ان کے ملفوظات وہدایات کو ان کی افادیت کے پیش نظر مرتب کرنے اور جمع کرنے سے خصوصی دلچسپی عطاء فرمائی ہے، چنانچہ انہوں نے بزرگوں کے افادات کو مختلف رسالوں اور کتابوں کی صورت میں جمع کیا ہے اور یہ کام اس سلیقہ سے کیا ہے کہ اس میں تحقیقی وعلمی انداز بھی پایا جاتا ہے اور دینی وتربیتی مقصد بھی پورا ہوتا ہے۔

ہم کو مسرت ہے کہ مولانا مفتی محمد زید صاحب جنہوں نے حضرت تھانویؒ کے ملفوظات اور اصلاح وراشاد کے سلسلے میں مختلف نوعیّتوں کی وضاحت پر مشتمل مضامین کو علیحدہ علیحدہ شائع کرنے کا ایک مبارک سلسلہ میں شروع کیا ہے۔

مولانا زید صاحب نے دینی افادات کا، اصلاح دین کا حامل بہت مفید لٹریچر جمع کر دیا ہے، اصلاح باطن ودرستگی احوال کے لئے یہ انتخاب اور لٹریچر انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

مفتی محمد زید صاحب کے یہ علمی کوششیں قابل ستائش ہیں جو ایک طرف تو ایک اچھا علمی کام ہے اور دوسری طرف اس کی دینی واخلاقی افادیت ہے۔

(مکتوب گرامی)...... آپ کی مرسلہ تصانیف پہنچیں، آپ نے مفید سلسلہ تیار کیا ہے، علمی زندگی گذارنے والے حضرت خواہ وہ منتہی یا متوسط طالب علوم دین

ہوں، خواہ ان کے عام مدرسین، سب کے لئے فقہ، افتاء وآداب متعلم و معلم کے موضوعات پر یہ تین کتابیں جو مجھ کو آپ سے موصول ہوئیں، یہ تینوں کتابیں میرے نزدیک بہت مفید ہیں، مدارس میں درس وتدریس یافقہ وافتاء کا کام کرنے والوں کو ضرور پڑھنا چاہئے ان سے ایک طالب علم اور ایک معلّم کے جواخلاق وسیرت وکردار ہونا چاہئے اور اس میں اپنے مقصد کے لئے جواخلاق واحتیاط ہونا چاہئے اور اس دینی وتربیتی کام کے لئے جو ہمت وحوصلہ وتقویٰ ہونا چاہئے اس کی بڑی خوبی کے ساتھ رہنمائی کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نفع عام فرمائے۔

دعاء گو محمد رابع ندوی ۸/۲/۱۴۱۲ھ

جدت وقدامت کا سنگم

اظہار خیال

مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا محمد زید مظاہری ندوی کی جدت وقدامت نے انہیں دوآتشہ بنادیا ہے، یعنی طرز قدیم کے بزگوں کے ایک ایک ملفوظ کی تحقیق وترتیب جدید میں مصروف ہیں، اور جدید وسائل کتابت وطباعت سے کام لے کر اپنی تصنیفی خدمات کو انہوں نے تحقیقی مقام تک بھی پہونچادیا ہے، اور دیدہ زیب بھی بنادیا ہے۔

مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی کا تعارف ہی اہل علم میں حضرت تھانویؒ کی نسبت سے ہے، اس میں شک نہیں کہ تھانویؒ علوم معارف کی نسبت سے وہ کسی ''متخصص'' اور ''ڈاکٹر'' سے کم نہیں، یقیناً تھانویؒ علوم کی ترتیب وتحقیق پر انہیں پی، ایچ، ڈی کی ڈگری ملنی چاہئے۔